احادیث دجال کا تحقیقی مطالعہ

خروج دجال، ظہور مہدی اور نزول مسیح پر تحقیقی گفتگو

شبیر احمد ازہر میرٹھی

احادیث دجال

کا تحقیقی مطالعہ

(خروج دجال، ظہور مہدی اور نزول مسیح پر تحقیقی گفتگو)

شبیر احمد ازہر میرٹھی

نام کتاب

احادیث دجال کا تحقیقی مطالعہ

مصنف

شبیر احمد ازہر میرٹھی

اہتمام ———— ملک اسد علی قاسمی
مطبع ———— گنج شکر پریس
ناشر ———— مکتبہ قاسم العلوم

ڈسٹری بیوٹرز

ملک اینڈ کمپنی

رحمان مارکیٹ، غزنی سٹریٹ، اردو بازار لاہور، پاکستان
042-37248209 , 0321-4021415

فہرست

پیش لفظ

خروج دجال نزول مسیح اور ظہور مہدی کے مسائل پر ردوقدح اور بحث و تحقیق کا سلسلہ قدماء کے زمانے سے ہی برابر جاری ہے۔ یہ ضرور ہے کہ علماء کی بڑی اکثریت نے ان کو عقائد کا درجہ دیا ہوا ہے لیکن ان کے سلسلہ میں جتنی بھی روایات آتی ہیں ان کے کسی ایک محمل پر کبھی اتفاق نہ ہوسکا۔ اور انھیں روایات کے سہارے فتنہ گر اور مفسدین کی ٹولیاں اور تحریکات برابر مہدویت کا دعوی کرتی رہی ہیں۔ تونس میں دولت فاطمیہ کا ظہور اسی دعوی کے ساتھ ہوا تھا کہ اس کا مؤسس عبداللہ مھدی ہے۔ مراکش میں بنوعبدالمومن (موحدین) کی سلطنت بھی اس طرح قائم ہوئی تھی کہ محمد بن تومرت نے مصمودہ شہر میں دعوی مہدویت کے ساتھ ظہور کیا، فاس میں بنومرین کی حکومت کے وقت تویزری نے مہدویت کے دعوی کا اظہار کیا جسے مصمودیوں نے قتل کردیا۔ ۶۹۰ ھجری میں مراکش کےعلاقہ ریف میں بھی ایک شخص نے مہدویت کا دعوی کیا اسے بھی قتل کردیا گیا۔ ۱۸۲۸ میں سینی گال میں ایک نئے مہدی کا ظہور ہوا جس نے ایک مدت تک انقلاب برپا کئے رکھا۔ برصغیر میں بھی محمد جونپوری کا دعوی مہدویت معروف مشہور ہے۔ اور ان کے متبعین نے کسی زمانہ میں بڑا اتھل پتھل مچایا تھا اس فرقہ کے لوگ آج بھی موجود ہیں ماضی قریب میں سوڈان کے محمد احمد مہدی سوڈانی (۱۳۰۰ ہجری) کا دعوی بھی کافی معروف رہا ہے جنھوں نے ایک سلطنت کی بنیاد رکھی اور ان کے جانشین انگریزوں سے ایک لمبی مدت تک معرکہ آراء رہے اور لطف یہ کہ ان کے والد کا نام عبداللہ، ماں کا نام آمنہ تھا جیسا کہ روایات مہدی میں آتا ہے۔ (تفصیل کے لئے دیکھیں حاضر العالم الاسلامی شکیب ارسلان، صفحہ ۱۹۵ مجلد ثانی طبع رابع ۱۹۷۳ دارالفکر)۔

نزول مسیح خروج دجال اور ظہور مہدی کا ذکر قرآن میں ہے اور نہ کسی صحیح و

مرفوع حدیث میں۔ قرآن میں توفی اور رفع عیسیٰ کا تذکرہ آیا ہے جن کی تفسیر میں اختلاف رہا ہے (اس کتاب کے خاتمہ میں ان کی تشریح کی گئی ہے) اس سلسلہ میں کثرت سے روایات پائی جاتی ہیں علماء انھیں بے دلیل متواتر قرار دیتے ہیں چنانچہ سلف سے خلف تک متعدد کتابیں ان روایت کے اثبات میں لکھی گئی ہیں، اور ابھی تک لکھی جارہی ہیں۔ لیکن واقعہ یہ ہے کہ ان روائیت کے تواتر کا دعوی صحیح نہیں، جیسا کہ اس کتاب کے مطالعہ سے معلوم ہوگا۔ ان میں اکثر روایات روایت اور درایت کے مسلمہ اصولوں کے مطابق درست نہیں۔ دو تین حدیثیں صحیح ہیں ان کا صحیح مفہوم نہیں سمجھا گیا۔

۳۔ مذکورہ تینوں مسائل کو لوگوں نے عقیدہ میں شامل کر رکھا ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ عقیدہ سے ان کا کوئی تعلق نہیں وہ تاریخ سے تعلق رکھتے ہیں۔ عقیدہ نص صریح سے ثابت ہوتا ہے چاہے وہ خبر واحد ہی کیوں نہ ہو۔ اسی طرح یہ کہنا کہ اس پر اجماع امت ہے، ایک بڑا دھوکہ ہے کہ اجماع تو خود ایک ظنی مختلف فیہ یا زیادہ رعایت کی جائے تو مجتھد فیہ چیز ہے، جو چیز خود محل غور ہو وہ کسی دعوی کی بنیاد کیوں کر بن سکتی ہے۔ اس لئے اگر کوئی شخص اپنے علم و تحقیق کی روشنی میں دلیل کے ساتھ ان چیزوں کی تحقیق کرتا ہے اور انہیں مسترد کر دیتا ہے تو وہ نہ کفر کا مرتکب، نہ بدعتی یہ اس کا حق ہے، ائمۃ علماء اور مشائخ وغیرہ کے اقوال اور رائیں خود ایک اجتہادی چیز ہیں، دلیل کی بنیاد پر ان سے اتفاق یا اختلاف کیا جاسکتا ہے کہ وہ نہ دین ہیں نہ شریعت۔ ان کی حیثیت فقط استاذ، رہ نما اور گائڈ کی ہے واجب الاتباع کی نہیں، محقق فقہاء و مجتھدین کے نزدیک بھی مصادر دین اصالۃ صرف دو ہیں یعنی قرآن اور صحیح و ثابت سنت۔ ان کے بعد اجماع و قیاس کا درجہ آتا ہے لیکن وہ تبعا مصدر دین ہیں مستقل نہیں۔ مجتھد فیہ غیر منصوص مسائل میں دلیل کی بنیاد پر اجتھاد اور اخذ ورد کا دروازہ ہمیشہ کھلا ہوا ہے اور مذکورہ تینوں مسائل بھی اسی زمرہ میں آتے ہیں۔

یہ کتاب اصلا تو احادیث دجال کی تحقیق و تنقید پر مشتمل ہے لیکن وہ ضمنی طور پر باقی دونوں مسئلوں ظہور مہدی اور نزول مسیح پر بھی کافی و شافی روشنی ڈالتی ہے، اسلام کی تاریخ میں تجدید و اصلاح اور جہاد و اجتہاد کی تو ایک مسلسل روایت پائی جاتی ہے لیکن اس

کے عقیدہ کی روح اس سے ابا کرتی ہے کہ امت مسلمہ اپنی اصلاح کے لئے اور اپنے زوال و ادبار کو ختم کرنے اور نصرت وفیروزمندی کے لئے کسی مافوق الفطرت ہستی (مھدی کا عام تصور ایسا ہی ہے) کی منتظر ہوکر بیٹھ رہے اور جب دنیا کی ہر قوم آفاق و انفس میں نئی نئی تحقیقات، جوش عمل اور علم وفن کے سہارے آگے بڑھ رہی ہو ایسے میں مسلمان ماضی سے ناآشنا، حال کے تقاضوں سے غافل اور مستقبل کی کسی منصوبہ سازی سے بے پرواہوکر انتظار کریں کہ مہدی و مسیح آئیں اور ان کے سارے دلدر دور کریں۔ اور سعی و عمل کی دنیا میں خوارق و کرامات کے سہارے دنیا کو ان کے قدموں میں ڈال دیں۔ ایسی سوچ کسی زوال آمادہ گروہ میں پائی جاسکتی ہے وہ کسی زندہ قوم کی علامت نہیں۔ اسی اپاہج بنادینے والے تصور کا ہی اثر ہے کہ صدیوں سے مسلمان زوال و ادبار کا سامنا کررہے ہیں اور ایک قلیل تعداد کے استثناء کے ساتھ ان کے جمہور کسی انقلابی سوچ اور انقلابی فکر وعمل سے ناآشنا ہیں۔

جب حقیقت یہ ہے تو پھر اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ مسلمانوں میں یہ تصورات کہاں سے درآئے، یہ سوال دراصل تحقیق کا موضوع ہے اور ایک مبسوط بحث کا متقاضی ہے۔ لیکن اس سلسلہ میں نہایت اختصار کے ساتھ چند نکتے پیش کرنا مناسب ہوگا۔

۱۔ ہمارے نزدیک اسلام میں یہ تصورات یہودیت سے آئے ہیں۔ صدر اسلام میں بعض نو مسلم یہودیوں نے ان تصورات کو روایات کی شکل میں رواج دیا، جن میں زیادہ تر منافق تھے اور سبائی فتنہ انہیں کا اٹھایا ہوا تھا جس نے بعد میں باقاعدہ تشیع کی شکل اختیار کرلی۔ واضح رہے کہ مہدی منتظر کا تصور اہل تشیع میں باضابطہ ایک بنیادی عقیدہ کی حیثیت رکھتا ہے۔ شیعہ آج بھی ۱۲ویں امام کے ظہور کے شدت سے منتظر ہیں، اور ان کے نام میں عجل اللہ فرجہ لگاتے ہیں۔ تحریک شیعیت کے ڈانڈے یہودیت سے ملتے ہیں۔ ان دونوں عناصر کے اجتماع نے فکرونظر کے اس فتنہ کو دوآتشہ کردیا۔ ہمارے اس دعویٰ کی بنیاد یہ ہے کہ یہودیت ہی اس تصور کا اصل منبع ہے اور ان کے پوشیدہ اثرات سے عیسائی بھی دوبارہ حضرت مسیح کی آمد کے منتظر ہیں اور مسلمانوں مین بھی یہی تصوارت پھیلے ہوئے ہیں۔ کتاب مقدس (بائبل) کے چند نصوص ملاحظہ ہوں:

''اور چوتھی مملکت لوہے کی طرح مضبوط ہوگی، لوہے سے تو ساری چیزیں چور چور ہوجاتی ہیں، لہذا جس طرح لوہے سے وہ سب کچلی جاتی ہیں اسی طرح اس چوتھی مملکت سے سب کچھ چور چور ہوکر پس جائے گا'' دانیال باب ۲ آیت ۴۰۔

''بچو! یہ آخری وقت ہے اور جیسا تم نے سنا ہے کہ انتی کریسٹ آنے والا ہے..... کذاب کون ہے صرف وہ جو عیسی کے مسیح ہونے کا انکار کرتا ہے یہی انتی کریسٹ ہے'' (یوحنا کا پہلا مراسلہ حصہ دوم) لیکن ابھی ایک روکنے والا ہے، اور جب تک وہ دور نہ ہوجائے وہ روکے رہے گا تب وہ ''لادین'' ظاہر ہوگا جسے آقا عیسی اپنے منہ کی پھونک سے مارڈالے گا اور اپنی آمد کے نور سے تباہ کردے گا، اس ''لادین کا آنا'' شیطان کے عمل کے مطابق ہے۔

دانیال کے باب ۴ آیت ۷ میں یوں آیا ہے: ''پھر اس کے بعد میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک جانور ہے جو خوفناک، ڈراؤنا اور بہت طاقت ور ہے۔ اور اس کے بڑے بڑے لوہے کے دانت ہیں۔ وہ سب کچھ کھاڈالتا ہے اور چور چور کردیتا ہے اور جو باقی رہتا ہے اسے پیروں سے روند ڈالتا ہے۔ اور وہ تمام پہلے جانوروں سے مختلف ہے اور اس کے دس سینگ ہیں میں ان سینگوں کو دھیان سے دیکھ رہا تھا تو کیا دیکھا کہ اس کے درمیاں ایک اور چھوٹا سا سینگ نکلا اور اس کی طاقت سے ان پہلوں کی سینگوں میں سے تین اکھاڑے گئے پھر میں نے دیکھا کہ سینگ میں انسانوں کی جیسی آنکھیں اور بڑا بول بولنے والا منہ بھی ہے۔ میں نے دیکھتے دیکھتے آخر میں دیکھا کہ تخت رکھے گئے اور کوئی نہایت قدیم متمکن ہوا۔ اس کا لباس برف کی طرح سفید اور سر کے بال نرم اون کی طرح تھے۔ اس کا تخت آتشیں اور پہیے دھکتی ہوئی آگ جیسے لگتے تھے۔ اس قدیم کے منہ سے آگ کی موج نکل کر بہہ رہی تھی پھر ہزاروں ہزار لوگ اس کی خدمت کررہے تھے اور لاکھوں لوگ اس کے سامنے حاضر تھے پھر عدل کرنے والے بیٹھ گئے اور دفاتر کھولے گئے۔ اس وقت اس سینگ کا بڑا بول سن کر میں دیکھتا رہا اور دیکھتے دیکھتے آخر میں دیکھا کہ وہ جانور مارڈالا گیا اور اس کا جسم دھکتی ہوئی آگ میں راکھ ہوگیا۔'' کتاب پیشین گوئی کے باب ۱۷ میں دو جانوروں کا ذکر بھی آیا ہے جس میں ایک زمینی ہے دوسرا بحری اور ان دونوں کو مافوق الفطرت قوتوں، کرشموں اور اختیارات کا حامل دکھایا گیا ہے۔ کتاب پیشین گوئی کے باب ۱۹ میں ایک لمبی عبارت یوں آئی ہے ''پھر میں نے آسمان کو کھلا ہوا دیکھا اور دیکھتا ہوں کہ ایک سفید گھوڑا اور اس پر ایک سوار ہے جو ''امین اور صادق کہلاتا ہے اور وہ دین کے ساتھ عدل اور جہاد

کرتا ہے، اس کی آنکھیں آگ کے شعلے ہیں اور اس کے سر پر بہت سے تاج ہیں، اور اس کا ایک نام لکھا ہے جسے اس کے سوا اور کوئی نہیں جانتا اور وہ خون آلودہ لباس پہنے ہوئے ہے اور اس کا نام کلمۃ اللہ ہے، اور آسمان کی فوج سفید گھوڑوں پر سوار اور سفید اور خالص ململ پہنے ہوئے اس کے پیچھے پیچھے ہے اور قوموں کو مارنے کے لئے اس کے منہ سے ایک تیز تلوار نکلتی ہے اور وہ لوہے کا عصائے شاہی لئے ہوئے ان پر حکومت کرتا ہے..... پھر میں نے اس جانور اور زمین کے بادشاہوں اور ان کی فوجوں کو اس شہسوار اور اس کی فوج سے لڑنے کے لئے اکٹھے دیکھا اور وہ "جانور" اور اس کے ساتھ وہ "کذاب نبی" پکڑا گیا جس نے اس کے سامنے ایسی نشانیاں دکھائی تھیں جن کے ذریعہ اس نے ان کو فریب دیا"۔

بائبل کے یہ وہ نصوص ہیں جن میں دجال، جساسہ، مہدی اور مسیح کے رائج تصور کے خط و خال صاف نظر آجاتے ہیں، پیش لفظ کی محدود گنجائش کے باعث یہاں اس سے زیادہ تفصیل کا موقع نہیں لیکن ان اشارات سے ہمارے دینی لٹریچر میں پائی جانے والی ان کہانیوں کی جڑیں کہاں ہیں اس کا اندازہ لگانا کچھ زیادہ مشکل نہیں۔ ان نکات کی طرف ہم نے مختصراً اشارے اس لئے کئے ہیں کہ مؤلف مدظلہ نے اپنی گفتگو مکمل طور پر خروج دجال، ظہور مہدی اور نزول مسیح کی حدیثوں کی روایت و درایت کے مسلمہ اصولوں کے مطابق تحقیق و تنقید پر ہی مرکوز رکھی ہے۔ انھوں نے ایک ایک روایت کو جمع کر کے اس کی جانچ کی ہے اور سب کو یکسر مسترد کر دیا ہے ان کی تحقیق سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ مسئلے کے اجماعی ہونے کا دعویٰ محض بے بنیاد ہے۔

یہ کتاب جو فاؤنڈیشن کی چوتھی پیش کش ہے خالص علمی و تحقیقی کتاب ہے، اور علم و تحقیق کی دنیا میں کوئی چیز حرف آخر کا درجہ نہیں رکھتی تاہم ہمیں امید ہے کہ جو قارئین اسے ہر طرح کے فکری و مسلکی تعصب سے بالا ہو کر بنظر غائر پڑھیں گے وہ مؤلف مدظلہ کے دلائل سے مطمئن اور ان کی رائے سے متفق ہوں گے۔ اہل علم سے اس سلسلہ میں خصوصی توجہ کی درخواست ہے۔ اس بارے میں ان کے نقد و نظر، مشوروں اور قیمتی آراء کا استقبال کیا جائے گا۔

ڈائرکٹر فاؤنڈیشن

مقدمہ

الحمدللہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علی محمد خاتم النبین و اصحابہ اجمعین

اما بعد

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے اواخر عہد سے جھوٹے لوگوں نے گھڑی ہوئی حدیثیں مسلمانوں میں پھیلانی شروع کردی تھیں اور یہ منحوس سلسلہ تین صدی تک چلتا رہا۔ ان جھوٹی حدیثوں کی وجہ سے بعض کہانیاں تو ایسی مشہور کردی گئیں کہ معروف ومتداول کتب حدیث میں جگہ پالینے کی وجہ سے عقائد کا درجہ پاگئی ہیں۔ یہ مشہور تر کہانیاں تین ہیں۔(۱) ابن صیاد کے متعلق روایات۔ (۲) خروج دجال ونزول مسیح کے متعلق روایات۔ (۳) امام مہدی کے ظہور کے متعلق روایات۔ مہدی کے متعلق روایات سنن ابن ماجہ وسنن ترمذی وسنن ابی داود میں ہیں۔ابو داؤد نے تو انہیں بڑی اہمیت دی ہے کہ کتاب المھدی کے عنوان کے تحت ان کا ذکر کیا ہے۔ جبکہ حقیقت یہ ہے کہ وہ تمام روایات کذاب راویوں کی گھڑی ہوئی ہیں۔ امام بخاری و امام مسلم نے مہدی کے متعلق کسی روایت کی تخریج نہیں کی۔ البتہ ابن صیاد و دجال کے متعلق روایات ذکر کی ہیں۔ بخاری نے کم مسلم نے زیادہ۔ حق تعالی کی توفیق سے میں نے تحفۃ القاری کے نام سے عربی زبان میں صحیح بخاری کی جامع ومبسوط شرح لکھی اور اردوداں طبقہ کے لئے ''صحیح بخاری کا مطالعہ'' کے نام سے تین حصوں پر مشتمل کتاب لکھی ہے۔ حصۂ اول میں وہ حدیثیں ذکر کی ہیں جو اول سے آخر تک غلط ہیں۔ امام بخاری رحمہ اللہ سے چوک ہوئی کہ انہیں درج صحیح کردیا ہے۔ یہ حصۂ اول دوقسطوں میں چھپ کر منظر عام پر آگیا ہے۔ اس کی دوسری قسط میں ابن صیاد سے متعلق روایات پر بحمداللہ سیر حاصل بحث کی اور حقیقت واضح کی ہے۔ دجال کے متعلق روایات چونکہ زیادہ ہیں اس لئے مناسب معلوم ہوا کہ ان روامات کی پول کھولنے کے لئے مستقل کتاب لکھوں۔

اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس کی توفیق رفیق ہوئی اور یہ کام پورا ہوگیا۔ ویسے یہ حقیقت ہے کہ ابن صیاد و دجال کے متعلق روایات کو زیر بحث لانے میں مجھے بڑی قلبی اذیت پہنچی ہے۔ میری تصنیفی زندگی کی مسرت بخش، کیف آور، وجد انگیز و طرب خیز ۲۳ سال کی وہ دلنواز و مقدس ساعتیں تھیں جو تفسیر مفتاح القرآن کی تالیف میں گذری ہیں۔

جھوٹی روایات کو نقل کرنے اور ان کا مطلب لکھنے پھر انہیں نقد و نظر کی کسوٹی پر رکھنے میں مجھے سخت اذیت سے دوچار ہونا پڑا ہے کہ وہ کیسے شقی و بدبخت لوگ تھے کہ مسلمان ہونے کے مدعی بھی تھے اور قصداً بے حیائی و بے باکی کے ساتھ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام پر یہ دروغ بافیاں بھی کی تھیں۔ حالانکہ انہوں نے رسول اللہ کا یہ ارشاد ضرور سنا ہوگا کہ: من کذب علی متعمدا فلیتبوأ مقعده من النار۔ یہ حدیث متواتر ہے اور صحابۂ کرام کے جم غفیر سے مروی ہے۔ صحابہ و تابعین و اتباع تابعین کے عہد میں شاید ہی کوئی مسلمان ہو جس کے علم میں یہ حدیث نہ آئی ہو۔ اور جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق قصداً کوئی دروغ بافی کرنا بے حد برا اور بڑا پاپ ہے ایسے ہی یہ بھی سخت گناہ ہے کہ خود تو جھوٹ نہ گھڑے مگر تردید کے بغیر کسی کذاب کی گھڑی ہوئی بات آپ کے متعلق بیان کرے۔ آپ نے فرمایا ہے: من روی عنی حدیثا و هو یعلم انه کذب فهو أحد الكاذبين۔ تحدیث و روایت کے زمانہ میں صالح و ثقہ لوگوں سے کثرت روایت کے شوق میں یہ غلطی بھی خوب ہوئی ہے کہ اناپ شناپ جو سن لیا اس کی روایت کر ڈالی۔ رسول اللہ صلی اللہ وسلم کا ارشاد ہے کفی بالمرء کذبا ان یحدث بکل ماسمع۔ ثقہ محدثین اور راویوں نے یہ ہدایت ملحوظ رکھی ہوتی تو امت کے حق میں بڑا ہی اچھا ہوتا۔

ربنا اغفرلنا و لا خواننا الذین سبقونا بالایمان ولا تجعل فی قلوبنا غلا للذین آمنو ربنا انک رئوف رحیم۔

شبیر احمد ازہر میرٹھی
موضع رایدھنہ، ضلع میرٹھ

باسم الله الرحمن الرحیم

خروج دجال و نزول مسیح کے متعلق

حدیثوں کا مطالعہ

دجال کے معنی ہیں فریب کار۔ لوگوں کو دھوکا دینے والا۔ کم قیمت دھات سے بنی ہوئی چیز پر بیش قیمت دھات کا ملمع کرنے والا تاکہ دیکھنے والا اسے بیش قیمت دھات کی بنی ہوئی چیز سمجھے اور اسی کی قیمت پر خرید لے۔ غلط بات میں صحیح بات کی اور باطل میں حق کی آمیزش کر کے بیان کرنے والا۔ افسوس کہ مسلمانوں میں راویان حدیث کا طبقہ خاص طور سے ایسا رہا ہے جس میں دجال قسم کے لوگ بہت تھے۔ مسیح دجال کے متعلق جو حدیثیں مروی ہیں وہ زیادہ تر ایسے ہی راویوں کی ہی گھڑی ہوئی ہیں۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری اور امام مسلم بن حجاج قشیری ناقدان حدیث میں سے تھے مگر ان دونوں بزرگوں سے بھی خروج دجال سے متعلق حدیثوں کو پرکھنے میں چوک ہوئی ہے۔ امام بخاری سے نسبتہً کم اور امام مسلم سے زیادہ۔ ضرورت ہے کہ اس سلسلے کی ایک ایک حدیث کو روایت و درایت کے مسلمہ معیار پر پرکھا جائے۔

یہ حدیثیں حضرات ابوسعید خدری، سعد بن ابی وقاص، عبداللہ بن عباس، عبداللہ بن عمر، ابوھریرہ، انس بن مالک، ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا، عبداللہ بن بسر مازنی، حذیفہ بن یمان، حذیفہ بن اسید، ابوعبیدہ بن جراح، سفینہ، سمرہ بن جندب، عبداللہ بن عمرو بن عاص، ابی بن کعب، مجمع بن جاریہ انصاری، نافع بن عتبہ، مجحن بن ادرع، نواس بن سمعان کلابی، عمران بن حصین، معاذ بن جبل، ھشام بن عامر، عبداللہ بن مسعود، ابوبکرہ ثقفی، جابر بن عبداللہ انصاری، اسماء بنت یزید، فاطمہ بنت قیس، ابوامامہ باہلی، عثمان بن عاص، ام شریک، عبادہ بن صامت، ابوبکر صدیق، مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہم سے روایت کی گئی ہیں۔

(۱)

ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ

عن قیس بن وهب عن ابی الوداک عن ابی سعید الخدری قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم یخرج الدجال فیتوجه قبل رجل من المؤمنین فتلقاه المسالح مسالح الدجال فیقولون له این تعمد؟ فیقول الی هذا الذی خرج. فیقولون له الاتؤمن بربنا. فیقول مابربنا خفاء فیقولون اقتلوه فیقول بعضهم لبعض الیس قدنهاکم ربکم ان تقتلوا احدا دونه. قال فینطلقون به الی الدجال. فاذارأه المؤمن قال یا ایهاالناس هذاالدجال الذی ذکر رسول الله صلی الله علیه وسلم قال فیامر الدجال به فیشبج (ای یمد علی بطنه) فیقول خذوه و شجوه فیوسع ظهره و بطنه ضربا قال فیقول اماتؤمن بی فیقول انت المسیح الکذاب. قال فیؤمر به فینشر بالمنشار من مفرقه حتی یفرق بین رجلیه. قال ثم یمشی الدجال بین القطعتین ثم یقول له قم فیستوی قائما. قال ثم یقول اتؤمن بی؟ فیقول ما ازددت فیک الابصیرة. قال فیاخذه الدجال لیذبحه فیجعل مابین رقبتة الی ترقوته نحاسا فلا یستطیع الیه سبیلا قال فیاخذ بیدیه ورجلیه فیقذف به فیحسب الناس انه قذفه الی النار وانما القی فی الجنة. فقال رسول الله صلی الله وسلم هذا اعظم الناس شهادة عندرب العالمین.

(صحیح مسلم ص ۴۰۳، کتاب الفتن طبع ہند)

قیس بن وھب نے ابوالوداک یعنی جبر بن نوف بکالی سے اس نے ابو سعید خدری سے مرفوعا روایت کی ہے کہ دجال نکلے گا تو ایک مومن شخص اس کا رخ کرے گا۔ محافظین پوچھیں گے کہاں کا قصد ہے؟ کہے گا میں اس برآمد ہوئے شخص سے ملنا چاہتا ہوں۔ کہیں گے (گستاخی کے ساتھ بول رہا ہے) کیا تو ہمارے رب پر ایمان نہیں رکھتا۔ کہے گا ہمارے رب میں کوئی پوشیدگی نہیں ہے۔ تب وہ کہیں گے اسے قتل کردو۔ تب ان میں سے بعض لوگ کہیں گے کیا تم لوگوں کو مالک نے منع نہیں کردیا ہے کہ ہم سے بالا ہی بالا کسی کو قتل نہ کرنا۔ تب وہ اسے دجال کے پاس لے جائیں گے۔ اسے دیکھتے ہی وہ مومن کہے گا

لوگو یہ وہی دجال ہے جس کا رسول اللہ ﷺ نے ذکر فرمایا ہے تب دجال کے حکم سے اسے لمبا لٹا کر اس کی پیٹھ اور پیٹ کی خوب دھنائی کی جائے گی۔ تب اس سے کہے گا کیا تو مجھ پر ایمان نہیں لائے گا۔ وہ کہے گا تو جھوٹا مسیح ہے تب اس کے حکم سے آرہ منگا کر اسے چیر کر دو ٹکڑے کر دیئے جائیں گے۔ دجال دونوں ٹکڑوں کے درمیان چلے گا پھر کہے گا اٹھ جا تو وہ ٹھیک ہو کر سیدھا کھڑا ہو جائے گا تب اس سے کہے گا کیا تو مجھ پر ایمان لا رہا ہے؟ وہ کہے گا مجھے تیرے دجال ہونے میں مزید بصیرت حاصل ہوگئی ہے پھر وہ مومن لوگوں سے کہے گا یہ شخص اب میرے بعد کسی کو قتل نہ کر سکے گا دجال غصہ میں بھر کر چاہے گا کہ اسے پکڑ کر ذبح کر دے لیکن اس مومن کی گردن تانبے کی ہو جائے گی۔ اس پر چھرا نہ چل سکے گا تب دجال اس کے ہاتھ اور ٹانگیں پکڑ کر پھینک دے گا۔ دیکھنے والے سمجھیں گے کہ اسے آگ میں پھینکا ہے حالانکہ وہ جنت میں جا گرا ہوگا۔ (بقول راوی) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ وہ مومن سب سے بڑے مرتبہ کا شہید ہوگا۔

شروع سے آخر تک یہ گپ شپ ابوالوداک کی ہانکی ہوئی ہے۔ اس شخص نے ابو سعید خدری پھر خود رسول اللہ ﷺ پر افترا پردازی کر کے کیا فائدہ اٹھایا۔ حمیر نامی خاندان کی ایک شاخ ہمدان نامی قبیلہ کوفہ میں رہتا تھا اسی کی ایک شاخ تھی بنی بکال۔ جبر بن نوف ہمدانی بکالی اسی قبیلہ کا ایک فرد تھا۔ ابوالوداک اس کی کنیت تھی اس نے چند حدیثیں حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کر کے روایت کی تھیں۔ اللہ تعالیٰ ہی جانے کہ اس نے فی الواقع ابو سعید خدری کو دیکھا اور ان سے کچھ سنا بھی تھا یا نہیں۔ ابو سعید خدری سے بہت سے تابعین نے حدیثیں روایت کی ہیں لیکن ابوالوداک کے علاوہ اور کسی نے اس غلط حدیث کی روایت نہیں کی۔ مسلم نے اسے صحیح سمجھ کر درج صحیح کر دیا تھا۔ ابوالوداک سے صرف قیس بن وھب ہمدانی کوفی نے اس کی روایت کی تھی۔ یہ راوی بھی چنداں لائق اعتماد نہیں ہے۔ صحیح بخاری میں قیس بن وھب یا ابوالوداک کی روایت کی ہوئی کوئی حدیث مذکور نہیں ہے۔ یہ ابوالوداک کی روایت کی ہوئی حدیث ہو یا دیگر راویوں کی بیان کی ہوئی حدیثیں ہوں جن میں مذکور ہے کہ دجال مومن کو قتل کر دینے کے بعد پھر زندہ کر دے گا۔ ان کے باطل ہونے کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انبیائے کرام کو الگ

الگ معجزات عطا فرمائے تھے۔ صالح علیہ السلام کو اونٹنی کا معجزہ اور موسیٰ علیہ السلام کو عصا و ید بیضا کا معجزہ دیا وغیرہ وغیرہ اور ایک نبی کا معجزہ دوسرے نبی کو نہیں ملا کسی اور انسان کا تو ذکر ہی کیا۔ کسی اور انسان کو بھی وہ نصیب ہوسکتا تو وہ معجزہ ہی کہاں رہتا۔ مسیح بن مریم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے مردوں کو زندہ کردینے کا معجزہ بخشا تھا۔ مسیح دجال کو یہ شکتی کیسے مل سکتی ہے کہ وہ آدمی کو قتل کر کے چیر کر دو ٹکڑے کردے پھر اس مقتول کو زندہ کردے۔ اسے صحیح تسلیم کر لینے سے لازم آتا ہے کہ حضرت مسیح بن مریم علیہ الصلاۃ والسلام کا معجزہ معجزہ نہ رہے حالانکہ قرآن کی تصریح کے مطابق وہ معجزہ تھا۔ لامحالہ مسیح دجال کے متعلق جو یہ بات کہی گئی ہے قطعاً غلط ہے۔ پھر اس میں مذکور ہے کہ گوشت و پوست اور ہڈیوں سے مرکب اس انسان کی گردن تانبے کی ہوجائے گی۔ شاید ابوالوداک کوئی چانڈو پینے والا شخص تھا۔ مجالد بن سعید کوفی نے بھی ابوالوداک سے قیس بن وہب کے علاوہ ابوسعید خدری کی طرف منسوب حدیث دجال روایت کی ہے۔ امام احمد نے کہا ہے:

حدثنا عبدالمتعال بن عبد الوهاب ثنا يحيي بن سعيد الاموی ثنا مجالد عن ابی الوداک قال قال لی ابو سعيد هل يقر الخوارج بالدجال. فقلت لا. فقال قال رسول الله ﷺ أنی خاتم الف بنی و اکثر. ما بعث نبی يتبع ألاقدحذر امته الدجال. و أنی قد بين لی من امره مالم يبين لاحد. و أنه اعور و أن ربکم ليس باعور. وعينه اليمنی عوراء جاحظة ولا تخفی كأنها نخامة فی حائط مجصص و عينه اليسری كأنها كوكب دری. معه من كل لسان و معه صورة الجنة خضراء يجری فيها الماء و صورة النار سوداء تداخن. (مسند ۳ ص ۹۷)

مجالد نے ابوالوداک سے روایت کی ہے کہا کہ مجھ سے ابوسعید خدری نے پوچھا کہ کیا خارجی لوگ دجال کا اقرار کرتے ہیں؟ (یعنی مانتے ہیں کہ قیامت سے پہلے دجال نکلے گا) میں نے کہا نہیں (یعنی خوارج خروج دجال کے متعلق روایت کو صحیح تسلیم نہیں کرتے۔ انہیں غلط سمجھتے ہیں) ابوسعید نے کہا فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ میں ایک ہزار سے زائد نبیوں کا خاتم ہوں یعنی مجھ سے پہلے ہزار سے زاید نبی گزرے ہیں۔ ہر نبی نے اپنی امت کو دجال سے بچنے کی تاکید کی تھی مگر مجھے اس کی وہ خاص نشانی بتائی گئی ہے جو

مجھ سے پہلے کسی کو نہیں بتائی گئی وہ کانا ہے اور بے شک تمھارا رب کانا نہیں ہے۔ اس کی داہنی آنکھ بے نور ہوگی اس کی سفیدی ایسی نمایاں ابھری ہوئی ہوگی جیسے گچ لگائی ہوئی دیوار پر کھنکھار لگی ہوئی ہو۔ اور اس کی بائیں آنکھ چمکیلے ستارے کی طرح ہوگی۔ وہ ہر ایک زبان ولغت کو جانتا ہوگا۔ اس کے ساتھ جنت کی مثال ہوگی ہرا بھرا باغ جس میں پانی بہہ رہا ہے اور آتش جہنم کی مثال ہوگی۔ کالے انگارے جو دھواں دے رہے ہیں الخ۔

ابوالوداک نے قیس بن وھب کو وہ گپ سنادی جو صحیح مسلم میں ہے اور مجالد بن سعید کو یہ گپ سنادی جو مسند احمد میں ہے۔ مسند احمد عوام کے لئے لکھی ہوئی کتاب نہ تھی۔ اس میں بس وہ حدیثیں ہیں جو امام احمد بن حنبل نے اپنے اساتذہ سے سنی تھیں اور اپنے فرزند عبداللہ کو سنائی تھیں اور یہ دعوی نہیں کیا کہ میں نے بس صحیح حدیثیں ہی ذکر کی ہیں۔ لیکن امام مسلم بن حجاج نے اپنی کتاب صحیح مسلم عامۃ المسلمین کے لئے لکھی تھی اور دعوی کیا تھا کہ مجھے بس صحیح حدیثیں ہی ذکر کرنی ہیں۔ مسلم پر لازم تھا کہ ابوالوداک سے مروی اس حدیث کو نظر انداز کردیں۔ مگر ابوالوداک کی اس روایت کو درج صحیح کرنے میں مسلم کی طرف سے یہ معذرت کی جاسکتی ہے کہ فی الجملہ اس کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے جو ابن شہاب زھری نے عبید اللہ بن عبداللہ بن عتبہ سے اور اس نے ابوسعید خدری سے دجال کے متعلق روایت کی ہے۔ زھری نے کہا ہے: اخبرنی عبیداللہ بن عبد اللہ بن عتبة أن ابا سعيد الخدری قال حدثنا رسول الله ﷺ حديثا طويلا عن الدجال فكان فی ما حدثنا به أن قال يأتی الدجال و هو محرم عليه أن يدخل نقاب المدينة .ينزل بعض السباخ التی بالمدينة. فيخرج اليه رجل هو خير الناس او من خير الناس فيقول انک الدجال الذی حدثنا عنک رسول الله ﷺ حديثه. فيقول الدجال أرأيتم أن قتلت هذا ثم احييته هل لشكون فی الامر؟ فيقولون لا فيقتله ثم يحييه فيقول حين يحييه و الله ماكنت أشدُ بصيرة منی اليوم فيقول الدجال اقتله فلا يسلط عليه.

(صحیح بخاری ص۲۵۳ اواخر کتاب المناسک۔ ابواب فضائل المدینۃ باب لایدخل الدجال المدینۃ وص ۱۰۵۶ اواخر کتاب الفتن۔ صحیح مسلم ۲ ص ۴۰۲ کتاب الفتن۔ مسند ۳ ص ۳۶)

زہری نے کہا مجھے عبیداللہ بن عبداللہ نے بتایا کہ ابوسعید خدری نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے ہم سے دجال کے متعلق لمبی حدیث بیان کی تھی۔ اس میں تھا کہ دجال مدینہ کا قصد کر کے آئے گا۔ مدینہ میں داخل ہونا اس پر ممنوع ہے۔ وہ مدینہ کے قریب ایک شور زمین میں پڑاؤ ڈالے گا تو اہل مدینہ میں سے ایک بہترین شخص نکل کر اس کے پاس پہنچے گا۔ کہے گا میں برملا کہتا ہوں کہ تو ہی وہ دجال ہے جس کے متعلق ہمیں رسول اللہ ﷺ نے وضاحت سے بتایا تھا تب دجال اپنے ساتھیوں سے کہے گا بتاؤ اگر میں اسے قتل کر کے پھر زندہ کردوں تو کیا تم میرے معاملہ میں شک کروگے۔ کہیں گے نہیں۔ تب وہ اسے قتل کرڈالے گا پھر زندہ کردے گا تب وہ مؤمن کہے گا کہ تیرے متعلق اب تو مجھے اور بھی زیادہ بصیرت حاصل ہوگئی ہے کہ تو وہی دجال ہے۔ دجال غصہ میں آکر پھر اسے قتل کرنا چاہے گا تو اس پر قابو نہ پاسکے گا۔ یہ حدیث زہری سے متعدد اشخاص نے روایت کی ہے۔ لیکن کسی روایت کی اسناد میں یہ نہیں کہ عبید اللہ بن عبداللہ نے براہ راست حضرت ابوسعید خدری سے اس کو سنا تھا۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ عبیداللہ کو کسی شخص نے ابوسعید خدری کی طرف منسوب کر کے یہ حدیث سنادی تھی عبیداللہ نے اسناد میں اس کا نام نہیں لیا، پس سند کے لحاظ سے یہ متصل نہیں ہے حالانکہ اتصال سند صحت حدیث کی لازمی شرط ہے۔ بخاری و مسلم ذرا تأمل سے کام لیتے تو متصل السند نہ ہونے کی وجہ سے اسے درج صحیح نہ کرتے۔ رہا اس کا متن تو اس کے باطل ہونے کی دلیل میں بیان کرچکا ہوں۔ یہ کہ ایک نبی کے خاص معجزے میں اللہ نے کسی دوسرے نبی کو بھی شریک نہیں کیا۔ لھذا جو شخص نبی نہ ہو اس سے نبی والا معجزہ صادر نہیں ہوسکتا۔ مردوں کو زندہ کردینا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا خاص معجزہ تھا وہی معجزہ مسیح دجال سے کیسے صادر ہوسکتا ہے۔ پس بخاری و مسلم کی تخریج کے باوجود زھری کی یہ حدیث باطل ہے۔ اس کی سند منقطع ہے اور متن غلط۔

اب میں ایک اور اہم بات بتاؤں گا۔ وہ یہ کہ جن راویوں نے زھری اور ابوالوداک کی روایتوں میں ابوسعید کے بعد الخذری کہہ دیا ہے انہوں نے غلط کہا ہے۔ یہ ابو سعید خدری صحابی نہیں بلکہ مشہور کذاب یحیٰ بن ابی حیہ ابو جناب کوفی ہے۔ دلیل یہ ہے کہ محدث ابن ماجہ نے ابو امامہ باہلی رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کر کے دجال کے متعلق ایک

لمبی اور قطعاً جھوٹی حدیث بیان کی تھی جس میں دجال کا اس مؤمن کو قتل کر دینے پھر زندہ کر دینے کا ذکر ہے۔ اس کی تائید میں ابن ماجہ نے عبید اللہ بن وصافی کی عطیہ قرظی سے روایت کی ہوئی حدیث ذکر کی ہے۔ **عن عطية عن ابى سعيد قال قال رسول الله ﷺ ذالک الرجل ارفع امتی درجة فی الجنة. قال قال ابو سعيد و الله ما كنا نرى ذالک الرجل الا عمر بن الخطاب حتى مضى لسبيله۔**

(سنن ابن ماجہ ص ۳۰۷ طبع ہند)

عطیہ بن سعد بن جنادہ عوفی کوفی نے ابوسعید سے روایت کی ہے کہا فرمایا رسول اللہ ﷺ نے وہ مرد مومن جسے دجال قتل کر کے پھر زندہ کرے گا جنت کے اندر میری امت میں سب سے اونچے مرتبہ کا ہوگا۔ کہا عطیہ نے کہ ابوسعید نے اللہ کی قسم کھا کر کہا کہ وہ مرد مومن ہم سمجھتے تھے کہ عمر بن خطاب ہیں (وہی دجال سے یہ بے باکانہ گفتگو کریں گے) یہانتک کہ عمرؓ کی عمر پوری ہوگئی تب ہم نے جانا کہ وہ مومن کوئی اور شخص ہوگا۔ یہ ابوسعید خدری نہیں بلکہ یحیٰ بن ابی حیہ ابو جناب کلبی کوفی ہے جو طبقۂ تابعین میں ایک کذاب و دجال قسم کا راوی تھا۔ اناپ شناپ بکنے والا، تدلیس کا عادی، منکر الحدیث یعنی غلط بیان اور غیر ثقہ شخص تھا۔ ثقہ لوگ تو اس کے حلقے میں آتے نہ تھے۔ شیعی و رافضی اور گپ شپ سننے کے رسیا ہی اس کی باتیں سن کر لوگوں میں پھیلانے کا کام کرتے تھے۔ ان ہی غیر ثقہ اور اللہ سے نہ ڈرنے والے راویوں میں عطیہ بن سعد عوفی تھا۔ یحیٰ بن ابی حیہ کی معروف کنیت ابو جناب تھی۔ اس کا چھوٹا بیٹا سعید نام کا تھا عطیہ عوفی نے لوگوں کو مغالطہ میں ڈالنے کے لئے یہ غضب ڈھایا کہ اپنے استاد ابو جناب کلبی کی کنیت ابوسعید قرار دیدی۔ مقصد یہ تھا کہ ابو جناب سے سنی ہوئی باتوں کو میں لوگوں سے حدثنا ابوسعید کہہ کر بیان کروں گا تو سننے والے سمجھیں گے کہ میں ابوسعید خدری صحابی سے سنی ہوئی باتیں بیان کر رہا ہوں اس لئے انہیں بگوش قبول سنیں گے۔ اور ایسا ہی ہوا کہ بہت سے لوگوں پر عطیہ کوفی کا یہ فریب چل گیا۔ لیکن اہل علم و نظر اس فریب سے واقف ہو ہی گئے۔ تفصیل کے لئے تہذیب التہذیب وغیرہ میں عطیہ عوفی اور ابو جناب کلبی کا تذکرہ پڑھیے۔ بنا بریں میں سمجھتا ہوں کہ عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ اور ابوالوداک کی روایتوں میں بھی ابوسعید سے مراد یہ ہی ابو جناب کلبی ہے۔ اس کی نسبت میں الخدری غلط کہہ دیا گیا ہے۔

(۲)

سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ

محمد بن اسحاق بن یسار مورخ نے عامر بن سعد کے بیٹے داؤد سے اس نے اپنے باپ عامر سے اس نے اپنے والد سعد بن ابی وقاص سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: لم یکن نبی الا و صف الدجال لامتہ. و لا صفنہ صفۃ لم یصفھا احد کان قبلی. أنہ اعور و ان اللہ عزو جل لیس باعور.

(مسند احمد ا ص ۱۷۶ و ۱۸۲)

یعنی ہر ایک نبی نے اپنی امت سے دجال کا حلیہ بیان کیا تھا (کہ وہ ایسی شکل و صورت اور ایسے ڈیل ڈول کا ہوگا) اور میں تم سے اس کے حلیہ کی وہ خاص بات بتاؤں گا جو مجھ سے پہلے کسی نبی نے نہیں بتائی۔ وہ کانا ہے اور اللہ بزرگ و برتر کانا نہیں ہے۔ یہ حدیث صرف ابن اسحاق نے روایت کی ہے جو ثقہ نہ تھا۔ تدلیس کا عادی اور فہم صحیح سے محروم تھا۔ اس حدیث میں اس نے "لم یکن نبی الا و صف لامتہ الدجال" قطعا غلط کہا ہے اور کسی روایت میں یہ نہیں ہے۔ دیگر روایات میں یہ تو مذکور ہے کہ ہر نبی نے اپنی امت کو دجال سے ڈرایا ہے، متنبہ کیا ہے کہ خبردار اس کے دام فریب میں نہ آجانا۔ ابن اسحاق نے رسول اللہ ﷺ کی طرف جو بات منسوب کی ہے وہ آپ کی بیان کی ہوئی نہیں ہے۔ اس نے کسی سے سن لیا ہوگا کہ دجال کانا ہوگا۔ اسی کو حضرت سعد سے مروی حدیث بنا کر روایت کر ڈالا۔ پس یہ ابن اسحاق کی گھڑی ہوئی حدیث ہے۔

(۳)

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت

ان سے مجاھد و طاؤس و کریب و عکرمہ اور ابو العالیہ ریاحی نے روایت کی ہے۔ مجاھد سے عبداللہ بن عون نے اس سے ابن عدی و یزید بن ھارون و نضر بن شمیل نے متقارب الفاظ کے ساتھ یہ روایت کی ہے کہ ابن عباس کے پاس کچھ لوگ تھے ان میں ذکر چل پڑا کہ رسول اللہ ﷺ کے کہنے کے مطابق دجال کی دونوں آنکھوں کے درمیان ک ف ر لکھا ہوا ہوگا۔ ابن عباس نے فرمایا کیا کہہ رہے ہو۔ میں نے تو رسول اللہ

ﷺ سے یہ سنا نہیں البتہ یہ سنا ہے کہ آپ نے حضرت ابراھیم و حضرت موسیٰ علیھما السلام کا حلیہ بیان فرمایا کہ ابراہیم تو ہو بہو ایسے تھے جیسا میں ہوں۔ رہے موسیٰ تو وہ گندمی رنگ کے، گھونگریالے بالوں والے گٹھیلے جسم کے تھے گویا کہ میں دیکھ رہا ہوں کہ ایک سرخ اونٹ پر جس کی نکیل ریشۂ خرما سے بنی ہوئی رسی ہے سوار ہیں لبیک کہتے ہوئے وادی کے اندر نشیب میں اتر رہے ہیں

(صحیح بخاری ص ۲۱۰ کتاب المناسک و ص ۴۷۳ کتاب الانبیاء، مسند احمد ا ص ۲۷۲ و ۲۷۶ و ۲۷۷)

﴿طاؤس﴾ کی روایت یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ یہ دعا سکھاتے تھے۔ اللھم انی اعوذ بک من عذاب جھنم و اعوذبک من عذاب القبر و اعوذبک من فتنة المسیح الدجال و اعوذبک من فتنة المحییٰ و الممات۔ (موطا، صحیح مسلم، سنن ابی داؤد و سنن نسائی، سنن ابن ماجہ)۔ ابوداؤد کی ایک ضعیف روایت میں ہے کہ تشہد کے بعد رسول اللہ ﷺ یہ دعا کیا کرتے تھے۔

﴿کریب﴾ کی روایت بھی یہ ہی ہے۔ اس کی ضعیف سند کے ساتھ ابن ماجہ نے تخریج کی ہے۔ (سنن ابن ماجہ ص ۲۸۱ کتاب الدعوات)

المسیح کا مطلب ہے مسیح الشیطان۔ وہ شخص جس پر شیطان نے شیطنت کا ہاتھ پھیرا ہو۔

المسیح الدجال ہر فتین و مفسد کو متناول ہے۔ قبیلہ کو گمراہی میں ڈالنے کی سعی کرنے والا سردار، قوم کو غلط راہ پر چلانے کی کوشش کرنے والا لیڈر۔ مسیح دجال کے فتنہ سے اللہ کی پناہ لینے کا مطلب یہ ہی ہے کہ الٰہی مجھ پر مفسد و فتین شخص کا داؤ نہ چلے، مجھے اس کے دام میں آنے سے بچا۔

عکرمہ بربری حضرت عبداللہ بن عباس کا غلام تھا۔ ابن عباس کے بعد اخبار و احادیث کی روایت کرنا ہی اس کا پیشہ بن گیا تھا۔ متعدد حدیثیں ہیں جو اس نے ان کی طرف غلط منسوب کر دی تھی۔ اسی لئے حضرت عبداللہ بن عمر نے اپنے آزاد کردہ غلام نافع کو نصیحت کی تھی کہ لاتکذب علی کما کذب عکرمة علی ابن عباس روایات کا

خزانہ تھا مگر چنداں ثقہ نہ تھا۔دجال کے متعلق اس نے ابن عباس سے جو حدیث روایت کی ہے بخاری ومسلم نے اسے ذکر نہیں کیا، احمد بن حنبل نے کیا ہے۔عکرمہ سے سماک بن حرب و ھلال بن خباب نے اس کی روایت کی ہے اور یہ دونوں ضعیف وغیر ثقہ تھے۔
سماک کی روایت یہ ہے کہ نبی ﷺ نے دجال کے متعلق فرمایا: اعور هجان ازهر کان رأسه أصلة اشبه رجالکم به عبدالعزی بن قطن فاما هلک الهلک فان ربکم عزوجل لیس باعور (مسند ا ص ۲۴۰) وہ کانا دوغلا شگفتہ رنگ ہے۔اس کا سر ایسا ہے جیسے اژنا سانپ (چھوٹے قد کا ہوتا ہے اور اچھل کر کاٹتا ہے) تم میں سب سے زیادہ اس سے مشابہت رکھنے والا عبدالعزی بن قطن ہے۔پس اگر اس کے متعلق گمراہ ہونے والے گمراہ ہوں تو تم یہ دھیان رکھو کہ تمھارا رب کانا نہیں ہے۔ یہ روایت بتاتی ہے کہ عبدالعزی بن قطن صحابۂ کرام میں معروف آدمی تھا حالانکہ اس نام کا کوئی صحابی نہ تھا۔اس نام کا کوئی شخص مشرف بہ اسلام ہوا ہوتا تو رسول اللہ ﷺ اس کا نام بدل دیتے۔

ھلال بن خباب کی روایت لمبی ہے۔ اس میں مذکور ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے شب معراج خواب میں نہیں بلکہ بیداری میں آنکھوں سے دجال کو اور عیسی وموسی وابراھیم علیھم السلام کو دیکھا تھا۔دجال کے متعلق آپ سے پوچھا گیا تو فرمایا: رأیته فیلمانیا اقمر هجانا احدی عینیه قائمة کأنها کوکب دری و کأن شعر راسه أغصان شجرة. (مسند ا ص ۳۷۴)

میں نے اسے پیلتن یعنی ہاتھی جیسے بدن والا موٹا ٹھاڑھا، چمکتے دمکتے رنگ والا دیکھا۔اس کی ایک آنکھ ٹھیک ہے گویا کہ وہ چمکیلا ستارہ ہے اور اس کے سر کے بال کسی درخت کی ٹہنیوں کی طرح ہیں یعنی بہت اور لمبے اور باہم گتھے ہوئے۔

یہ حدیث یا تو ھلال بن خباب نے گھڑ کر عکرمہ کی طرف منسوب کردی تھی یا خود عکرمہ نے ہی تصنیف کرلی تھی۔ مجاھد والی حدیث صحیح ہے اس کی رو سے آپ نے حضرت ابراھیم وحضرت موسی کو خواب میں دیکھا تھا۔عکرمہ نے اس میں دجال کا گھڑ کر پیوند کردیا اور اسے بیداری کا مشاہدہ قرار دیدیا۔

❁ ابوالعالیہ ریاحی ❁ کی حدیث صحیح بخاری میں ہے۔ اس میں دجال کا حلیہ تو مذکور

نہیں ہے بس یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے معراج کی رات دجال کو بھی دیکھا تھا

بخاری نے کہا ہے حدثنا محمد بن بشار ثنا غندر ثنا شعبة عن قتادة. وقال لی خلیفة ثنا یزید بن ذریع ثنا سعید عن قتاده عن ابی العالیة قال حدثنا ابن عم نبیکم ﷺ یعنی ابن عباس عن النبی ﷺ قال رأیت لیلة اسری بی موسی رجلا آدم طوالا جعدا کانه من رجال شنوءة ورأیت عیسی رجلا مربوعا مربوع الخلق الی الحمرة و البیاض سبط الراس و رأیت مالکا خازن النار و الدجال فی آیات أراهن الله تعالی ایاه فلاتکن فی مریة من لقائه.

(صحیح بخاری ص ۴۵۹ کتاب بدء الخلق)

اس اسناد کا حاصل یہ ہے کہ یہ حدیث شعبہ اور سعید بن ابی عروبہ نے قتادہ بن دعامہ سے اس نے ابوالعالیہ یعنی رفیع بن مھران ریاحی سے اس نے عبداللہ بن عباس سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں نے معراج کی رات موسیٰ کو دیکھا لمبے تڑنگے گھیلے مرد تھے گویا کہ وہ قبیلۂ شنوء ہ میں سے ہیں (یہ قبیلہ دراز قامتی میں معروف تھا) اور میں نے عیسیٰ کو دیکھا درمیانہ قد وقامت کے سرخ وسفید مرد تھے۔ سر کے بال لمبے اور سیدھے تھے نیز میں نے مالک نامی داروغۂ جہنم کو دیکھا اور دجال کو (ابوالعالیہ نے کہا) ان سب کو دیکھنا ان نشانیوں میں سے تھا جو اللہ نے آپ کو دکھائی تھیں۔ (سورۃ الم السجدہ میں ''فلا تکن فی مریة من لقائه'' جو آیا ہے تو اس سے مراد حضرت موسیٰ سے آپ کی ہوئی ملاقات ہی ہے)

میں کہتا ہوں کہ یہ اس کی دلیل ہے کہ ابوالعالیہ کم علم وکم فہم شخص تھا اور اس ارشاد کا ماقبل و مابعد اس نے پڑھا ہی نہ تھا اور پڑھا ہو تو سمجھا نہ تھا۔ اللہ تعالی کا ارشاد ہے: و من أظلم ممن ذکر بآیات ربه ثم أعرض عنها. أنا من المجرمین منتقمون ۔ اور اس سے بڑھ کر ظالم کون ہے جسے اس کے رب کی آیتوں سے نصیحت کی گئی پھر اس نے ان سے روگردانی کی۔ بے شک ہم مجرم لوگوں سے انتقام لینے والے ہیں۔ پھر بتایا کہ یہ عذاب و انتقام کی دھمکی خالی خولی نہیں ہے۔ اللہ کی آیتوں سے روگردانی مستحق عذاب بناتی ہے اور ان پر کاربند ہونا سزاوار رحمت بنادیتا ہے۔ دیکھو حضرت موسیٰ علیہ

السلام کو اللہ تعالیٰ نے کتاب عطا فرمائی تھی۔ اس سے روگردانی کرنے والے سزاوار عذاب اور اس پر کاربند رہنے والے مستحق رحمت ہوئے۔ چنانچہ ارشاد ہوا: ولقد اتینا موسی الکتب فلاتکن فی مریة من لقائه و جعلنه هدی لبنی اسرائیل. اور باور کرو کہ ہم نے موسیٰ کو کتاب دی تھی پس (اے مخاطب) تو عذاب موعود سے دوچار ہونے سے متعلق کسی شک میں نہ پڑنا۔ تاریخ بتاتی ہے کہ اس کتاب سے روگردانی کرنے والوں پر عذاب آیا۔ لقائه کی ضمیر عذاب کی طرف راجع ہے نہ کہ موسیٰ یا کتاب کی طرف۔ احمق راوی نے اسے موسیٰ کی طرف راجع سمجھ لیا اور فہم قرآن سے بے بہرہ محدثین اس بے تکی بات کو صحیح باور کر کے نقل کرتے چلے گئے۔ اس حدیث کو امام بخاری نے درج صحیح کر کے بڑی غلطی کی ہے۔ اس کی سند میں دو کلام ہیں۔ اول یہ کہ قتادہ کو یوں تو ثقہ سمجھا گیا ہے مگر ائمہ حدیث نے بتایا ہے کہ اسے تدلیس کرنے کی بری لت لگی ہوئی تھی۔ یعنی کوئی غیر ثقہ شخص کسی ثقہ شخص کی طرف منسوب کر کے اسے کوئی حدیث سنا دیتا قتادہ اسے روایت کرتے ہوئے اپنے شاگردوں کو غیر ثقہ راوی کا نام نہ بتاتا۔ ثقہ شخص کا ہی نام ذکر کر دیتا تاکہ شاگرد سمجھیں کہ ہمارے شیخ قتادہ کو یہ حدیث فلاں ثقہ شخص سے پہنچی ہے، یہ حدیث بھی قتادہ نے کسی یاوہ گو سے سنی تھی، اس نے اسے ابوالعالیہ کی طرف منسوب کیا تھا۔ قتادہ پر لازم تھا کہ عقل سے کام لے کر اسے نظر انداز کر دیتا مگر کثرت روایت کے شوق نے اسے روایت کرنے پر مجبور کر دیا۔ اس اصل یاوہ گو کا نام حذف کر کے عن ابی العالیہ کہہ کر اس کی روایت کر ڈالی۔ قتادہ اور اسی قسم کے ثقہ مدلسین کی عادت یہ تھی کہ کسی ثقہ شخص سے کوئی حدیث سنی ہوتی تو روایت کرتے ہوئے سماع پر دلالت کرنے والا لفظ استعمال کرتے مثلاً سمعت فلانا، حدثنی یا اخبرنی یا ذکرلی فلان۔ اور بطور تدلیس کسی ثقہ سے روایت کرتے تو عن فلان کہہ دیتے۔ پس چونکہ اس کی اسناد میں قتادہ نے عن ابی العالیہ کہا ہے تو بخاری کو سمجھ لینا چاہئے تھا کہ یہ قتادہ کی ابوالعالیہ سے سنی ہوئی حدیث نہیں ہے لہٰذا صحیح نہیں ہے، سند متصل نہ ہو تو حدیث صحیح نہیں ہوتی۔ دوسرا کلام یہ ہے کہ اگر واقعی ابوالعالیہ ریاحی نے یہ حدیث بیان کی تھی تو بقول امام شافعی محض ہوائی بات تھی۔ شافعی نے کہا ہے "حدیث الریاحی ریاح" اس حدیث میں شب معراج کا ذکر غلط ہے کیونکہ مجاھد سے

مروی صحیح حدیث میں تصریح ہے کہ رسول اللہ علیہ نے حضرت موسیٰ و حضرت عیسیٰ کو خواب میں دیکھا تھا۔ ابو العالیہ نے اسے شب معراج کا مشاہدہ بتادیا اور ذکر دجال کا اپنی طرف سے پیوند لگادیا۔ الحاصل حضرت ابن عباس سے صرف یہ ثابت ہے کہ رسول اللہ علیہ کی ایک دعا یہ بھی تھی "اللھم انی اعوذ بک من فتنة المسیح الدجال" اور ابن عباس نے اس کی تردید فرمائی تھی کہ دجال کی آنکھوں کے درمیان ک ف ر لکھا ہوا ہوگا۔ عکرمہ و ابوالعالیہ نے جو بتایا ہے وہ ابن عباس کا کہا ہوا نہیں ہے۔

(۴)

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت

حضرت ابن عمر کی طرف منسوب حدیث دجال ان کے پوتے محمد بن زید اور بیٹے سالم اور غلام نافع سے مروی ہے۔

﴿محمد بن زید﴾ کی حدیث صحیح بخاری و مسند احمد میں ہے۔ بخاری نے کہا حدثنا یحییٰ بن سلیمان ثنی ابن وھب ثنی عمر بن محمد أن اباہ حدثہ عن ابن عمر قال کنا نتحدث بحجة الوداع و النبی ﷺ بین أظھرنا ولاندری ماحجة الوداع فحمداللہ و أثنی علیہ ثم ذکر المسیح الدجال و أطنب فی ذکرہ وقال مابعث اللہ من نبی الا انذر امتہ. انذر نوح و النبیون من بعدہ و أنہ یخرج فیکم فما خفی علیکم من شانہ فلیس یخفی علیکم ان ربکم لیس باعور و انہ اعور عین الیمنی کأن عینہ عنبة طافیة. الا ان اللہ حرم علیکم دماء کم و اموالکم کحرمة یومکم ھذا فی بلدکم ھذا فی شھرکم ھذا. ألا ھل بلغت؟ قالوا نعم قال اللھم اشھد. ویلکم او ویحکم لاترجعوا بعدی کفارا یضرب بعضکم رقاب بعض.

(صحیح بخاری ص ۶۳۲، کتاب المغازی باب حجة الوداع)

عبداللہ بن وھب نے کہا کہ مجھ سے محمد بن زید بن عبداللہ بن عمر کے بیٹے عمر بن محمد نے بیان کیا کہ اس کے والد محمد بن زید نے اپنے دادا عبداللہ بن عمر سے روایت کی۔ ابن عمر نے کہا کہ ہم آپس میں حجة الوداع کا لفظ بولتے تھے اور نبی علیہ ہمارے درمیان موجود تھے مگر ہم جانتے نہ تھے کہ حجة الوداع کا کیا مطلب ہے۔ (یعنی ۱۰ھ میں

جب رسول اللہ ﷺ نے حج کا قصد فرمایا تو مسلمانوں کے اندر یہ بات پھیل گئی کہ آپ حجۃ الوداع کریں گے۔ مگر اس کا مطلب ہماری سمجھ میں نہ آتا تھا۔ اس کے لفظی معنی ہیں "رخصتی کا حج" جب آپ نے خطبہ میں یہ فرمایا کہ لوگو اس سال کے بعد شاید میری تم سے ملاقات نہ ہو" تب ہم سمجھے کہ یہ حج فرما کر آپ اپنی امت سے رخصت ہو رہے ہیں اسی لئے آپ کا یہ حج حجۃ الوداع ہے)۔ پس خطبہ میں آپ نے اللہ کی حمد وثنا کے بعد تفصیل سے دجال کا ذکر کیا اور فرمایا کوئی بھی نبی ایسا نہیں ہوا جس نے اپنی امت کو مسیح دجال سے نہ ڈرایا ہو۔ حضرت نوح نے اور بعد کے تمام نبیوں نے اپنی اپنی امت کو اس سے ڈرایا ہے۔ وہ تمھارے اندر نکلنے والا ہے پس اس کا کوئی حال تم سے چھپا رہ جائے تو یہ تو چھپا نہ رہے گا کہ وہ کانا ہے اور بے شک تمھارا رب کانا نہیں ہے۔ وہ داہنی آنکھ کا کانا ہوگا گویا کہ اس کی آنکھ ابھرا ہوا ایک انگور ہے۔ سنو اللہ نے تم پر تمھارے مالوں اور خونوں کو حرام کردیا ہے جیسا کہ آج کا دن یعنی دسویں ذی الحجہ حرام ومحترم ہے جو اس حرام ومحترم علاقہ میں ہے جو اس حرام ومحترم مہینے میں ہے۔ سنو کیا تمہیں میں نے اللہ کا حکم پہنچادیا۔ بولے جی ہاں آپ نے تبلیغ حق فرمادی تب فرمایا خدایا تو گواہ رہ، اے لوگو میرے بعد کافر ہو کر نہ پلٹ جانا کہ تم میں سے بعض بعض کی گردنیں ماریں۔ یعنی آپس میں کشت وخون نہ کرنا۔

عمر بن محمد سے اس کے بھائی عاصم نے بھی اس کی روایت کی ہے۔ امام احمد نے کہا ہے: حدثنی یعقوب ثنا عاصم بن محمد عن اخیه عمر بن محمد عن (ابیه) محمد بن زید قال قال عبدالله بن عمر کنا نحدث بحجة الوداع ولا ندری أنه الوداع من رسول الله ﷺ فلما کان فی حجة الوداع خطب فذکر المسیح الدجال فأطنب فی ذکره ثم قال مابعث الله من بنی الا قد انذره امته لقد انذره نوح امته و النبیون من بعده. ألا ماخفی علیکم من شانه فلا یخفین علیکم أن ربکم لیس باعور. (مسند ص ۱۳۵)

اس حدیث کے اندر عمر بن محمد کی اسناد میں قصور ہے اور متن میں غلط اضافہ ہے۔ اسناد کا قصور تو یہ ہے کہ اس میں یہ مذکور نہیں کہ محمد بن زید نے یہ حدیث اپنے دادا عبداللہ سے سنی تھی بلکہ امام احمد کی روایت سے پتہ چلتا ہے کہ اس نے خود ابن عمر سے نہیں بلکہ کسی

اور سے سنی تھی۔ وہ کون تھا؟ اس کا ذکر نہیں کیا پس فی الواقع یہ عمر بن محمد بن زید کی منقطع روایت ہے متصل نہیں ہے، اس لئے صحیح نہیں ہے۔ امام بخاری سے چوک ہوئی کہ اس منقطع السند روایت کو متصل السند گمان کر کے درج صحیح کر دیا۔ اور متن کا غلط اضافہ دجال کا ذکر ہے، کیونکہ حجۃ الوداع میں رسول اللہ ﷺ کے خطبے متعدد صحابۂ کرام سے صحیح اسناد کے ساتھ مروی ہیں جیسے حضرات جابر ابوبکرہ ثقفی، عبداللہ بن عباس وغیرھم۔ کسی نے نہیں بتایا کہ حجۃ الوداع کے کسی خطبے میں آپ نے دجال کا ذکر کیا تھا۔ امام بخاری نے کتاب المناسک باب الخطبۃ ایام منی میں ابن عباس و ابوبکرہ ثقفی اور خود عبداللہ بن عمر کی حدیثیں لکھی ہیں۔ کسی بھی حدیث میں دجال کا ذکر نہیں ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر کی حدیث یہ ہے: "حدثنا محمد بن المثنی ثنا یزید بن هارون اخبرنا عاصم بن محمد بن زید عن ابیه عن ابن عمر قال قال النبی ﷺ بمنی اتدرون أی یوم هذا. قالوا الله و رسوله اعلم. قال فأن هذا یوم حرام. افتدرون ای بلد هذا؟ قالوا الله و رسوله اعلم. قال بلد حرام. اتدرون ای شهر هذا؟ قالوا الله ورسوله اعلم. قال شهر حرام. قال فأن الله حرم علیکم دماء کم و أموالم و أعراضکم کحرمة یومکم هذا فی شهرکم هذا فی بلدکم هذا.

(صحیح بخاری ص ۲۳۵ کتاب المناسک و ص ۸۹۲ کتاب الادب باب قول الله لایسخر قوم من قوم.)

عاصم بن محمد نے یہ حدیث اپنے والد سے روایت کی ہے اس میں دجال کا ذکر نہیں ہے اور اپنے بھائی عمر بن محمد سے بھی جیسا کہ مسند احمد میں ہے۔ اس میں دجال کا ذکر ہے اور واقد بن محمد زید نے بھی اپنے والد سے اس کی روایت کی ہے۔ اس میں بھی دجال کا ذکر نہیں ہے۔ واقد سے شعبہ نے اس سے خالد بن حارث وغندر وعبدالرحمن بن مہدی وعفان وحجاج بن منہال و ابوالولید طیالسی نے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ویحکم او ویلکم لا ترجعوا بعدی کفارا یضرب بعضکم رقاب بعض۔

(صحیح بخاری ص ۹۱۲ و ص ۱۰۱۴ و ص ۱۰۴۸، مسند احمد، سنن نسائی)

پس محمد بن زید سے یہ حدیث ان کے تین بیٹوں عاصم، واقد اور عمر نے روایت کی

تھی۔ دجال کا ذکر صرف عمر کی روایت میں ہے جو منقطع ہے متصل نہیں ہے۔ شاید عمر بن محمد نے ابن شہاب زہری کی روایت کی ہوئی غلط اور بے سروپا حدیث سن لی تھی جس میں دجال و ابن صیاد کا ذکر ہے۔ عمر بن محمد نے اس میں سے دجال کا ذکر لے کر غلطی سے اپنے والد کی روایت کی ہوئی حدیث میں پیوند کر دیا تھا۔ زہری نے دجال کے متعلق ابن عمر کی طرف منسوب کر کے جن الفاظ میں اس کا ذکر کیا تھا وہی عمر بن محمد کی روایت کے الفاظ ہیں۔ الغرض امام بخاری نے دجال کے متعلق جو عمر بن محمد بن زید کی روایت درج صحیح کی ہے وہ قطعاً غلط اور عمر بن محمد کی غلط بیانی کا ثمرہ ہے۔

﴿سالم﴾ سے دجال کے متعلق عبداللہ بن عمر کی حدیث حنظلہ بن ابی سفیان و ابن شہاب زہری و محمد بن طلحہ بن یزید بن رکانہ مطلبی نے روایت کی ہے۔ حنظلہ کی روایت مسند احمد میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں نے خواب میں کعبہ کے پاس ایک گندم گوں مرد دیکھا جس کے سر کے بال لمبے اور سیدھے تھے۔ دو آدمیوں پر ہاتھ رکھے ہوئے، سر سے پانی ٹپک رہا تھا۔ میں نے پوچھا یہ صاحب کون ہیں؟ لوگوں نے کہا یہ عیسیٰ بن مریم ہیں۔ ان کے پیچھے میں نے ایک سرخ رنگ آدمی دیکھا جس کے سر کے بال بہت مڑے ہوئے تھے۔ داہنی آنکھ کا کانا۔ جن لوگوں کو میں نے دیکھا ہے ان میں ابن قطن اس سے زیادہ مشابہ ہے۔ میں نے پوچھا یہ کون ہے؟ بولے یہ مسیح دجال ہے۔ (مسند م ص ۲۲ و ۳۹ و ۸۳ و ۱۵۴)

اس حدیث میں صرف یہ مذکور ہے کہ آپ نے مسیح بن مریم پھر مسیح دجال کو خانہ کعبہ کے پاس دیکھا۔ ان دونوں کے طواف کرنے کا اس میں ذکر نہیں ہے۔ مسیح بن مریم علیہ السلام کا خانہ کعبہ کے پاس نظر آنا تو یہ معنی رکھتا ہے کہ وہ اللہ سے وابستہ اور ملت ابراہیم پر قائم تھے مگر مسیح دجال کا خانہ کعبہ کے پاس نظر آنا کیا معنی رکھتا ہے؟

یہ حدیث ابن شہاب زہری نے بھی سالم سے روایت کی ہے۔ زہری سے ابراہیم بن سعد و شعیب بن ابی حمزہ نے۔ بخاری نے کہا ہے: حدثنا احمد بن محمد المکی قال سمعت ابراهیم بن سعد حدثنی الزہری عن سالم عن ابیہ قال لا واللہ ماقال النبی ﷺ لعیسی احمر و لکن قال بینا انا نائم اطوف بالکعبة فاذا رجل آدم

سبط الشعر یهادی بین رجلین ینطف او یهراق راسه ماء. فقلت من هذا؟ قالوا ابن مریم فذهبت التفت فاذارجل أحمر جسیم جعد الراس اعور عینه الیمنی کان عینه عنبة طافیة. فقلت من هذا؟ قالوا هذا المسیح الدجال. و اقرب الناس به شبها ابن قطن. قال الزهری رجل من خزاعة هلک فی الجاهلیة.

(صحیح بخاری ص ۴۸۹ کتاب الانبیاء)

یہ ہی شعیب کی روایت ہے مگر اس کے آغاز میں "لا واللہ ماقال النبی ﷺ لعیسی احمر و لکن" نہیں ہے اور آخر میں ہے و ابن قطن رجل من بنی المصطلق من خزاعة۔ (صحیح بخاری ص ۱۰۴۰ کتاب التعبیر باب الطواف بالکعبۃ فی المنام)

زھری نے ابن قطن کے متعلق جو کہا ہے کہ وہ ایک خزاعی شخص تھا۔ زمانۂ قبل اسلام میں مرگیا تھا۔ تو یہ محض ہوائی بات ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا ابن قطن کو جسامت میں دجال سے مشابہ تر بتانا یہ معنی رکھتا ہے کہ آپ نے بھی ابن قطن کو دیکھا تھا اور آپ کے مخاطب اصحاب نے بھی جو مدینہ میں تھے پھر اس کے متعلق زھری کا یہ کہنا کیسے درست ہوسکتا ہے کہ زمانۂ جاہلیت میں اس کا انتقال ہوگیا تھا مگر ابراھیم بن سعد اور شعیب کو جنہوں نے زھری سے یہ حدیث سن کر روایت کی تھی زھری سے اس کے متعلق پوچھنے کی ضرورت محسوس نہ ہوئی کیونکہ راویان احادیث کو معنی سے دلچسپی نہ تھی۔ شیخ سے الٹا سیدھا جو سن لیتے اسی کی روایت کر ڈالتے تھے۔ امام مالک اور موسی بن عقبہ نے بھی یہ حدیث روایت کی ہے مگر سالم سے نہیں بلکہ نافع سے اور تصریح کی ہے کہ جس رات رسول اللہ ﷺ نے یہ خواب دیکھا تھا اس کی صبح کو ہی صحابۂ کرام کو اسے سنایا تھا۔ مالک کی روایت یہ ہے کہ آپ نے فرمایا:

أرانی اللیلة عند الکعبة فرأیت رجلا آدم کأحسن ماانت را ء ی من أدم الرجال له لمة کاحسن ماانت را ء ی من؟ اللهم قد رجلها فهی تقطر ماء ا متکئا علی رجلین او علی عواتق رجلین یطوف بالکعبة. فسألت من هذا؟ فقیل لی هذا المسیح بن مریم ثم اذا انا برجل جعد قطط أعور العین الیمنیٰ کأنها عنبة طافیة فسالت من هذا؟ فقیل هذاالمسیح الدجال. (صحیح بخاری ص ۷۷۶ کتاب

اللباس باب الجعد، مؤطا مالک ص ۳۶۸ طبع هند صفة عیسی بن مریم و الرجال)

آج رات میں نے خود کو کعبہ کے پاس دیکھا تو مجھے ایک بہت خوبصورت گندم گوں مرد نظر آیا۔ اس کی لمبی لمبی زلفیں تھیں بڑی خوشنما، ان میں کنگھی کر رکھی تھی تو ان سے پانی ٹپک رہا تھا۔ وہ دو شخصوں کے کاندھوں پر ہاتھ رکھے ہوئے کعبہ کا طواف کر رہا ہے۔ میں پوچھا یہ کون ہے تو مجھ سے کہا گیا کہ یہ مسیح بن مریم ہیں۔ پھر اچانک میں نے ایک شخص گٹھیلے بدن کا دیکھا بہت مڑے ہوے ہوئے بالوں والا، داہنی آنکھ کا کانا گویا کہ اس کی آنکھ ابھرا ہوا انگور ہے۔ میں پوچھا یہ کون ہے؟ کہا گیا کہ یہ مسیح دجال ہے۔

امام مالک کی اس حدیث میں حضرت مسیح بن مریم کے طواف کعبہ کرنے کی تصریح ہے۔ دجال کے متعلق طواف کا ذکر نہیں مگر موسی بن عقبہ نے دجال کو بھی طواف کعبہ کرا دیا تھا۔ بخاری نے کہا ہے حدثنا ابراهیم بن المنذر قال اخبرنا ابو ضمرة (هو انس بن عياض المدني) قال حدثنا موسى بن عقبه عن نافع قال قال عبدالله ذكر النبي ﷺ يوما بين ظهراني الناس المسيح الدجال فقال ان الله ليس باعور ألا أن المسيح الدجال اعور العين اليمنى كأن عينه عنبة طافية واراني الليلة عندا لكعبة في المنام فاذارجل آدم كاحسن ماترى من ادم الرجال تضرب لمته بين منكبيه رجل الشعر يقطر راسه ماء ا واضعا يديه على منكبي رجلين و هو يطوف بالبيت فقلت من هذا؟ فقالوا هذا المسيح بن مريم ثم رأيت رجلا وراء ه جعدا قططا أعور عين اليمنى كاشبه من رأيت بابن قطن واضعا يديه على منكبي رجل يطوف بالبيت فقلت من هذا؟ فقالوا هذا المسيح الدجال.

(صحیح بخاری ص ۴۸۹ کتاب الانبیاء باب قول اللہ واذکر فی الکتاب مریم)

حنظلہ بن ابی سفیان و زہری و مالک و موسی بن عقبہ کی روایت کی ہوئی حدیث ابن عمر میں مذکور ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے خواب میں مسیح بن مریم کو پھر مسیح دجال کو خانۂ کعبہ کے پاس دیکھا۔ مالک کی روایت میں ہے کہ مسیح بن مریم خانۂ کعبہ کا طواف کر رہے تھے اور موسی بن عقبہ کی روایت میں ہے کہ دجال بھی طواف کر رہا تھا۔ مسیح بن مریم تو دو شخصوں کے کاندھوں پر ہاتھ رکھے ہوئے تھے مگر غریب دجال کو ہاتھ رکھنے کے لئے ایک ہی آدمی

کا کاندھا نصیب ہوا تھا۔ اگر ابن عمر کی طرف منسوب یہ حدیث جس کی حنظلہ و زھری و مالک وموسیٰ بن عقبہ نے روایت کی ہے صحیح ہے تو اس سے "بحکم رؤیا الانبیاء حق" (انبیائے کرام جو خواب دیکھتے ہیں بیداری کے مشاہدے کی طرح حق ہوتا ہے) لازم آتا ہے کہ مسیح دجال مومن مسلم ہو نہ کہ گمراہ و کافر۔ اگر کوئی اسے تسلیم نہ کرے تو بتائے کہ پھر اس کا طواف کعبہ کرنا کیا معنی رکھتا ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ یقیناً یہ خواب مدنی زندگی کا واقعہ ہے اور معراج کا واقعہ مکی زندگی کا ہے اور احادیث معراج میں مذکور ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے دیگر انبیائے کرام کی طرح اس رات حضرت مسیح بن مریم سے بھی ملاقات کی تھی اور ان کی جمیل و زیبا شخصیت کا مشاہدہ فرمایا تھا۔ اور معلوم ہے کہ انسان نے بیداری میں جس شخص کو جانا پہچانا ہو پھر اسے خواب میں دیکھے تو وہ اس کا جانا پہچانا ہی ہوتا ہے پس جب آپ نے مسیح بن مریم کو خواب میں طواف کعبہ کرتے ہوئے دیکھا تو انہیں نہ پہچاننے اور ان کے متعلق یہ پوچھنے کا کہ "یہ کون ہے" کوئی معنی نہیں۔ اگر یہ حدیث صحیح ہے تو معراج والی احادیث میں حضرت عیسیٰ سے ملاقات کا ذکر غلط ہے اور اگر احادیث معراج میں حضرت عیسیٰ سے ملاقات کا ذکر صحیح ہے تو ابن عمر کی طرف منسوب یہ حدیث غلط ہے۔ جب کہ مجاہد سے مروی حدیث ابن عباس میں ہے جو صحیح بخاری میں مذکور ہے کہ آپ نے خواب میں حضرت ابراھیم و حضرت موسیٰ کو دیکھا اور صحابہ سے ان کا حلیہ بیان فرمایا لیکن آپ نے خواب میں انہیں دیکھ کر یہ نہ پوچھا تھا کہ یہ کون صاحب ہیں۔ ابوالعالیہ کی روایت کی ہوئی حدیث ابن عباس میں جس کی تخریج بخاری نے کی ہے مذکور ہے کہ معراج کی رات آپ نے حضرت عیسیٰ و دجال کو بھی دیکھا تھا۔ اور یہ مذکور نہیں کہ آپ نے پوچھا ہو کہ یہ کون ہے۔

نیز ابن شہاب زھری نے سالم سے روایت کر کے یہ حدیث ابن عمر ذکر کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ ابن صیاد سے ملاقات کے لئے تشریف لے گئے۔ پھر تحقیق حال کے لئے ابی بن کعب کے ساتھ گئے۔ واپس آکر آپ نے لوگوں کو بتایا کہ ہر نبی نے اپنی اپنی امت کو دجال سے آگاہ کیا ہے مگر میں تمہیں وہ بات بتا رہا ہوں جو پہلے کسی نے نہیں بتائی۔ وہ کانا ہوگا اور تمہارا رب کانا نہیں ہے۔ زھری کی یہ حدیث بخاری و مسلم دونوں نے تخریج

کی ہے اور میں نے اپنی کتاب ''صحیح بخاری کا مطالعہ حصہ اول'' میں وضاحت کے ساتھ ثابت کیا ہے کہ یہ حدیث زھری نے سالم سے نہیں سنی تھی۔ نہ معلوم کس یاوہ گو سے سن لی تھی۔ سالم سے اس کو سننے کا زھری کو خیال تھا یقین نہ تھا۔ معمر بن راشد کو زہری نے یہ ہی بتایا تھا لیکن زھری نے شدید غلطی یہ کی کہ متعدد شاگردوں کو یہ بتادیا کہ میں نے یہ حدیث سالم سے سنی تھی۔ غرضیکہ زھری کی یہ روایت باطل ہے اور بخاری و مسلم نے اسے درج صحیح کر کے سخت غلطی کی تھی۔

﴿محمد بن یزید بن طلحہ﴾ کی روایت مسند احمد میں ہے عن محمد بن اسحاق عن محمد بن طلحة عن سالم عن ابن عمر قال قال رسول الله ﷺ ینزل الدجال فی هذه السبخة بمرقناة فیکون أکثر من یخرج الیه النساء حتی أن الرجل لیرجع الی حمیمه و الی امه و ابنته و اخته و عمته فیوثقها رباطا مخافة أن تخرج الیه ثم یسلط الله المسلمین علیه فیقتلو نه و یقتلون شیعته حتی أن الیهودی لیختبیء تحت الشجرة او الحجر فیقول الحجر او الشجرة للمسلم هذا یهودی تحتی فاقتله. (مسند ۲ ص ۶۷)

موزخ محمد بن اسحاق نے محمد بن طلحہ سے اس نے سالم سے اس نے عبداللہ بن عمر سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ دجال اس شور زمین میں جہاں سے قناۃ ندی گزرتی ہے اترے گا تو باشندگان مدینہ میں سے زیادہ تر عورتیں اس کی طرف نکل کھڑی ہوں گی۔ یہ حال دیکھ کر آدمی اپنی قریبی رشتہ دار عورت کو اپنی ماں بیٹی بہن اور پھوپھی کو گھر میں مضبوط باندھ کر ڈال دے گا تاکہ دجال کی طرف نہ نکل بھاگے۔ پھر اللہ مسلمانوں کو اس پر قابو دیدے گا۔ وہ اسے اور اسکے ساتھیوں کو قتل کر ڈالیں گے حتی کہ یہودی جان بچانے کے لئے درخت یا پتھر کے نیچے چھپ جائےگا تو درخت یا پتھر مسلمان سے کہے گا یہ ایک یہودی میرے پیچھے ہے اسے قتل کر دے۔ یہ حدیث دجال کذاب ابن اسحاق کی گھڑی ہوئی ہے اس نے سالم پھر ابن عمر پھر رسول اللہ ﷺ پر اس کا بہتان باندھا ہے۔

مسند احمد میں حضرت ابن عمر سے مروی دو حدیثیں اور ہیں۔ اعرج اور عمیر عنسی کی

حدیث (اعرج کی حدیث) عبیداللہ بن ایاد نے اپنے باپ ایاد بن لقیط سے اس نے عبدالرحمٰن اعرج سے اس نے ابن عمر سے روایت کی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا فرما رہے تھے: لیکونن قبل یوم القیامة المسیح الدجال و کذابون ثلاثون او اکثر. (مسند م ص ۱۰۴)

عبیداللہ بن ایاد مختلف فیہ شخص ہے۔ یحییٰ بن معین و نسائی نے اسے ثقہ بتایا ہے اور بزار نے کہا ہے لیس بالقوی. (تھذیب التھذیب)

﴿عمیر کی حدیث﴾ حدثنا ابو المغیرة ثنا عبدالله بن سالم حدثنی العلاء بن عتبة الحمصی أو الیحصبی عن عمیر بن ھانئی العنسی سمعت عبدالله بن عمر یقول کما عند رسول الله صلی الله ﷺ قعودا فذکر الفتن فأکثر ذکرھا حتی ذکر فتنة الاحلاس فقال قائل یا رسول الله ما فتنة الا حلاس. قال ھی فتنة ھرب و حرب ثم فتنة السراء دخلھا أو دخنھا من تحت قدمی رجل من اھل بیتی یزعم انه منی ولیس منی انما ولیی المتقون ثم یصطلح الناس علی رجل کورک علی ضلع ثم فتنة الدھیماء لاتدع احدا من ھذه الامة ألالطمته لطمة فاذا قیل انقطعت تمادت یصبح الرجل فیھا مؤمنا و یمسی کافرا حتی یصیر الناس الی فسطاطین فسطاط ایمان لانفاق فیه و فسطاط نفاق لاأیمان فیه. اذا کان ذاکم فانتظروا الدجال من الیوم او غد۔

(مسند ۲ ص ۱۲۳، سنن ابی داؤد کتاب الفتن۔ حدیث ۴)

عبداللہ بن سالم وحاظی نے بیان کیا کہ مجھ سے علاء بن عتبہ حمصی نے بیان کیا عمیر بن ھانئ سے روایت کر کے کہ میں نے عبداللہ بن عمر سے سنا کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھے تھے۔ آپ نے فتنوں کا دیر تک ذکر فرمایا حتیٰ کہ فتنہ الاحلاس کا ذکر کیا۔ کسی نے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ اس سے کیا مراد ہے۔ فرمایا وہ بھاگ دوڑ اور جنگ کا فتنہ ہوگا۔ (یعنی اس کے دوران لوگ یہاں وہاں بھاگیں گے اور جنگ ہوگی)۔ پھر فتنہ السرا (خوشحالی کا فتنہ) کا ذکر کیا کہ اس کا دھواں میرے اہل بیت میں سے ایک شخص کے قدموں کے نیچے سے اٹھے گا۔ سمجھتا ہوگا کہ وہ میرا ہے حالانکہ وہ میرا نہیں ہے۔ پھر لوگ

مل کر ایک شخص کی سربراہی پر صلح کرلیں گے جیسے کسی پسلی پر کوئی سرین ہو، یعنی وہ صلح ٹیڑھی میڑھی ہوگی۔ پھر کالی کلوٹی آفت کا فتنہ برپا ہوگا وہ اس امت میں سے کسی کو چانٹا مارے بغیر نہ چھوڑے گا۔ جب کہا جائے کہ ختم ہوگیا ہے اور زیادہ پھیل جائے گا۔ اس میں آدمی صبح کے وقت مومن اور شام کے وقت کافر ہوگا حتی کہ لوگ دو خرگاہوں یعنی خیموں میں بنٹ جائیں گے۔ ایک ایمان کا خیمہ ہوگا جس میں کوئی نفاق نہیں، ایک نفاق کا خیمہ جس میں کوئی ایمان نہیں۔ جب یہ ہو جائے تو دجال کا خروج دور نہ ہوگا۔ آج نکل پڑے یا کل۔

یہ حدیث غریب و موضوع ہے صرف عبداللہ بن سالم و حاظی نے اس کی روایت کی ہے۔ سند اور متن دونوں اس کے تصنیف کیے ہوئے ہیں۔ یہ شخص حضرت علی رضی اللہ عنہ سے انحراف کی بیماری میں مبتلا تھا۔ کھلم کھلا کہتا تھا کہ حضرت عمر و عثمان کو قتل کرانے میں علیؓ کا ہاتھ تھا۔ اس نے اپنے فہم کے مطابق فتنہ ارتداد و منع زکوۃ کو فتنۃ الاحلاس سے تعبیر کیا پھر حضرت عمر کی شہادت کے فتنہ کو فتنۃ السراء بتایا ہے اور اشارہ کردیا ہے کہ اس کے بانی مبانی علیؓ تھے۔ پھر حضرت عثمان کے خلاف بغاوت کا جو عظیم فتنہ برپا ہوا جس نے آخرکار مسلمانوں کے دوگروہ کردیے۔ اہل سنت اور اہل رفض و تشیع اسے فتنۃ الدھیماء کہا ہے۔ الغرض یہ حدیث رسول اللہ کی بیان فرمائی ہوئی اور حضرت ابن عمر کی روایت کی ہوئی نہیں ہے بلکہ عبداللہ بن سالم کے فکر و تخیل کی آئینہ دار ہے۔

ان جملہ روایات کے جائزہ سے روز روشن کی طرح واضح ہوگیا کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے دجال کے متعلق فی الواقع کوئی حدیث نبوی روایت نہ کی تھی۔ یہ جملہ روایات دجال راویوں کی دروغ بافی کا زہریلا ثمرہ ہیں۔

(۵)

ابوھریرہ رضی اللہ تعالی عنہ

سے حدیث دجال عبداللہ بن شقیق، عبدالرحمن اعرج، طاؤس تعیم مجمر، محمد بن ابی عائشہ، ابوسلمہ، عبدالرحمن حرقی، زیاد بن رباح، کلیب ابوصالح ذکوان، علاء ثقفی و عبدالرحمن بن آدم نے اور نزول مسیح کی حدیث زھری و عطاء بن میناء، ولید بن رباح، محمد بن سیرین

اور زیاد بن سعد نے روایت کی ہے۔

(۱) عبداللہ بن شقیق کی روایت یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ عذاب قبر و عذاب جہنم و فتنۂ دجال سے پناہ مانگا کرتے تھے۔ (صحیح مسلم ا ص ۲۱۸)

(۲) اعرج کی حدیث یہ ہے کہ آپ نے فرمایا: عذاب اللہ سے عذاب قبر سے مسیح دجال کے فتنہ سے زندگی و موت کے فتنہ سے اللہ کی پناہ لو۔ (ایضا)

(۳) طاؤس کی روایت بھی یہ ہی ہے۔ (ایضا)

(۴) نعیم بن عبداللہ مجمر نے ابو ھریرہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: علی أنقاب المدینة ملائکة لایدخلها الطاعون ولا الدجال ۔مدینہ کی گلیوں پر فرشتے تعینات ہیں اس میں نہ طاعون گھسے گا نہ دجال۔ (صحیح بخاری ص ۲۵۲ فضائل المدینۃ، صحیح مسلم ص ۴۴۴، موطا طبع ہند ص ۳۶۰)

اس حدیث میں، میں سمجھتا ہوں کہ دجال سے مراد مسیلمہ کذاب ہے۔ قبیلۂ بنی حنیفہ وغیرہ کے تیس ہزار متعصب شمشیر زن فدائی اسے حاصل ہوگئے تھے۔ ان کے تعصب کا اندازہ اس سے لگایئے کہ ان کے سمجھدار سرداروں کا کہنا تھا کہ ہم جانتے ہیں کہ محمدؐ سچے ہیں مسیلمہ جھوٹا ہے لیکن قریش کے سچے سے ہمارا جھوٹا اچھا۔ اس کا مدینہ پر چڑھائی کرنے کا قصد تھا۔ مدینہ میں اس کی بیوی بھی تھی۔ اولا اس نے جانبازوں کے ایک جتھے کے ساتھ خود مدینہ میں داخل ہونا چاہا تھا۔ ظاہر یہ کیا تھا کہ وہ رسول اللہ ﷺ سے گفتگو کرنا چاہتا ہے۔ مگر مدینہ کے اندر داخل ہوسکنے کی اسے ہمت نہ ہوئی۔ حرہ میں پڑاؤ کر کے آپ کو مطلع کیا۔ آپ خطیب الانصار ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کو ساتھ لے کر اس سے ملے۔ آپ کے ہاتھ میں ایک تپچی تھی۔ اس نے اپنی قوت کا ذکر کر کے کہا کہ آپ مجھے اپنا جانشین بنانے کا اقرار کرلیں تو میں اپنے لشکر سمیت آپ کا تابع ہوجاؤں گا۔ فرمایا تو مجھ سے یہ تپچی لینا چاہے تو میں اس کے لئے بھی تیار نہیں ہوں۔ میں واپس جارہا ہوں۔ یہ ثابت بن قیس تیری ہر بات کا جواب دیں گے۔ آپ تو واپس ہوگئے اور حضرت ثابت رضی اللہ عنہ نے نہایت عمدہ تقریر فرما کر واضح کردیا کہ تمھاری خیر اسی میں ہے کہ بصدق دل ایمان لاکر رسول اللہ کی پیروی اختیار کرلو۔ دراصل عیار مسلمہ کو توقع تھی کہ اس کی

قرابت وقوت کے اثر میں آکر اہل مدینہ اس سے تعاون کریں گے لیکن اہل مدینہ کی سرد مہری دیکھ کر اور ثابت بن قیس کی تقریر سن کر وہ ان سے مایوس ہوکر واپس ہوگیا۔ اس کی جہت سے مسلمانوں کو اندیشہ تھا کہ اپنا لشکر جرار لے کر مدینہ پر نہ آچڑھے۔ رسول اللہ ﷺ نے مومنین کو مطمئن کرنے کے لئے فرمایا کہ مدینہ میں نہ طاعون گھسے گا نہ یہ دجال۔ پس الدجال میں ال برائے عہد ہے، مراد اس سے یہ خاص دجال مسیلمہ کذاب ہے۔

(۵) ابوصالح ذکوان سمان مدنی نے بھی ابوھریرہ سے اسی طرح بیان کیا ہے۔

(مسند ۲ص ۳۷۸)

(۶) علاء ثقفی کی حدیث کا مضمون بھی یہی ہے امام احمد نے کہا ہے: حدثنا سریج ثنا فلیح عن عمرو بن العلاء الثقفی عن ابی ھریرة قال قال رسول الله ﷺ المدینة و مکة محفوفتان بالملائکة. علی کل نقب منها ملک لایدخلها الدجال ولا الطاعون۔ (مسند ص ۴۸۳)

(۷) ابوسلمہ کی روایت صحیح بخاری و صحیح مسلم میں ہے جو غلط ہے صحیح نہیں ہے۔ شیبان بن عبدالرحمٰن نحوی نے یحییٰ بن ابی کثیر سے روایت کی ہے: عن ابی سلمة سمعت ابا ھریرة قال قال رسول الله ﷺ ألا احدثکم حدیثا عن الدجال ماحدث به نبی قومه. اِنه أعور و انه یجیئ معه مثال الجنة والنار اماالتی یقول أنها الجنة ھی النار و اِنی أنذرکم به کما انذر به نوح قومه۔

(صحیح بخاری ص ۴۷۰ کتاب الانبیاء ذکر نوح، صحیح مسلم ۲ ص ۴۰۰ طبع ھند)

یحییٰ بن ابی کثیر نے ابوسلمہ سے روایت کی ہے کہ ابوسلمہ نے کہا میں نے ابوھریرہ سے سنا کہا فرمایا رسول اللہ ﷺ نے سنو میں تمہیں دجال کے متعلق وہ بات بتاتا ہوں جو کسی نبی نے اپنی قوم کو نہیں بتائی۔ وہ کانا ہے اور اپنے ساتھ جنت اور دوزخ جیسی دو چیزیں لائے گا۔ جسے وہ جنت کہے گا وہ فی الواقع دوزخ ہے یعنی اس کے فریب میں آکر جو شخص اس کی جنت میں داخل ہوگا دراصل وہ جہنم میں گرے گا۔ مطلب یہ ہے کہ اسے قیامت کے دن لقمۂ جہنم بننا پڑے گا اور میں تمہیں اس سے ڈراتا ہوں جیسا کہ حضرت نوح نے اپنی قوم کو اس سے ڈرایا تھا۔

میں کہتا ہوں کہ بخاری و مسلم نے اس حدیث کو درج صحیح کر کے غلطی کی ہے کیونکہ اس کا راوی یحییٰ بن ابی کثیر اگرچہ ثقہ راویوں میں شمار ہوتا ہے لیکن کثیر الارسال تھا اور مرض تدلیس میں مبتلا۔ عقیلی نے کہا ہے یذکر بالتدلیس یعنی اس کا مدلس ہونا مشہور و معروف بات ہے۔ ابن حبان نے کہا ہے کان یدلس .(تھذیب التھذیب) اس حدیث کی اسناد میں اس نے اپنے متعلق حدثنی یا اخبرنی ابو سلمة یا سمعت ابا سلمة نہیں کہا جب کہ ابوسلمہ کے متعلق ذکر کیا ہے کہ اس نے سمعت اباھریرة کہا تھا۔ اگر یحییٰ نے ابوسلمہ سے یہ حدیث سنی ہوتی تو حدثنی یا اخبرنی ابو سلمة یا سمعت ابا سلمة کہتا۔ عن ابی سلمة اس لئے کہا تھا کہ کسی نے اسے بتادیا تھا کہ ابوسلمہ نے یہ بیان کیا ہے۔ یحییٰ نے اس کا نام نہیں لیا عن ابی سلمة کہہ دیا کہ یہ حدیث ابوسلمہ سے مروی ہے۔ پس یہ حدیث دراصل منقطع السند اور غیر متصل ہے۔ لہذا اس کے صحیح ہونے کی کوئی تک نہیں ہے۔ بخاری و مسلم نے غلطی سے اسے متصل گمان کرلیا تھا۔ خود اس حدیث کی اندرونی شہادت یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی فرمائی ہوئی اور ابوھریرہ کی پھر ابوسلمہ کی روایت کی ہوئی نہیں ہے۔ کیونکہ اس میں ہے انذرکم بہ کما انذربہ نوح قومہ، حالانکہ کلام عرب میں فعل انذار کا صلہ ب نہیں آتا۔ یہ تو متعدی بدو مفعول ہے۔ قرآن کریم میں ہے ولقد أنذرهم بطشتنا (سورۃ القمر) انذر النبی الکفار عذاب اللہ صحیح جملہ ہے۔ بعذاب اللہ کہنا غلط ہے۔ ظاہر ہے کہ اس غلط کلام کی نسبت نبی ﷺ یا ابوھریرہ یا ابوسلمہ کی طرف نہیں کی جاسکتی۔ یہ غلطی اس عجمی نژاد راوی کی ہے جس نے یہ روایت ابوسلمہ کے سر منڈھی تھی۔

(۸) عبدالرحمٰن الحرقی کی روایت صحیح مسلم میں ہے۔ مسلم نے یحییٰ بن ایوب و قتیبہ و علی بن حجر سے ان تینوں نے اسماعیل بن جعفر سے روایت کی ہے عن العلاء عن ابیہ عن ابی هریرة أن رسول اللہ ﷺ قال بادروا بالاعمال ستا. طلوع الشمس من مغربها او الدخان او الدجال او الدابة او خاصة أحدكم أو أمر العامة. (صحیح مسلم ۲ ص ۴۰۶)

چھ نشانیوں کے ظہور سے پہلے پہلے اچھے کام کرلو۔ سورج کا مغرب کی جہت سے

طلوع ہونا یا دھواں یا دجال یا دابۃ الارض یا تم میں سے ہر فرد کو خاص طور سے پیش آنے والی چیز یعنی موت یا سب کو پیش آنے والی آفت یعنی ظہور قیامت۔ اس کا راوی ابن عبدالرحمٰن حرقی ہے جو قبیلۂ جھینہ کی شاخ حرقہ کا غلام زادہ تھا۔ ترمذی جیسے لوگوں نے اسے ثقہ بتایا ہے مگر تھذیب التھذیب میں یحیٰی بن معین امام الرجال کا اس کے متعلق یہ قول مذکور ہے لیس بذاک لم یزل الناس یتوقون حدیثہ، یعنی ثقہ نہیں ہے۔ اہل علم اس کی روایت کی ہوئی حدیث سے بچتے ہی رہے۔ صحیح بخاری میں اس کی اور اسکے باپ عبدالرحمٰن بن یعقوب حرقی کی روایت کی ہوئی کوئی حدیث نہیں ہے۔ یہ حدیث اس کی یا اس کے باپ عبدالرحمٰن کی گھڑی ہوئی معلوم ہوتی ہے۔ سورج کا مغرب کی جہت سے طلوع ہونا تو خاص قیامت کے دن کی بات ہوگی۔ زلزلۂ قیامت کا آغاز مغرب کی جہت سے ہوگا۔ تباہی مچ جانے کی وجہ سے اس جہت میں آڑ نہ رہے گی۔ جہت مشرق میں رہنے والوں کو محسوس ہوگا کہ سورج ادھر سے طلوع ہو رہا ہے۔ اور دخان کے متعلق عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بتایا ہے کہ یہ ہجرت سے کئی سال قبل مکہ میں جو قحط پڑا تھا تب کی بات ہے ضعف کی وجہ سے اہل مکہ کی آنکھوں میں اندھیرا چھا گیا تھا۔ انہیں فضا میں دھواں ہی دھواں محسوس ہوتا تھا۔ اور دابۃ الارض کے متعلق جملہ روایات محض جھوٹ اور گپ شپ ہیں۔ ترمذی و احمد نے علاء کی یہ روایت نقل کی ہے عن ابیہ عن ابی ھریرۃ مرفوعا یأتی المسیح الدجال من قبل المشرق و ھمتہ المدینۃ حتی اذا جاء دبر أحد صرفت الملائکۃ وجھہ قبل الشام ھنالک یھلک. مسیح دجال مدینہ کا قصد کئے ہوئے مشرق کی طرف سے آئے گا جب کوہ احد کے پیچھے پہنچے گا تو فرشتے اس کا رخ شام کی طرف پھیر دیں گے۔ وہیں ہلاک ہوگا۔ ترمذی نے اس جھوٹی حدیث کو صحیح بتادیا ہے۔

(ترمذی ابواب الفتن باب ماجاء ان الدجال لایدخل المدینۃ، مسند احمد)

(۹) زیاد بن رباح کی روایت بھی یہ ہی ہے یعنی بادروا بالاعمال او کی جگہ و ہے۔

(صحیح مسلم ۳ ص ۴۰۶، مسند احمد)

اس زیاد کے باپ کو کسی نے ریاح بتایا ہے ی کے ساتھ کسی نے رباح ب کے ساتھ۔ کنیت میں بھی اختلاف ہے کسی نے ابو ریاح بتائی ہے کسی نے ابوقیس۔ پھر کسی نے

اسے بصری کہا ہے کسی نے کوفی۔ اس نے صرف ابوھریرہ سے دو حدیثیں روایت کی تھی۔ ایک من قاتل تحت راية عمية۔ (صحیح مسلم، سنن نسائی، سنن ابن ماجہ) ایک بادروا بالعمال ستا۔ (صحیح مسلم، مسند احمد) پس یہ کوئی معروف شخص نہ تھا۔ ابوھریرہ سے اس کی ملاقات بھی مشتبہ ہے۔ کوئی علمی آدمی ہوتا تو ابوھریرہ کے علاوہ دیگر صحابہ سے بھی مستفید ہوتا۔ شاید اس نے علاء بن عبدالرحمٰن حرقی کی حدیث سن لی تھی اسے ہی ابوھریرہ کی طرف منسوب کر کے بیان کردیا تھا پس یہ کوئی مستقل حدیث نہیں ہے۔

(۱۰) کلیب کی روایت مسند احمد میں ہے۔ امام احمد نے یزید بن ہارون و ھاشم بن قاسم نے ان دونوں نے مسعودی یعنی عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن عتبہ مسعودی کوفی سے روایت کی ہے: عن عاصم بن كليب عن ابيه عن ابی هريرة قال قال رسول الله ﷺ خرجت اليكم و قد بينت لی ليلة القدر و مسيح الضلالة فكان تلاحی بين رجلين بسدة المسجد فاتيتهما لا حجز بينهم فأنسيتهما و ساشدو لكم شدوا. أما ليلة القدر فالتمسوها فی العشر الاواخر وترا. و أما مسيح الضلالة فإنه أعور العين اجلی الجبهة عريض النحر فيه وفاء كأنه قطن بن عبدالعزی. قال يا رسول الله هل يضرنی شبهه قال لا انت امرؤ مسلم و هو امرؤ كافر۔ (مسند ۲ ص ۳۹۱)

مسعودی نے عاصم بن کلیب سے اس نے اپنے باپ سے اس نے ابوھریرہ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے حاضر مسلمانوں سے فرمایا میں گھر سے تمہاری طرف نکلا تھا۔ مجھے واضح طور پر شب قدر اور مسیح الضلال یعنی دجال کے متعلق بتادیا گیا تھا (ارادہ تھا کہ تم لوگوں کو اس سے آگاہ کردوں) پس دو شخصوں کے درمیان دروازۂ مسجد کی چوکی پر جھگڑا ہوگیا۔ ان کی آوازیں سن کر میں ان کے پاس پہنچا کہ دونوں کے درمیان روک بن جاؤں کہ ایک دوسرے پر حملہ نہ کرسکے تو دونوں باتوں کی پوری وضاحت میرے ذہن سے نکل گئی۔ میں دونوں کے متعلق تم سے کچھ کہوں گا۔ رہی شب قدر تو اسے رمضان کی آخری دس راتوں میں سے طاق راتوں میں تلاش کرو اور رہا مسیح الضلالہ تو باور کرو کہ وہ آنکھ کا کانا ہے چمکتی پیشانی والا، فراخ سینہ، اس میں فربہی ہے گویا کہ وہ عبدالعزی کا بیٹا قطن ہے۔ قطن نے کہا کیا میری اس سے مشابہت میرے لئے مضر ہے؟ فرمایا نہیں، تو

مسلمان آدمی ہے اور وہ کافر شخص ہے۔

مسعودی نے صحیح حدیث کو بگاڑ دیا اور اس میں مسیح الضلالہ کے ذکر کا پیوند کر دیا۔ یہ صحیح ہے کہ ماہ رمضان میں آپ کو خواب میں بتایا گیا کہ فلاں رات شب قدر ہے۔ آپ کا ارادہ ہوا کہ اصحاب کو اس سے آگاہ کردوں یکا یک دو شخصوں میں کسی بات پر سخت کلامی ہونے لگی، آپ نے ان کا قضیہ سنا۔ فیصلہ فرمایا تو شب قدر کی تعیین ذہن سے نکل گئی۔ اس صحیح حدیث میں مسعودی نے دماغی خلل کے تحت اپنی طرف سے ملاوٹ کردی۔ مسعودی کوفہ کا باشندہ تھا، چند روز بصرہ جا کر رہا پھر بغداد چلا گیا، وہاں ایک حادثہ کی وجہ سے اس کا دماغ خراب ہوگیا اور اناپ شناپ حدیثیں بیان کرنے لگا۔ یزید بن ہاروں اور ابوالنضر نے اسی زمانہ میں اس سے حدیثیں سنی تھیں۔ یحییٰ بن معین نے کہا ہے کہ مسعودی نے عاصم سے جو حدیثیں روایت کی ہیں سب بے اصل ہیں۔ اس پاگل کو اور اس سے روایت کرنے والوں کو یہ خیال بھی نہ ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کے عہد میں مسجد کا دروازہ نہ تھا جس میں چوکی ہوتی۔ نیز صحابۂ کرام میں قطن بن عبدالعزی نام کا کوئی شخص نہ تھا۔

(۱۱) محمد بن ابی عائشہ کی حدیث مسلم و دارمیؔ و ابن ماجہ و نسائی نے ذکر کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اذا فرغ احدکم من التشھد الآخر فلیتعوذ باللہ من اربع من عذاب جھنم و من عذاب القبر و من فتنۃ المحیا والممات و من شر المسیح الدجال. (صحیح مسلم اص ۲۱۸ طبع ہند) ۔نسائی نے یہ اضافی کیا ہے، ثم یدعو لنفسہ مابدالہ. (باب التعوذ فی الصلوۃ)

یہ حدیث دعا مضطرب المتن ہے۔ ابوھریرہ سے اس کی روایت عبداللہ بن شقیق واعرج و طاؤس و ابوسلمہ و محمد بن ابی عائشہ نے کی ہے۔ عبداللہ بن شقیق کی روایت میں فعلی مطلق ہے۔ اعرج و طاؤس کی روایت میں قولی مطلق ہے یعنی اس میں تشہد کی قید نہیں ہے اور ابوسلمہ و محمد بن ابی عائشہ کی روایت میں قولی مقید ہے۔ شاید اسی اضطراب کی وجہ سے بخاری نے اس کی تخریج نہیں کی۔ مسلم نے ان سب کو ذکر کرکے مطلق کو مقید پر اور حدیث کو تعدد پر عمل کیا ہے۔

(۱۲) عبدالرحمٰن بن آدم کی طویل حدیث مسند احمد و سنن ابی داؤد میں ہے۔ ہمام

بن یحییٰ نے قتادہ سے روایت کی ہے عن عبدالرحمن بن آدم عن ابی هریره ان النبی ﷺ قال الانبیاء إخوة لعلات امهاتهم شتی و دینهم واحد و أنا أولی الناس بعیسی بن مریم لانه لم یکن بینی و بینه نبی. و انه نازل فاذا رأیتموه فاعرفوه رجلا مربوعا الی الحمرة والبیاض علیه ثوبا ممصر ان کأن راسه یقطر و أن لم یصبه بلل فیدق الصلیب و یقتل الخنزیر و یضع الجزیة و یدعوالناس الی الأسلام فیهلک الله فی زمانه الملل کلها الا الاسلام و یهلک الله فی زمانه المسیح الدجال و تقع الا منة علی الارض حتی ترتع ألاسود مع الابل و النمار مع البقر و الذئاب مع الغنم و یلعب الصبیان بالحیا ت لاتضرهم فیمکث أربعین سنة ثم یتوفی و یصلی علیه المسلمون۔

(سنن ابی داؤد کتاب الملاحم باب خروج الدجال مسند احمد ص ۴۰۶ وص ۴۰۷)

عبدالرحمٰن بن آدم نے ابوھریرہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تمام نبی باپ شریک بھائیوں کی طرح ہیں۔ ان کی مائیں الگ الگ ہیں اور ان کا دین ایک ہے اور میں عیسیٰ بن مریم سے سب سے زیادہ قرب رکھنے والا نبی ہوں۔ میرے اور ان کے درمیان کوئی نبی نہیں ہے۔ اور بے شک وہ اترنے والے ہیں تو انہیں جب دیکھو تو پہچان لینا۔ وہ میانہ قامت سرخ و سفید رنگ کے ہوں گے، دو ہلکے سرخ یعنی گلابی کپڑے پہنے ہوئے گویا کہ سر سے پانی ٹپک رہا ہے حالانکہ سر پانی سے تر نہ ہوگا۔ وہ صلیب کو (جو عیسائیوں کا امتیازی مذہبی نشان ہے) چور چور کر ڈالیں گے۔ خنزیر کو (جو عیسائیوں کی مرغوب غذا ہے) قتل کریں گے، جزیہ ختم کردیں گے اور لوگوں کو دعوت اسلام دیں گے۔ اللہ ان کے زمانہ میں اسلام کے سوا تمام مذہبوں کو ختم کردے گا اور ان کے زمانہ میں مسیح دجال کو ہلاک فرمائے گا، اور زمین پر امن و بے خوفی کا وقوع ہوگا حتیٰ کہ شیر اونٹوں کے ساتھ، تیندوے گایوں کے ساتھ اور بھیڑیے بکریوں کے ساتھ چریں گے اور بچے سانپوں سے کھیلیں گے۔ سانپ انہیں آزار نہ پہنچائیں گے۔ پس وہ چالیس سال رہ کر وفات پائیں گے۔ اور مسلمان ان کی نماز جنازہ پڑھیں گے۔

اس حدیث کا راوی عبدالرحمٰن بن آدم اہل علم میں سے نہ تھا۔ ایک طبیبہ کو جسے ام

برتن کہتے تھے راستے میں پڑا ہوا ایک بچہ ملا۔ ترس کھا کر اسے اٹھا لائی، عبدالرحمٰن نام رکھ کر اس کی پرورش کی کسی کو اس کے ماں باپ کا علم نہ تھا۔ حضرت آدم ابوالبشر کی طرف نسبت کرکے لوگ اسے عبدالرحمٰن بن آدم کہنے لگے۔ بڑا ہوگیا تو ام برتن نے عبیداللہ بن زیاد سے جو اس وقت خلیفہ یزید بن معاویہ کی طرف سے بصرہ کا حاکم تھا اس کی بیوی کے ذریعہ سفارش کرائی۔ عبیداللہ نے اسے سرکاری کام پر لگادیا۔ کچھ مدت کے بعد اس کے کام کا جائزہ لیا تو گڑ بڑ پائی تب معزول کرکے اس پر ایک لاکھ درہم کا تاوان ڈال دیا۔ اس نے دمشق جاکر امیرالمومنین یزید کی منت سماجت کی۔ آخر یزید کے حکم سے عبیداللہ نے اس سے لیا ہوا تاوان اسے واپس کردیا۔ عبدالرحمٰن بن آدم نے کچھ حدیثیں عبداللہ بن عمرو بن عاص اور ابوھریرہ سے روایت کی تھیں۔ (تھذیب التھذیب) ان میں سے دجال کے متعلق یہ حدیث ہے جس کی روایت کرنے کا گناہ قتادہ نے کمایا تھا۔ یہ حدیث سچ اور جھوٹ کا ملغوبہ ہے۔ یہ صحیح ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ألانبیاء اخوۃ علات امھاتھم شتی و دینھم واحد اور أنا أولی الناس بعیسی بن مریم لیس بینی و بینه نبی فرمایا ہے۔ اس کے بعد اس نے حضرت عیسی علیہ السلام کے متعلق جو بیان کیا ہے وہ سراسر جھوٹ ہے۔ اس جاہل کو یہ بھی معلوم نہ تھا کہ شیر، تیندوا، بھیڑیا درندے جانور ہیں۔ اس نے بتایا ہے کہ حضرت عیسی کے زمانہ میں یہ درندے چرندے بن جائیں گے۔ مبالغہ کرنے والے کہہ دیتے ہیں کہ فلاں بادشاہ فلاں راجہ کے دور حکومت میں شیر اور بکری ایک گھاٹ پانی پیتے تھے۔ ان کی مراد یہ نہیں ہوتی کہ فی الواقع ایسا ہوتا تھا بلکہ مقصود یہ بتانا ہوتا ہے کہ اس کا عہد امن و امان کا عہد تھا۔ مگر یہ کوئی نہیں کہتا کہ فلاں حکمراں کے عہد میں شیر اور اونٹ یا بھیڑیا اور بکری ساتھ چرتے تھے۔ یہ بس اسی جاہل عبدالرحمٰن بن آدم نے کہا ہے۔ اور ایک دروغ گوئی اس نے نسبۃً ہلکی کی ہے۔ یہ تو ذکر کیا ہے کہ حضرت عیسی کے زمانہ میں مسیح دجال ہلاک ہوگا۔ یہ بکواس نہیں کی کہ حضرت عیسی ہی دجال کو قتل کریں گے۔

حضرت ابوھریرہ سے مروی ان روایات کا مطالعہ ناظرین کو یہ یقین بخشے گا کہ کانے دجال سے متعلق ابوھریرہ سے کوئی بھی صحیح تو کیا حسن حدیث بھی ثابت نہیں ہے۔

اب خاص نزول مسیح والی روایت بھی پڑھ لیجئے۔ ان میں سے عبدالرحمٰن بن آدم کی روایت تو آپ کے علم میں آچکی ہے۔

(۱۳) ابن شہاب زھری کی روایت کی ہوئی حدیث صحیح بخاری و صحیح مسلم دونوں میں ہے۔ زھری سے لیث بن سعد و سفیان بن عیینہ و یونس بن یزید ایلی و معمر بن راشد جزری و صالح بن کیسان نے اس کی روایت کی ہے۔

﴿لیث﴾ کی روایت یہ ہے: **عن ابن شهاب عن ابن المسيب انه سمع اباهريرة يقول قال رسول الله ﷺ والذى نفسى بيده ليوشك ان ينزل فيكم ابن مريم حكما مقسطا فيكسر الصليب و يقتل الخنزير ويضع الجزية و يفيض المال حتى لا يقبله احد۔**

(صحیح بخاری ص۲۹۶ کتاب البیوع باب قتل الخنزیر، صحیح مسلم ص۸۷ اواخر کتاب الایمان طبع ہند، مسند احمد ۲ ص ۵۳۸، ترمذی ۲ ص ۴۶ ابواب الفتن)۔

زہری نے سعید بن میتب سے روایت کی کہ اس نے ابوھریرہ سے سنا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے یقیناً قریب ہے کہ تم مسلمانوں میں عیسیٰ بن مریم منصف حاکم بن کر نازل ہوں۔ صلیب توڑیں گے، خنزیر کو قتل کریں گے، جزیہ ختم کردیں گے اور مال کی ریل پیل ہوگی حتی کہ کوئی اسے قبول نہ کرے گا۔ یعنی کوئی غریب و مسکین نہ رہے گا۔

﴿سفیان﴾ کی روایت صحیح بخاری و سنن ابن ماجہ میں یہ ہے: **حدثنا الزهرى اخبرنى سعيد بن مسيب سمع ابا هريرة عن رسول الله ﷺ قال لاتقوم الساعة حتى ينزل فيكم ابن مريم حكما مقسطا۔** (صحیح بخاری ص۳۳۶ کتاب المظالم باب کسر الصلیب وقتل الخنزیر، سنن ابن ماجہ ص۳۰۸ ابواب الفتن طبع ہند)۔

مسلم نے بتایا ہے کہ ابن عیینہ کی روایت میں اماما مقسطا وحکما عدلا ہے (صحیح مسلم ۱ص۸۷) احمد نے بھی ابن عیینہ سے اس کی روایت کی ہے اور **يوشك ان ينزل فيكم ابن مريم** کہا ہے باقی متن لیث کی طرح ہے۔ (مسند م ص۲۴۰) ابن عیینہ روایت باللفظ کے پابند نہ تھے۔

﴿یونس﴾ کی روایت کا مسلم نے ذکر کیا ہے کہ اس میں حکماعادلا ہے اماما مقسطا نہیں ہے۔(ص ۸۷)

﴿معمر﴾ کی روایت یہ ہے والذی نفسی بیدہ لیوشک ان ینزل فیکم ابن مریم حکما عادلا و اماما مقسطا۔ (مسند احمد ۲ ص ۲۷۲)

﴿صالح بن کیسان﴾ کی روایت یہ ہے: عن ابن شهاب أن سعید بن المسیب سمع ابا هریرة قال قال رسول الله ﷺ والذی نفسی بیده لیوشکن أن ینزل فیکم ابن مریم حکما عدلا فیکسر الصلیب و یقتل الخنزیر و یضع الحرب و یفیض المال حتی لا یقبله احد حتی تکون السجدة الواحدة خیرا من الدنیا و ما فیها ثم یقول ابوهریرة. واقرء وا إن شئتم. و إن من اهل الکتٰب إلا لیؤمنن به قبل موته و یوم القیٰمة یکون علیهم شهیدا ۔(صحیح بخاری ص ۴۹۰ کتاب الانبیاء ذکر عیسی بن مریم، صحیح مسلم ا ص ۸۷ اواخر کتاب الایمان)

بخاری و مسلم کی ذکر کی ہوئی صالح بن کیسان کی اس روایت میں زہری کے دیگر تلامذہ کی روایت کی بہ نسبت اضافہ بھی ہے اور ایک غلطی بھی۔ غلطی یہ ہے کہ لیث و ابن عیینہ و یونس و معمر کی سب کی روایات میں یضع الجزیة ہے۔ صالح نے اس کی بجائے یضع الحرب کہا ہے۔ اصولا یہی سمجھا جائے گا کہ زہری نے تو یضع الجزیة کہا تھا۔ صالح نے بھول کر یضع الحرب کہہ دیا۔ اور اضافہ یہ ہے حتی تکون السجدة الواحدة خیرا من الدنیا وما فیها. (یہاں تک کہ ایک سجدہ دنیا اور اس کی کائنات سے بہتر ہوگا) مطلب یہ ہے کہ مسلمانوں کو مال کی پرواہ نہ ہوگی۔ ہر مسلمان پر بس عبادت حق کی دھن سوار ہوگی۔ کہ ایک سجدہ اسے پوری کائنات سے بہتر لگے گا۔ میں کہتا ہوں کہ زہری کے دیگر ثقہ شاگردوں کا اسے ذکر نہ کرنا اور تنہا صالح بن کیسان کا ہی اسے ذکر کرنا یہ معنی رکھتا ہے کہ یہ زہری کی بیان کی ہوئی بات نہیں ہے۔ صالح نے نہ معلوم کہاں سے لے کر اسے زہری سے سنی ہوئی حدیث میں جڑ دیا تھا۔ پس یہ اضافہ صالح کے وہم کا نتیجہ ہے۔

دوسرا اضافہ یہ ہے کہ صالح کی روایت میں مذکور ہے کہ ابوھریرہ یہ حدیث نبوی بیان کرنے کے بعد کہتے تھے کہ چاہو تو یہ آیت پڑھ لو اس سے میری ذکر کی ہوئی حدیث

کی تائید ہوتی ہے۔ و إن من اهل الكتاب إلاليؤمنن به قبل موته ، میں کہتا ہوں کہ فی الواقع حضرت ابوھریرہ نے نہ حدیث مذکور بیان کی تھی نہ اس کی تائید میں یہ آیت پڑھی تھی۔ یہ زھری کی ابوھریرہ پر افترا پردازی ہے، مگر عموما محدثین نے اسے صحیح باور کرلیا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ آیت میں بہ اور موتہ کی ضمیر مجرور کو زہری نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف راجع گمان کیا تھا۔اس کے مطابق آیت کا ترجمہ یہ ہوگا ''اہل کتاب میں کوئی نہیں ہے مگر کہ وہ ضرور ضرور عیسیٰ بن مریم پر ان کے مرنے سے پہلے ایمان لے آئے گا''۔ اس سے لوگوں نے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ ہنوز حضرت عیسیٰ کو موت نہیں آئی کیونکہ اللہ نے خبر دی ہے کہ اہل کتاب میں سے ہر شخص ہر یہودی اور ہر نصرانی حضرت عیسیٰ کے مرنے سے پہلے ان پر ضرور ضرور ایمان لے آئے گا۔ اور معلوم ہے کہ ان کے اٹھالئے جانے تک بنی اسرائیل کی اکثریت ان پر ایمان نہ لائی تھی اور یہود برابر آنحضرت کی شان میں گستاخی کرنے اور انہیں اللہ کا نبی نہ ماننے پر ڈٹے ہوئے ہیں۔ لہذا ماننا چاہئے کہ وہ زمین سے جسم سمیت زندہ اٹھالئے گئے تھے اور عالم بالا میں موجود ہیں۔ دجال کا خروج ہوگا تو اسے قتل کرنے اور تمام زمین میں اسلام پھیلانے کے لئے اتریں گے۔ دجال اور اس کے ساتھی یہودیوں کو قتل کر کے ایک مدت تک منصف حاکم بن کر رہیں گے تب بقیۃ السیف یہودیوں کو حضرت عیسیٰ پر ایمان لانا پڑے گا۔ اسی طرح اس وقت کے عیسائیوں کو بھی آنحضرت پر ایسا ہی ایمان لانا پڑے گا جیسا تمام مسلمانوں کو ان پر ایمان ہے۔ مگر اس پر یہ ناقابل حل سوال اٹھتا ہے کہ اس آیت کے نزول کے وقت جو ہزاروں کی تعداد میں اہل کتاب یہود و نصاریٰ موجود تھے ان میں سے تو بس معدودے چند ہی لوگ ایمان لائے تھے۔ ان کی اکثریت کفر پر برقرار رہی اور برقرار چلی آرہی ہے حالانکہ آیت کے الفاظ انہیں بھی متناول ہیں کیونکہ آپ یہ کہتے ہیں کہ اللہ نے وإن من اهل الكتاب إلا ليؤمنن به قبل موته فرما کر یہ خبر دی ہے کہ ہر کتابی شخص حضرت عیسیٰ کی موت سے پہلے ان پر ایمان ضرور لے آئے گا۔

یقیناً اس سوال کا کوئی جواب ممکن نہیں ہے لامحالہ ماننا پڑے گا کہ اس آیت کا وہ مطلب نہیں ہے جو زھری اور محدثین نے سمجھا ہے۔ زھری وغیرہ کی بنیادی غلطی ہے کہ اللہ

تعالیٰ کے اس ارشاد کو جملہ خبریہ قرار دے لیا تھا۔ حالانکہ یہ جملہ صورۃً خبریہ ہونے کے باوجود معنیً انشائیہ ہے۔ عربی ہی نہیں بلکہ ہر زبان میں یہ اسلوب معلوم و معروف ہے کہ تاکید کی خاطر جملہ خبریہ بولتے ہیں اور اس سے انشا یعنی امر و نہی مراد لیتے ہیں۔ آپ ملازم سے کہیں بازار جاؤ، فلاں چیز لے آؤ، کہیں مت رکو، یہ انشائیہ جملے ہیں۔ اور تاکید مقصود ہو تو کہتے ہیں تم بازار جاؤ گے، فلاں چیز لاؤ گے، اور کہیں نہ رکو گے۔ یہ جملے بظاہر خبریہ ہیں مگر معنیً انشائیہ ہیں۔ قرآن کریم میں بھی اس اسلوب کے تحت متعدد آیات ہیں۔ ارشاد ہوا ہے" و إذا اخذ الله میثاق الذین أو تو االکتٰب لتبیننه للناس ولا تکتمونه فنبذوه وراء ظهورهم. (آل عمران ۱۹۴) اور جب کہ اللہ نے اہل کتاب سے عہد لیا تھا کہ تم لازمی طور پر اس کو (یعنی کتاب اللہ کو) لوگوں سے بیان کرو گے اور اسے چھپاؤ گے نہیں پس انہوں نے اس عہد کو پس پشت ڈال دیا۔ اس آیت میں لتبیننه اور لا تکتمونه دونوں خبر ہیں مگر انشاء کے معنی میں ہیں۔ بغرض تاکید بینوه کی جگہ لتبیننّه اور لاتکتموه کی جگہ لا تکتمونه فرمایا ہے۔ اسی طرح میثاق النبیین والی آیت ہے" وإذ اخذ الله میثاق النبیین لما اتیتکم من کتاب و حکمة ثم جاء کم رسول مصدق لما معکم لتومنن به و لتنصرنه. (آل عمران ۹۴) ۔ظاہر ہے کہ مراد آمنوا به وانصروه لزوما ہے۔ اسی طرح آیت و إن من اهل الکتب إلا لیؤمنن به قبل موته ہے۔ یعنی اہل کتاب میں سے ہر شخص کو اپنے مرنے سے پہلے عیسیٰ بن مریم رسول اللہ پر ایمان لے آنا ضروری ہے۔ مقصد یہ ہے کہ جو اس حکم کو مانے گا عذاب الیم سے بچ جائے گا، اس کا انجام اچھا ہوگا۔ جو نہ مانے گا کہ حضرت عیسیٰ پر صحیح ایمان افراط و غلو سے پاک ایمان لائے بغیر مرے گا وہ ہمیشہ جہنم کے اندر مبتلائے عذاب رہے گا۔ پس اس میں لیؤمنن خبر ہے صورۃ اور انشاء ہے معنیً۔ امر غائب مذکر کے معنی میں عربی زبان میں اس ارشاد کی تفسیر یہ ہے۔ لیس احد من اهل الکتاب الا علیه ان یؤمن بعیسی بن مریم أنه رسول الله حقا قبل أن یموت ۔موته کی ضمیر مجرور احد من اهل الکتاب کی طرف راجع ہے۔ رہا یہ سوال کہ میں نے زهری کی روایت کی ہوئی اس حدیث کو غلط اور اس کی افترا پردازی کیوں بتایا ہے تو اس کا جواب آنے والی روایات سے مل جائے گا۔

بخاری نے کہا ہے حدثنا ابن بکیر ثنا اللیث عن یونس عن ابن شهاب عن نافع مولی ابی قتادة الانصاری أن اباهریرة قال قال رسول الله ﷺ کیف انتم اذا نزل ابن مریم فیکم و امامکم منکم. تابعه عقیل و الا وزاعی.

(صحیح بخاری ص ۴۹ کتاب الانبیاء)

یونس بن یزید ایلی نے ابن شہاب زھری سے اس نے ابوقتادہ انصاری کے آزاد کردہ غلام نافع سے روایت کی ہے کہ ابوھریرہ نے کہا فرمایا رسول اللہ ﷺ نے تم مسلمانوں کا کیا حال ہوگا جب تم میں عیسی بن مریم اتریں گے اس وقت تمھارا امام تم میں ایک شخص ہوگا۔ بخاری نے کہا ہے کہ عقیل بن خالد ایلی و اوزاعی نے زھری سے اسی اسناد کے ساتھ یہ روایت کی ہے۔ مسلم نے حرملہ بن یحیی سے اس نے عبداللہ بن وھب سے اس نے یونس سے اسی اسناد و متن کے ساتھ اور زھری کے بھتیجے محمد بن عبداللہ بن مسلم نے زہری سے اس اسناد کے ساتھ مگر متن یہ ہے۔ کیف انتم اذا نزل فیکم ابن مریم فامکم. (صحیح مسلم ص ۸۷)۔ یعنی عیسی نازل ہوکر تمھاری امامت کریں گے۔ معمر نے بھی زہری سے اسی اسناد کے ساتھ، اس میں ہے فامکم أو قال أمامکم منکم (مسند ص ۲۷۲)۔ ابن ابی ذئب نے بھی زھری سے اس اسناد کے ساتھ پھر ابن ابی ذئب سے عثمان بن عمر اور ولید بن مسلم نے۔ عثمان کی روایت میں وأمامکم منکم ہے اور ولید کی روایت میں فامکم منکم ۔ ولید بن مسلم کا بیان ہے کہ میں نے شیخ ابن ابی ذئب سے کہا کہ اوزاعی نے تو اس حدیث میں و امامکم منکم کہا تھا۔ آپ فامکم منکم کہہ رہے ہیں تو اس کا کیا مطلب ہے۔ جواب دیا امکم بکتاب ربکم و سنة نبیکم۔ (صحیح مسلم ص ۸۷) یعنی وہ قرآن و سنت محمدیہ کے مطابق تمھاری پیشوائی کریں گے۔ پس زہری نے نزول عیسی کی حدیث یونس و عقیل و اوزاعی و معمر و ابن ابی ذئب اور اپنے بھتیجے سے بیان کی تھی تو بتایا تھا کہ مجھے یہ حدیث نافع مولائے ابوقتادہ سے پہنچی ہے اور اس کے متن میں گڑ بڑ کی کہ کسی شاگرد سے و امامکم منکم بیان کردیا، کسی سے فامکم منکم کہہ دیا۔ کسی سے بطور شک دونوں لفظ ذکر کردیئے۔

اس کا مطلب یہ ہی تو ہوا کہ زھری کو یہ حدیث اچھی طرح یاد نہ تھی تو پھر بندۂ خدا

کو اسے روایت کرنے اور بخاری و مسلم کو اسے درج صحیح کر دینے کی کیا ضرورت تھی؟ اور سنیے! امام احمد نے کہا ہے کہ ہم سے بیان کیا یزید بن ھارون نے کہ ہمیں سفیان ثوری نے خبر دی زھری سے روایت کر کے اس نے حنظلہ بن علی بن اسقع اسلمی سے کہ ابوھریرہ نے کہا فرمایا رسول اللہ ﷺ نے۔ ینزل عیسی بن مریم فیقتل الخنزیر و یمحو الصلیب و تجمع له الصلوة و یعطی المال حتی لا یقبل و یضع الخراج و ینزل الروحاء فیحج منها أو یعتمر . قال و تلا ابوهریرة و ان من اهل الکتب الا لیؤمن به قبل موته. ای قبل موت عیسی. لا ادری هذا کله حدیث النبی ﷺ او شیٔ قاله ابوهریرة (مسند احمد ص ۲۹۰)

عیسیٰ بن مریم اتریں گے پس خنزیر کو قتل کریں گے۔ صلیب کو مٹا دیں گے اور ان کے لئے نماز جمع کر دی جائے گی یعنی وہی نماز پڑھایا کریں گے اور مال خوب دیں گے حتی کہ قبول نہ کیا جائے گا۔ اور خراج موقوف کر دیں گے۔ کہا زہری نے اور ابوھریرۃ نے یہ حدیث بیان کرنے کے بعد یہ آیت پڑھی۔ زھری نے کہا اس حدیث میں مقام رَوْحاء سے حضرت عیسیٰ کے احرام باندھنے پھر صرف حج یا صرف عمرہ یا قران کرنے کا جو ذکر ہے تو اس کا مجھے علم نہیں کہ یہ بھی حدیث نبوی ہے یا ابوھریرہ کی کہی ہوئی بات ہے۔ سفیان ثوری سے تو زھری نے یہ کہہ دیا تھا لیکن معمر بن راشد سے جزماً اسے حدیث نبوی کے طور پر ذکر کیا تھا۔ چنانچہ امام احمد نے عبدالرزاق سے اس نے معمر سے روایت کی ہے۔ عن الزهری عن حنظلة الا سلمی أنه سمع اباهریرة یقول قال رسول الله ﷺ لیهلن ابن مریم من فج الروحاء بالحج او العمرة او لیثنیّهما ۔ (مسند ص ۲۷۲)۔ پس زھری نے بعض شاگردوں کو یہ بتایا تھا کہ میں نے نزول مسیح کے متعلق ابوھریرہ کی حدیث سعید بن مسیب سے سنی تھی اور بعض کو یہ کہ نافع مولائے ابوقتادہ سے اور بعض کو یہ کہ حنظلہ اسلمی سے۔ اور زہری کے علاوہ کسی اور راوی نے یہ حدیث نہ سعید بن مسیب سے روایت کی ہے نہ نافع سے نہ حنظلہ اسلمی سے۔ اس سے یہ ہی مفہوم ہوتا ہے کہ یہ حدیث زہری کی ہی ساختہ پرداختہ ہے۔ الگ الگ اسناد اور الگ الگ متن کے ساتھ زہری نے مسلمانوں میں اسے پھیلانے کی حرکت کی تھی۔ بندۂ خدا نے یہ نہ سوچا کہ اللہ

تعالیٰ نے کسی بھی بندے کو نبوت و رسالت کا منصب عارضی طور پر نہیں دیا تھا۔ زھری وغیرہ نے نزول مسیح کی اناپ شناپ روایات مسلمانوں میں پھیلائی تھی اور باور کرایا تھا کہ جب عیسیٰ علیہ السلام دجال کو قتل کرتے پھر امت مسلمہ کی باگ ڈور سنبھالنے کے لئے نازل ہوں گے تو دیگر مسلمانوں کی طرح وہ بھی رسول اللہ ﷺ کے امتی اور پیروکار ہوں گے اور قرآن و سنت محمدیہ پر کاربند رہیں گے تو اس کا مطلب یہ ہی تو ہوتا ہے کہ وہ عارضی اور چند روزہ رسول اللہ تھے۔ زندگی کے پہلے مرحلے میں جب زمین پر تھے تو رسول اللہ تھے اور دوسرے مرحلے میں جب زمین پر آکر رہیں گے تو رسول اللہ نہ ہوں گے کیونکہ خاتم النبین محمد ﷺ کے بعد تو قیامت تک کوئی نبی آنے والا اور کوئی رسول مبعوث ہونے والا نہیں ہے پس زندگی کے دوسرے مرحلے میں حضرت عیسیٰ رسول نہ ہوں گے منصب نبوت سے معزول کر کے اللہ انہیں نازل کرے گا۔ کس قدر نامعقول اور بے ہودہ بات ہے جو دجال راویوں کی جھوٹی روایات کی وجہ سے حضرت عیسیٰ کے متعلق عام مسلمانوں کے دلوں میں بیٹھی ہوئی ہے۔

﴿عطاء بن میناء کی روایت﴾ مسلم نے کہا ہے حدثنا قتیبة بن سعید نا لیث عن سعید بن ابی سعید عن عطاء بن میناء عن ابی ھریرة انه قال قال رسول الله ﷺ والله لینزلن ابن مریم حکما عادلا فلیکسرن الصلیب و لیقتلن الخنزیر و لیضعن الجزیة و لتترکن القلاص فلا یسعیٰ علیها ولتذھبن الشحناء والتباغض و التحاسد ولیدعون الی المال فلا یقبله احد۔ (صحیح مسلم ص ۸۷)

ابوھریرہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ کی قسم عیسیٰ بن مریم منصف حاکم بن کر نازل ہوں گے۔ صلیب کو توڑ ڈالیں گے۔ خنزیر کو قتل کریں گے۔ جزیہ ختم کردیں گے (اور زکوۃ بھی) جو ان اونٹنیاں کتنی ہی ہوں زکاۃ وصول کرنے کے لئے ان کے مالکوں کے پاس کسی کو حکومت کی طرف سے نہ بھیجا جائے گا۔ اور دلوں سے کینہ بغض و حسد دور ہوجائے گا اور لوگوں کو مال لینے کے لئے بلایا جائے تو کوئی اسے قبول نہ کرے گا۔

یہ حدیث ابوھریرہ سے عطاء بن میناء مدنی نے جو عبیدالرحمٰن بن ابی ذباب کا آزاد

کیا ہوا غلام تھا اور اس سے سعید مقبری نے اور اس سے لیث بن سعد نے روایت کی ہے مگر نہ لیث نے یہ ذکر کیا کہ میں نے یہ حدیث سعید سے سنی تھی نہ سعید نے یہ بتایا کہ میں نے عطاء سے سنی نہ عطاء نے یہ کہا کہ میں نے ابوھریرہ سے سنی تھی۔ سب نے لفظ عن استعمال کیا ہے۔ اس کا غلط ہونا یوں بھی واضح ہے کہ اس میں مذکور ہے کہ حضرت عیسی زکاۃ ختم کردیں گے مال داروں سے زکاۃ وصول نہ کی جائے گی۔ شریعت محمدیہ کے عظیم رکن کو جو تمام سابق نبیوں کی شریعت میں بھی دین حق کا رکن رہا ہے وہ کیسے ختم کرسکتے ہیں اور ختم کریں گے تو یہ تو شریعت ثابتہ میں تبدیلی ہوگی۔ کوئی حاجتمند نہ رہے تو اسے بیت المال میں محفوظ رکھا جاسکتا ہے۔ اور کہا یہ جاتا ہے کہ حضرت عیسی قرآن و سنت کے تبع ہوں گے۔ باور کرنا چاہئے کہ نہ رسول اللہ ﷺ نے یہ بیان کیا تھا جو اس حدیث کا مضمون ہے نہ ابوھریرہ رضی اللہ عنہ نے اس کی روایت کی تھی۔ پوری حدیث راویوں کی گپ شپ ہے۔ بخاری نے اس کی تخریج نہیں کی۔ بس صحیح مسلم و مسند احمد میں ہے۔

﴿ولید بن رباح کی روایت﴾ امام احمد نے کہا ہے: حدثنا ابو احمد ثنا کثیر بن زید عن الولید بن رباح عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ ﷺ یوشک المسیح عیسی بن مریم ان ینزل حکما مقسطا و اما ماعدلا، فیقتل الخنزیر و یکسر الصلیب و تکون الدعوۃ واحدۃ فاقرء وہ او قال أقرئہ السلام من رسول اللہ و حدثہ فیصد قنی، فلما حضرتہ ابوفاۃ قال اقرء وہ منی السلام۔ (مسند ص ۳۹۴)

ہم سے بیان کیا ابواحمد زبیری نے کہ ہم سے بیان کیا کثیر بن زید نے، روایت کی ولید بن رباح سے اس نے ابوھریرہ سے کہا فرمایا رسول اللہ ﷺ نے قریب ہے کہ عیسی بن مریم نازل ہوں، منصف حاکم اور معدلت شعار پیشوا بن کر تو وہ خنزیر کو قتل کریں گے، صلیب کو توڑ دیں گے، تمام لوگوں کی پکار ایک ہوگی، یعنی روئے زمین پر سب مسلمان ہی ہوں گے تو تم لوگ ان سے میرا سلام کہنا۔ یا آپ نے خاص ابوھریرہ سے کہا کہ میرا انہیں سلام پہنچانا اور انہیں حدیث سنانا تو وہ میری تصدیق کریں گے۔ پس جب ابوھریرہ کے مرنے کا وقت آگیا تو حاضرین سے کہا کہ حضرت عیسی سے میرا سلام کہنا۔ اس حدیث کے

موضوع ہونے کی یہی دلیل کافی ہے کہ آپ نے صحابہ کو یا ابوھریرہ کو حکم دیا تھا کہ عیسی بن مریم سے میرا سلام کہنا۔ ظاہر ہے کہ یہ تو اسی صورت میں ہوسکتا تھا کہ رسول اللہ ﷺ کو یقین یا غالب گمان تھا کہ ابوھریرہ وغیرہ کی حضرت عیسی سے ملاقات ہوگی پھر بوقت وفات ابو ہریرہ رسول اللہ ﷺ کو بھول گئے۔ حاضرین سے بس یہ کہا کہ مسیح بن مریم سے میرا سلام کہنا۔ کہنا چاہئے تھا کہ رسول اللہ کا اور میرا سلام کہنا۔ اس حدیث کی اسناد میں دو راوی ضعیف و غیر ثقہ ہیں ایک کثیر بن زید مدنی جو بنی اسلم کے آزاد کردہ غلاموں میں سے تھا دوسرا اس کا شیخ ولید بن رباح مدنی جو عبدالرحمٰن بن ابی ذباب دوسی کا آزاد کردہ تھا۔ یہ حقیقت ہے کہ موالی (غلمٹے) جھوٹ بولنے میں عموماً زیادہ بے باک تھے۔

﴿محمد بن سیرین کی روایت﴾۔ احمد نے کہا ہے حدثنا محمد بن جعفر ثنا هشام بن حسان عن محمد عن ابی هريرة عن النبی ﷺ قال يوشک من عاش منكم ان يلقى عيسى بن مريم اماما مهديا و حكما عدلا فيكسر الصليب و يقتل الخنزير و يضع الجزية و تضع الحرب اوزارها۔ (مسند م ص ۴۱۱)

ہوسکتا ہے کہ تم میں سے جو شخص لمبی عمر پائے عیسی بن مریم سے ملاقات کرے حال یہ ہوگا کہ وہ ہدایت یافتہ پیشوا اور منصف حاکم ہوں گے۔ صلیب کو توڑیں گے خنزیر کو قتل اور جزیہ کو ختم کردیں گے اور جنگ اپنے بوجھ رکھ دے گی۔ یعنی امن و امان کا دور دورہ ہوگا۔ کاش احمق راویوں نے سوچا ہوتا کہ کیا رسول اللہ ﷺ کو توقع تھی کہ آپ کے اصحاب میں سے کوئی صاحب اتنے عمر رسیدہ ہوں گے کہ نازل ہونے پر حضرت عیسی سے ملاقات کرسکیں۔ الغرض خروج دجال و نزول مسیح کے متعلق حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے کوئی بھی صحیح حدیث مروی نہیں ہے۔

(٦)

انس بن مالک رضی اللہ عنہ

کی طرف منسوب حدیث دجال حمید الطویل قتادہ اسحاق بن عبداللہ بن ابی طلحہ ربیعہ یحیی بن سید انصاری شعیب بن حجاب و سنان بن سعد سے مروی ہے۔

(۱)۔ حمید سے یحیی بن سعید و یزید بن ھارون نے اور ان دونوں سے امام احمد

نے عن انس عن النبی ﷺ قال ان الدجال اعور العین الشمال علیها ظفرة غلیظة مکتوب بین عینیه کافر ۔ (مسند ۳ ص ۱۱۵)۔ یزید کی روایت میں ہے ممسوح العین الیسریٰ ۔ دجال بائیں آنکھ کا کانا ہے۔ اس پر موٹا سا ناخونہ ہے۔ اس کی آنکھوں کے درمیان کافر لکھا ہوا ہے۔

حمید طویل نے جو حدیثیں حضرت انس سے سنی تھیں انہیں بیان کرتے ہوئے سماع کی تصریح کیا کرتے تھے اور جو حدیثیں کسی اور شخص سے سنی ہوتیں اور وہ انہیں انس کی طرف منسوب کرتا اور چند اں ثقہ نہ ہوتا تو ان کی روایت سے پرہیز کرنے کے بجائے تدلیس کر کے اس کا نام حذف کر کے عن انس کہہ دیتے۔ قتادہ وغیرہ کی طرح حمید کو بھی کثرت روایت کا چسکا پڑا ہوا تھا۔ ظاہر ہے کہ یہ حدیث ایسی ہی ہے۔ نہ معلوم حمید نے کس سے سنی تھی۔ حمید نے یہ بھی نہ سوچا کہ دجال کے متعلق مشہور عام بات تو یہ ہے کہ وہ داہنی آنکھ کا کانا ہوگا۔ پس حمید کی روایت ضعیف و منقطع اور دیگر روایات کے خلاف ہے۔ بخاری و مسلم نے اس کی تخریج نہیں کی۔ یحییٰ بن سعید قطان و یزید بن ہارون بھی جانتے ہوں گے کہ یہ حدیث غلط ہے پھر انہیں اس کی روایت کرنے میں باک کیوں نہ ہوا۔ حالانکہ رسول اللہ ﷺ کا صحیح و معروف ارشاد ہے "کفی بالمرء ان یحدث بکل ماسمع" آدمی کے جھوٹا ہونے کے لئے یہ کافی ہے کہ وہ ہر سنی ہوئی بات بیان کردے۔ افسوس کہ ثقہ راویان احادیث نے بھی اس ارشاد کی سخت خلاف ورزی کی ہے۔

(۲)۔ قتادہ سے شعبہ نے یہ روایت کی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: مابعث نبی إلا أنذر امته الاعورا لکذاب. إلا أنه اعور و أن ربکم لیس باعور و أن بین عینیه مکتوبا کافر. (صحیح بخاری ص ۱۰۵۶ کتاب الفتن باب ذکر الدجال وص ۱۱۰۱ کتاب التوحید باب قوله ولتصنع علی عینی، صحیح مسلم ص ۴۰۰، مسند احمد ۳ ص ۱۰۳ و ۲۹۰، ترمذی ابواب الفتن، ابو داؤد کتاب الملاحم)۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ ہر نبی نے اپنی امت کو الاعور الکذاب سے خبردار کیا ہے یعنی بتایا ہے کہ وہ اعور ہوگا۔ حالانکہ ابن عمرو ابوہریرہ والی حدیث میں یہ ہے کہ یوں تو ہر نبی نے اپنی اپنی امت کو دجال سے خبردار کیا ہے لیکن خاص نبی ﷺ نے اس کے متعلق

بتایا ہے کہ وہ داہنی آنکھ کا کانا ہوگا۔ یہ بات کسی اور نبی نے نہیں بتائی۔ یہ دونوں حدیثیں بھی صحیح بخاری وغیرہ میں ہیں۔ ظاہر ہے کہ قتادہ کی روایت کی ہوئی یہ حدیث اس کے خلاف ہے۔ یہ تعارض اس کی دلیل ہے کہ نہ وہ صحیح ہے نہ یہ۔

نیز شعبہ نے قتادہ سے روایت کی ہے عن انس عن النبی ﷺ قال المدینة یاتیها الدجال فیجد الملائکة یحرسونها فلا یقربها الدجال ولا الطاعون ان شاء الله (صحیح بخاری ص ۱۰۵۶ کتاب الفتن باب لا یدخل الدجال المدینة)

شیبان نے قتادہ سے یہ کہ "و حدث انس بن مالک ان نبی الله ﷺ قال فی مابین عینیه مکتوب ک ف ر مهجّی یقول کافر یقرءہ کل امی و کاتب

ھشام دستوائی نے قتادہ سے یہ کہ الدجال مکتوب بین عینیه ک ف ر (صحیح مسلم ۲ ص ۴۰۰)۔

سعید بن ابی عروبہ نے قتادہ سے یہ روایت کی ہے۔ ان قائلا قال یا نبی الله امایرد الدجال المدینة، قال اما انه لیعمد الیها و لکنه یجد الملائکة صافة بنقابها یحرسونها من الدجال۔ (مسند ۳ ص ۲۰۶)۔ نیز یہ کہ ان بین عینیه مکتوب ک ف ر یقرءھا المؤمن امی و کاتب (مسند ۳ ص ۲۰۶) نیز یہ کہ لم یبعث نبی قبلی الا حذرامته الدجال الکذاب فاحذروہ فانه اعور الاوان ربکم لیس باعور۔ (مسند ۳ ص ۲۲۳)

پس قتادہ سے حدیث انس شعبہ و شیبان و سعید بن ابی عروبہ و ھشام دستوائی نے روایت کی ہے۔ حدیث ایک ہی ہے قتادہ نے اسے ٹکڑے ٹکڑے کر کے روایت کیا تھا۔ لیکن ان روایات میں سے کسی روایت کی اسناد میں مذکور نہیں ہے کہ حضرت انس نے یہ کہا ہو کہ میں نے نبی ﷺ سے سنا۔ دراصل تابعین کے عہد میں دجال کے متعلق یہ باتیں عام افواہوں کی طرح پھیل گئی تھیں جو غیر محتاط واعظین اور قصہ گو لوگوں نے پھیلائی تھیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا عہد ہوتا تو ان افواہوں پر قدغن عائد ہوتی۔ حضرت عمر کے بعد مسلمانوں کو کوئی علمی نگرانی کرنے والی شخصیت میسر نہیں آئی۔ تابعین میں افسانہ باز و افسانہ ساز واعظین کی کثرت ہوگئی تھی کیونکہ عوام میں عزت و شہرت حاصل کرنے کا یہ بڑا

کامیاب ذریعہ تھا۔ قتادہ نے ان سنی ہوئی افواہوں کو حضرت انس کی طرف منسوب کر کے حدیث مرفوع کے طور پر روایت کردیا تھا۔ بھلا یہ بات اپنے اندر کچھ معقولیت رکھتی ہے کہ دجال کی آنکھوں کے درمیان کافر یا ک ف ر لکھا ہوا ہوگا۔ جو بس مومن آدمی کو نظر آئے گا۔ کوئی مومن ان پڑھ ہوگا تو وہ بھی اسے پڑھ لے گا۔ مگر کسی کافر کو وہ مکتوب نظر نہ آئے گا۔ اور وہ مدینہ کی برہنہ تلواروں کے ساتھ حفاظت کرنے والے فرشتے اس وقت کہاں اڑ گئے تھے جب اشتر نخعی دجال کا کوفی لشکر اور تجیبی دجال کا مصری لشکر مدینہ پر چڑھ آیا تھا اور ذوالنورین عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو محترم مہینے اور محترم سرزمین میں ذبح کر کے مدینہ پر قابض ہوگیا تھا۔

(۳)۔ اسحاق سے یحییٰ بن ابی کثیر نے یوں روایت کی ہے عن انس بن مالک قال قال رسول اللہ ﷺ یجئ الدجال حتی ینزل فی ناحیۃ المدینۃ فترجف ثلاث رجفات فیخرج الیہ کل کافر و منافق۔

(صحیح بخاری ص ۱۰۵۵ کتاب الفتن، ذکر الدجال، مسند ۳ ص ۲۴۳)

حضرت انس سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ دجال آکر مدینہ کے کنارے میں پڑاؤ کرے گا تو مدینہ میں تین بار زلزلہ آئے گا تو مدینہ کے اندر سے ہر ایک کافر اور ہر ایک منافق دجال کی طرف نکل جائے گا۔ سبحان اللہ۔ عبدالرحمن حرقی کی روایت کے مطابق ابوہریرہ نے رسول اللہ ﷺ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ دجال مدینہ کا قصد کر کے آئے گا۔ جب کوہ احد کے پیچھے پہنچے گا تو فرشتے شام کی طرف اس کا رخ پھیر دیں گے، شام چلا جائے گا اور وہیں ہلاک ہوگا۔ اور اسحاق کی روایت کے مطابق انس نے آپ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ دجال مدینہ کے کنارے میں پڑاؤ کرے گا اور تین بار زلزلہ کے نتیجہ میں ہر کافر اور ہر منافق مدینہ سے نکل کر دجال کے کیمپ میں پہنچ جائے گا۔ یعنی وہ مدینہ سے بے نیل مرام واپس نہ ہوگا۔ باشندگان مدینہ میں سے اس کے مطلب کے لوگ نکل نکل کر اس کے پاس پہنچ جائیں گے۔ ظاہر ہے کہ یہ اس کی بڑی کامیابی ہوگی۔ افسوس کہ راویوں کو رسول اللہ ﷺ کی طرف متضاد باتیں منسوب کرنے میں کوئی باک نہ ہوتا تھا۔ اس حدیث کو درج صحیح کرتے ہوئے بخاری کو یہ خیال بھی نہ ہوا کہ مکہ و مدینہ کو اللہ تعالیٰ نے

کھلے ہوئے کفار سے محفوظ کر دیا ہے۔ جب مدینہ میں کوئی کافر نہ اب ہے نہ آئندہ ہوگا تو مدینہ سے ہر کافر کا دجال کی طرف نکلنا بے معنی بات ہے۔ اور اوزاعی نے جو امام و فقیہ محدث تھے یہ کہا ہے:

حدثنا اسحاق حدثني انس بن مالك عن النبي ﷺ قال ليس من بلد الا سيطأه الدجال الا مكة والمدينة. ليس من نقابها نقب الا عليه الملائكة صافين يحرسونها ثم ترجف المدينة باهلها ثلاث رجفات فيخرج الله كل كافر و منافق۔

(صحیح بخاری ص ۲۵۳ کتاب المناسک، فضائل المدینۃ، صحیح مسلم م ص ۴۰۵)

(۴)۔ ربیعہ کی روایت مسند میں ہے حدثنا محمد بن مصعب ثنا الاوزاعي عن ربيعة بن ابي عبدالرحمن عن انس بن مالك قال قال رسول الله ﷺ يخرج الدجال من يهود اصبهان معه سبعون الفلمن اليهود عليهم التيجان

(مسند ۳ ص ۲۲۴)

ربیعہ نے حضرت انس سے رروایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ دجال اصفہان کے یہودیوں میں سے نکلے گا۔ اس کے ساتھ ستر ہزار تاجپوش یہودی ہوں گے۔ یہ حدیث کتب ستہ میں نہیں ہے۔ منقطع السند ہے۔ کیونکہ ربیعہ نے حضرت انس سے کچھ نہیں سنا۔ شائد انہیں دیکھا بھی نہ تھا۔ تاج تو خاص شاہی ٹوپی کو کہتے ہیں۔ ستر ہزار تاج پوش یہودیوں کا دجال کے ساتھ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس کے ساتھ ستر ہزار یہودی بادشاہ ہوں گے۔ ظاہر ہے کہ یہ قیاس میں نہ آسکنے والا مبالغہ ہے۔ اور صحیح مسلم میں ہے کہ اوزاعی نے اسحاق بن عبیداللہ بن ابی طلحہ سے اور اس نے حضرت انس سے مرفوعا روایت کی ہے۔ يتبع الدجال من يهود اصبهان سبعون الفا عليهم الطيالسة۔ یعنی اصفہان کے یہود میں سے ستر ہزار طیلسان پوش یہودی دجال کے تابع ہوں گے۔ (صحیح مسلم ص ۴۰۵)۔ طیلسان ایک بیش قیمت قسم کی چادر کا نام ہے۔ مطلب یہ ہے کہ وہ دجال کے یہودی تابعین دولتمند و خوشحال ہوں گے۔ سند کے لحاظ سے یہ بھی منقطع ہے کیونکہ اوزاعی کا اسحاق سے سماع ثابت نہیں۔

(۵)۔ یحیی بن سعید کی روایت ترمذی میں ہے: حدثنا محمود بن غیلان نا ابو داؤد عن شعبة عن یحیی بن سعید عن انس بن مالک قال فتح القسطنطنیة مع قیام الساعة. قال محمود هذا حدیث غریب و القسطنطنیة تفتح عند خروج الدجال ۔ (قال الترمذی) والقسطنطنیة قد فتحت فی زمان بعض اصحاب النبی ﷺ۔ (سنن ترمذی الداب الفتن باب ماجاء فی علامات خروج الدجال)

ترمذی کے شیخ محمود بن غیلان نے ابوداؤد طیالسی سے اس نے شعیب سے اس نے یحیی بن سعید انصاری سے روایت کی ہے حضرت انس نے کہا قسطنطنیہ کی فتح قیامت قائم ہونے کے ساتھ ہے۔ یعنی قرب قیامت کی علامات میں سے ہے۔ حضرت انس کا یہ قول یقیناً صحیح ہے، غلط نہیں ہے۔ مگر محمود بن غیلان نے لفظ مع کو مقارنت زمانی کے معنی میں سمجھا۔ اس لئے اسے غریب یعنی غیر صحیح قرار دیا۔ حالانکہ بداھۃً مع اس میں مقارنت زمانی کے معنی میں نہیں ہے۔ احمق سے احمق آدمی بھی اس کا تصور نہیں کرسکتا کہ نفخ فی الصور شروع ہوجائے پھر قسطنطنیہ یا کوئی اور شہر یا قلعہ فتح ہوگا۔ پھر محمود بن غیلان نے اپنی طرف سے یہ ہانک دیا کہ قسطنطنیہ کی فتح خروج دجال سے قریبی زمانہ میں ہوگی۔ اور ترمذی نے اسی وجہ سے اسے باب علامات خروج الدجال کے تحت ذکر کردیا۔ مگر محمود بن غیلان کے قول کی تردید کردی یہ کہہ کر کہ خروج دجال تو آئندہ ہونے والا ہے اور شہر قسطنطنیہ تو بعض صحابہ کے زمانہ میں ہی فتح ہوچکا ہے۔ تعجب ہے کہ ایسے بے خبر شخص کو لوگ امام ترمذی کہتے ہیں۔ معلوم ہے کہ اس عظیم الشان شہر کو سلطان محمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ نے فتح کیا تھا۔ اسی لئے وہ سلطان فاتح کے لقب سے ملقب ہے۔

(۶)۔ شعیب بن حبحاب کی روایت یہ ہے کہ عن انس بن مالک قال قال رسول الله ﷺ الدجال ممسوح العین مکتوب بین عینیه کافر. قال ثم تهجاه ک ف ر یقرئه کل مسلم. (صحیح مسلم م ص ۴۰۰، مسند احمد ۳ ص ۲۱۱ و ۲۲۸ و ۲۴۹، سنن ابی داؤد کتاب الملاحم) شعیب نے نہ معلوم کس سے یہ حدیث سن لی تھی۔ حضرت انس سے نہیں سنی۔

(۷)۔ سنان بن سعد۔ سنن ابن ماجہ میں ہے: عن یزید بن ابی حبیب عن

سنان بن سعد عن انس بن مالک قال قال رسول الله ﷺ بادروا بالاعمال ستا. طلوع الشمس من مغربها والدخان و دابة الارض و خويصة احدكم و امر العامة ۔ (ص ۳۰۴ ابواب الفتن باب الآیات)۔ سنان بن سعد مجہول شخص ہے۔ ابن سعد نے اسے منکر الحدیث بتایا ہے۔ دراصل یہ سرے سے کوئی حدیث ہی نہیں ہے۔ علاء بن عبدالرحمٰن اور زیاد رباح نے اسے ابوھریرہ کی حدیث بتایا ہے اور سنان بن سعد نے انس کی حدیث۔ الحاصل حضرت انس سے دجال کے متعلق کوئی صحیح حدیث مروی نہیں ہے۔

(۷)

ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا

سے حدیث دجال حسن بصری و ابوصالح ذکوان اور ذکوان مولائے عائشہ وعروہ بن زبیر وعمرہ بنت عبدالرحمٰن کے طریق سے مروی ہے۔

(۱) حسن بصری کی روایت مسند احمد میں ہے: حدثنا عفان ثنا حماد بن سلمة عن علی بن زید عن الحسن عن عائشة ان رسول الله ﷺ ذکر جهدا شدیدا یکون بین یدی الدجال. فقلت یا رسول الله فاین العرب یومئذ قال العرب یومئذ قلیل فقلت مایجزی المؤمن من الطعام؟قال ما یجزی الملائکة التسبیح و التکبیر و التحمید و التهلیل. قلت فأی المال یومئذ خیر؟ قال غلام شدید یسقی اهله من الماء و اما الطعام فلا طعام۔ (مسند ٦ ص ۱۲۵)

علی بن زید بن جدعان کذاب نے حسن بصری سے روایت کی ہے اس نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ دجال کے سامنے لوگ بھوک پیاس کی سخت تکلیف میں ہوں گے۔ میں نے عرض کیا اس وقت اہل عرب کہاں ہوں گے؟ فرمایا عرب اس زمانہ میں کم ہوں گے۔ تو میں نے عرض کیا اہل ایمان کو غذا کی بجائے کیا چیز کفایت کرے گی؟ فرمایا وہی چیز جو فرشتوں کو کفایت کرتی ہے یعنی سبحان اللہ اور الحمد للہ اور اللہ اکبر اور لا الہ الا اللہ کہنا۔ میں نے عرض کیا اس وقت کونسا مال بہتر ہوگا؟ فرمایا مضبوط غلام جو پانی لاکر اپنے مالکوں کو پلائے۔ رہا کھانا تو کھانا ہوگا ہی نہیں۔ یہ اول سے آخر تک علی بن زید بن جدعان کی گھڑی ہوئی حدیث ہے۔ چالاکی اس نے یہ کی ہے

کہ عن الحسن عن عائشۃ کہا ہے۔ حسن بصری مشہور بزرگ تابعی تھے۔ سوچا کہ حسن بصری کے نام و شہرت کی وجہ سے میری روایت لوگوں میں مقبول ہو جائے گی۔ اگر کسی جاننے والے کو خیال ہوا کہ حسن بصری نے تو حضرت عائشہ سے کوئی حدیث سنی ہی نہیں تو وہ اسے حسن کی مرسل روایت قرار دے گا۔ کیونکہ حسن بصری کثیر الارسال تھے۔ بکثرت مرسل روایات ان سے مروی ہیں۔!!

(۲) ذکوان ابو صالح کی روایت بھی مسند احمد میں ہے۔ حدثنا سلیمان بن داؤد ثنا حرب بن شداد عن یحیی بن ابی کثیر ثنی الحضرمی بن لاحق أن ذکوان اباصالح اخبرہ أن عائشۃ اخبرتہ قالت دخل علی رسول اللہ ﷺ و أنا ابکی. فقال لی مایبکیک؟ قلت یا رسول اللہ ﷺ ذکرت الدجال فبکیت. فقال إن یخرج الدجال وأنا حی کفیتکم و إن یخرج بعدی فإن ربکم لیس باعور. إنہ یخرج فی یھودیۃ اصبھان حتی یأتی المدینۃ ینزل ناحیتھا و لھا یومئذ سبعۃ ابواب. علی کل نقب منھا ملکان فیخرج الیہ شرار اھلھا حتی یأتی فلسطین باب لد فینزل عیسی علیہ السلام فیقتلہ ثم یمکث عیسی فی الأرض اربعین سنۃ إما ماعد لا و حکما مقسطا (مسند ۶ ص ۷۵)

حضرمی بن لاحق کذاب خبیث نے کہا کہ ابو صالح ذکوان نے اسے بتایا کہ حضرت عائشہ نے اسے بتایا کہ نبی ﷺ میرے پاس آئے میں رو رہی تھی۔ فرمایا کیوں رو رہی ہو؟ میں نے کہا یا رسول اللہ مجھے دجال کا خیال آگیا (کہ زبردست فتنہ ہوگا جس سے بچنا دشوار ہوگا) اس لئے میں رو پڑی۔ فرمایا میری زندگی میں وہ نکلے تو میں اسے سلٹ لوں گا اور میرے بعد نکلے تو بس یہ دھیان رکھنا کہ تمھارا رب کانا نہیں ہے۔ وہ اصفہان کے یہودیوں کی معیت میں نکلے گا یہاںتک کہ مدینہ آدھمکے گا۔ اس کے کنارے پڑاؤ کرے گا۔ اس وقت شہر مدینہ کے سات دروازے ہوں گے۔ مدینہ کی ہر گلی پر دو فرشتے مقرر ہوں گے۔ اہل مدینہ میں سے برے لوگ نکل کر اس کے پاس پہنچ جائیں گے۔ تب وہ فلسطین میں باب لد پر پہنچے گا۔ عیسی علیہ السلام اتر کر اسے قتل کریں گے اور مسلمانوں کی باگ ڈور سنبھال کر چالیس سال عدل و انصاف کے ساتھ حکومت کریں گے۔ یہ حدیث حضرمی بن

لاحق کی گھڑی ہوئی ہے جو ایک قصہ گو شخص تھا۔ جیسا کہ تہذیب التہذیب وغیرہ میں ہے۔ یحی بن ابی کثیر نے کچھ سوجھ بوجھ سے کام لیا ہوتا تو اس کی روایت کرنے کا گناہ نہ کماتا۔

(۳) ذکوان مولائے عائشہ کی روایت ابن ابی ذئب نے بیان کی ہے: عن محمد بن عمرو بن عطاء عن ذکوان عن عائشة قالت جائت یهودیة فاستطعمت علی بابی فقالت اطعمونی اعاذکم الله من فتنة الدجال و من فتنة عذاب القبر قالت فلم ازل احبسها حتی جاء رسول الله فقلت یا رسول الله مایقول هذه الیهودیة؟ قال وما تقول قلت تقول اعاذکم الله من فتنة الدجال ومن فتنة عذاب القبر. قالت فقام رسول الله ﷺ فرفع یدیه مدا یستعیذ بالله من فتنة الدجال و من فتنة عذاب القبر. ثم قال اما فتنة الدجال فانه لم یکن نبی إلا قد حذر امته و ساحذرکم تحذیرا لم یحذره نبی امته. إنه اعور والله عز و جل لیس باعور مکتوب بین عینیه کافر یقرئه کل مؤمن. واما فتنة القبر فبی تفتنون وعنی تسئلون۔ الخ (مسند ۶ ص ۱۳۹)

محمد بن عمرو بن عطاء نے ذکوان سے اس نے اپنی مالکہ حضرت عائشہ سے روایت کی ہے کہ ایک یہودی عورت نے میرے دروازے پر کھانا مانگا کہ مجھے کھانے کو دو اللہ تمہیں دجال کے فتنہ سے اور عذاب قبر کے فتنہ سے بچائے۔ میں نے اسے روکے رکھا یہانتک کہ رسول اللہ ﷺ آگئے تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ یہ یہودیہ کیا کہہ رہی ہے؟ فرمایا کیا کہہ رہی ہے۔ میں نے کہا یہ کہ اللہ تمہیں فتنۂ دجال سے اور فتنۂ عذاب قبر سے بچائے۔ یہ سن کر آپ نے کھڑے ہو کر دعا کے لئے دونوں ہاتھ پھیلائے۔ آپ فتنۂ دجال اور عذاب قبر سے اللہ کی پناہ مانگ رہے تھے۔ دعا کے بعد فرمایا: رہا فتنۂ دجال تو ہر ایک نبی نے اپنی امت کو اس سے ڈرایا ہے میں بھی تم مسلمانوں کو اس سے ڈراتا ہوں اور ایسی بات بتاتا ہوں جو کسی اور نبی نے نہیں بتائی۔ بے شک وہ کانا ہے اور اللہ بزرگ و برتر کانا نہیں ہے۔ اس کی آنکھوں کے درمیان کافر لکھا ہوا ہے جسے ہر ایک مومن پڑھے گا۔ اور رہا فتنۂ قبر تو میرے ہی متعلق تمہاری آزمائش ہوگی اور میرے متعلق ہی تم سے پوچھا جائے گا۔ اس کے بعد کافی لمبی روایت ہے جس میں قبر کی پوچھ گچھ اور اس کے انجام کا ذکر ہے۔

یہودیہ کی یہ کہانی دجال راویوں کی گھڑی ہوئی ہے جیسا کہ "صحیح بخاری کا مطالعہ حصہ اول" قسط اول میں میں نے واضح دلائل کے ساتھ لکھا ہے۔ ذکوان ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا کا غلام تھا۔ متعدد منکر اور غلط حدیثیں اس سے مروی ہیں۔ اللہ جانے کہ غلط بیانی کا ارتکاب خود اس نے کیا تھا یا جھوٹے راویان اخبار اس کے کاندھے پر رکھ کر جھوٹ کی بندوق داغتے تھے۔ اسرائیلی صحیفوں میں نہ دجال کا ذکر ہے نہ عذاب قبر کا پھر یہودی بھکارن کو اس کا علم کیسے ہوگیا تھا یا معاذاللہ وہ نبی تھی کہ اس پر اس کی وحی نازل ہوئی تھی؟ اور کیا یہ تصور میں آنے والی بات ہے کہ رسول اللہ ﷺ اس کی بات سن کر ایسے متاثر ہوئے ہوں کہ فوراً اٹھ کر ہاتھ پھیلا کر فتنۂ دجال اور عذاب قبر سے بچانے کی اللہ سے دعا فرمائی ہو۔ میں سمجھتا ہوں کہ محمد بن عمرو بن عطار قصہ گو نے ہی یہ سب کچھ گھڑ کر گرمی محفل کے لئے ذکوان غریب کی طرف منسوب کردیا تھا تاکہ اس نسبت سے اس کی یہ گپ شپ مسلمانوں میں مقبول ہوجائے۔

(۴) عروہ بن زبیر سے ابن شہاب زہری و ہشام بن عروہ نے، زہری کی روایت یہ ہے: اخبرنا عروة بن الزبير عن عائشة زوج النبی ﷺ اخبرته أن رسول الله ﷺ كان يدعو فی الصلاة. اللهم إنی اعوذبک من عذاب القبر و اعوذبک من فتنة المسيح الدجال و اعوذ بک من فتنة المحيی و الممات. اللهم إنی اعوذ بک من المأثم و المغرم۔

(صحیح بخاری ص ۱۱۵ کتاب الصلاۃ باب الدعاء قبل السلام و ص ۳۲۲ کتاب الاستقراض باب من استعاذ من الدین)۔

ہشام کی روایت یہ ہے: عن ابيه عن عائشة ان النبی ﷺ كان يقول اللهم إنی اعوذ بک من الكسل والهرم والمأثم والمغرم و من فتنة القبر و عذاب القبر و من فتنة النار و عذاب النار و من شر فتنة الغنى و اعوذبک من فتنة الفقر و اعوذبک من فتنة المسيح الدجال. اللهم اغسل عنی خطاياى بالماء و الثلج والبرد. ونق قلبی من الخطايا كما نقيت الثوب الابيض۔

(صحیح بخاری ص ۹۴۲ و ۹۴۳ کتاب الدعوات، صحیح مسلم ص ۲۱۷، ابن ماجہ،

ابوداؤد، ترمذی)

(۵) عمرہ بنت عبدالرحمٰن کی حدیث سنن نسائی میں ہے بسند صحیح۔ اخبرنا قتیبة نا سفیان عن یحیی (هو ابن سعید الانصاری) عن عمرة عن عائشة أن النبی ﷺ کان یستعیذ من عذاب القبر و من فتنة الدجال و قال إنکم تفتنون فی قبورکم. (سنن نسائی، کتاب الجمائز، التزمن عذاب القبر حدیث ۲)

ان روایات کے ملاحظہ سے ثابت ہوا کہ ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے بسند صحیح صرف یہ مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ فتنۂ مسیح دجال سے اللہ کی پناہ مانگا کرتے تھے۔ اس دعا کا مطلب میں بیان کرآیا ہوں کہ مسیح دجال سے مراد خاص ایک شخص نہیں ہے جو کانا ہوگا جس کی آنکھوں کے درمیان کافر لکھا ہوا ہوگا جسے حضرت عیسیٰ آسمان سے اتر کر قتل کریں گے۔ بلکہ اس سے مراد دمفسد و فتین شخص ہے جو شیطان کا آلۂ کار ہو۔ حسن بصری و ابوصالح ذکوان اور ذکوان مولائے عائشہ کے طریق سے دجال کے متعلق جو روایات ہیں وہ سب جھوٹی اور دجال راویوں کی گھڑی ہوئی ہیں۔

(۸)

حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ

سے حدیث دجال ربعی بن حراش کوفی ابووائل شقیق بن سلمہ کوفی سبیع بن خالد ضبی کوفی اور خالد بن خالد یشکری کوفی کے طریق سے مروی ہے۔

(۱) ربعی سے سعد بن طارق یعنی ابو مالک اشجعی و عبدالملک بن عمیر و نعیم بن ابی ہند و منصور بن معتمر نے روایت کی ہے۔

﴿ابو مالک﴾۔ سے یزید بن ھارون نے اس سے ابوبکر بن ابی شیبہ و احمد بن حنبل نے۔ ابوبکر کی روایت یہ ہے:

عن حذیفة قال قال رسول الله ﷺ لانا اعلم بمامع الدجال منه. معه نهران یجریان احدهما رأی العین ماء ابیض و الآخر رای العین نار تأجج. فاما ادرکن احدمنکم فلیأت النهر الذی یراه نارا ولیغمض ثم یطاطئ راسه فیشرب منه فانه ماء بارد و ان الدجال ممسوح العین علیها ظفرة غلیظة مکتوب بین

عینیه کافر یقرأہ کل مؤمن کاتب و غیر کاتب۔

(صحیح مسلم ۲ ص ۴۰۰ طبع ہند)

حذیفہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو دجال کے ساتھ ہوگا اسے میں اس سے زیادہ جاننے والا ہوں۔ اس کے ساتھ دو بہتی ہوئی نہریں ہوں گی۔ دیکھنے میں ایک نہر نتھرے پانی کی ہوگی اور دوسری نہر شعلہ زناں آگ کی پس اگر تم میں سے کوئی اس وقت کو پا جائے تو آگ والی نہر پر پہنچے اور آنکھ بند کر کے سر جھکا کر اس سے پیئے تو یقیناً وہ ٹھنڈا پانی ہوگا اور بے شک دجال کانا ہے۔ اس کی آنکھ پر موٹا سا ناخونہ ہے۔ اس کی آنکھوں کے درمیان کافر لکھا ہوا ہے جسے ہر ایک مومن پڑھے گا پڑھا ہوا ہو یا ان پڑھ ہو۔

اس جھوٹی حدیث کے متن میں فـامـا ادر کن احد قطعا غلط لفظ ہے۔ نون ثقیلہ ماضی کے آخر میں نہیں آتا۔ نون تاکید ثقیلہ ہو یا خفیفہ مضارع کے آخر میں ہی لگتا ہے۔ فاما یدر کنه احد ہونا چاہئے تھا۔ یہ غلطی ناسخ کی ہے یا کسی راوی کی۔

یہ ہی احمد کی روایت ہے (مسند ۵ ص ۳۸۶) لیکن اس میں ہے و ان الـدجـال مـمسـوح العین الیسـریٰ۔ ابوبکر بن ابی شیبہ نے یہ خیال کر کے کہ ابن عمر وغیرہ کی حدیث میں تو دجال کو اعور العیـن الیـمنیٰ بتایا گیا ہے حذیفہ والی اس حدیث سے لفظ الیسریٰ ساقط کر دیا تھا۔ حالانکہ دین اور عقل سلیم کا تقاضا یہ تھا کہ اس پوری حدیث کو روایت کرنے کی غلطی نہ کی جاتی۔ اس کے راوی سعد بن طارق ابو مالک اشجعی کے متعلق تھذیب التھذیب میں ہے کہ یحییٰ بن سعید قطان نے اسے متروک الحدیث قرار دیا تھا۔ صحیح بخاری میں اس کے طریق سے کوئی روایت نہیں ہے۔

﴿عبدالملک بن عمیر﴾ کی روایت بھی اسی مضمون کی ہے۔ اس کی تخریج بخاری و مسلم و احمد نے کی ہے۔ (صحیح بخاری ص ۴۹۰ کتاب الانبیاء باب ماذکر عن بنی اسرائیل و ص ۱۰۵۶ کتاب الفتن، صحیح مسلم ۲ ص ۴۰۰، مسند ۵ ص ۳۹۵ و ۳۹۹)

عبدالملک سے مروی حدیث میں تصریح ہے کہ ابو مسعود انصاری نے حذیفہ کی حدیث سن کر تصدیق کی تھی کہ خود میں نے بھی یہ بات رسول اللہ ﷺ سے سنی ہے۔ نیز یہ

کہ ربعی بن حراش نے کہا تھا کہ میں ابو مسعود انصاری کے ساتھ حذیفہ کے پاس گیا تھا۔ حذیفہ سے ابو مسعود نے کہا کہ تم نے رسول اللہ ﷺ سے جو سنا ہے بیان کرو تب حذیفہ نے یہ حدیث بیان کی تھی۔ عبدالملک مدلس بھی تھا اور نہایت مضطرب الحدیث بھی۔

﴿نعیم بن ابی ھند﴾ کی روایت صحیح مسلم میں ہے۔ عن ربعی بن حراش أنه اجتمع حذیفة و ابو مسعود فقال حذیفة لا نا بمامع الدجال اعلم منه ان معه نهرا من ماء و نهرا من نار فاما الذی ترون أنه نار ماء و اما الذی ترون انه ماء نار فمن ادرک ذالک منکم فاراد الماء فلیشرب من الذی یری انه نار فانه یجده ماء . قال ابو مسعود هکذا سمعت النبی ﷺ یقول (صحیح مسلم ۲ ص ۴۰۰)

ظاہر ہے کہ نعیم کی روایت کے مطابق حذیفہ نے جو بیان کیا تھا ان کا قول ہے حدیث مرفوع نہیں ہے۔ ابو مسعود نے بتایا کہ یہ حدیث مرفوع ہے۔ اور نعیم کی اس روایت میں تصریح ہے کہ حذیفہ نے اپنے متعلق کہا تھا کہ جو دجال کے پاس ہوگا اس کا دجال سے بڑھ کر مجھے علم ہے۔ اور ابو مالک کی روایت میں یہ تصریح ہے کہ یہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے متعلق فرمایا تھا۔

﴿منصور﴾۔ کی روایت بھی بعینہ نعیم کی روایت کی طرح ہے جو سنن ابی داؤد کتاب الملاحم میں ہے۔ اس کی منصور سے جریر بن عبدالحمید نے روایت کی تھی۔ لیکن شیبان نے یہ کہا ہے عن منصور عن ربعی بن حراش عن حذیفة بن الیمان قال قال رسول الله ﷺ لانا اعلم بما مع الدجال منه إن معه نارا تحرق و نهر ماء بارد۔ الخ (مسند ۵ ص ۲۹۳)۔ پس منصور سے مروی حدیث کی دونوں روایتوں میں شدید اختلاف و تعارض ہے۔ لہذا بقاعدہ اذا تعارضا تساقطا دونوں روایتیں ساقط ہیں۔ پس بخاری و مسلم کی تخریج کے باوجود ربعی بن حراش سے مروی یہ حدیث صحت سے بہت بعید ہے۔ اس کے متن میں دیگر روایات سے یہ اختلاف ہے کہ اس میں دجال کے ساتھ دو نہریں بتائی گئی ہیں۔ ایک پانی کی اور ایک آگ کی۔ دیگر روایت میں پانی کی نہر کی بجائے جنت کا ذکر ہے۔ دراصل فضول گو راویوں نے اسے ربعی بن حراش کی طرف غلط منسوب کردیا تھا۔ نہ حضرت حذیفہ نے یہ حدیث بیان کی تھی نہ ربعی نے اس کی روایت کی

تھی۔ یہ اختلاف بھی قابل لحاظ ہے کہ لانا اعلم بمامع الدجال منہ کو اس کی بعض روایات میں رسول اللہ ﷺ کا قول بتایا ہے اور بعض میں حذیفہ کا۔ اور حق یہ ہے کہ نہ وہ درست ہے نہ یہ۔ پھر پانی اور آگ کی نہروں کو ساتھ لئے پھرنا معقولیت سے کوئی تعلق نہیں رکھتا۔ یہ سب فضول گوراویوں کی ہرزہ سرائی ہے۔

(۲) اب شقیق ابو وائل کی روایت پڑھیے۔ ابو معاویہ محمد بن حازم نے کہا ہے کہ ہم سے اعمش نے بیان کیا "عن شقیق عن حذیفة قال قال رسول الله ﷺ الدجال اعور العین الیسری جفال الشعر معه جنة ونار فناره جنة و جنته نار" (صحیح مسلم ۲ ص ۴۰۰۔ مسند احمد ۵ ص ۳۸۳ و ۳۹۷۔ سنن ابن ماجہ ص ۳۰۵ طبع ہند)

حذیفہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: دجال بائیں آنکھ کا کانا ہے۔ بہت بالوں والا اس کے ساتھ جنت بھی ہے اور آگ بھی تو اس کی آگ جنت ہے اور اس کی جنت آگ ہے۔ شقیق کی روایت میں پانی کی نہر کی جگہ جنت کا ذکر ہے۔ یہ روایت بھی محض بکواس ہے۔

(۳)۔ سبیع بن خالد ضبی کوفی کی روایت شعبہ نے بیان کی تھی کہ ابو التیاح یعنی یزید بن حمید ضبی نے کہا: سمعت صخرا یحدث عن سبیع قال ارسلو نی من ماء الی الکوفة اشتری الدواب فاذا رجل علیه جمع. قال فاما صاحبی فانطلق الی الدواب و أما أنا فاتیته فاذا هو حذیفة فسمعته یقول کان اصحاب رسول الله ﷺ یسألونه عن الخیر و اساله عن الشر فقلت یا رسول الله هل بعد هذا الخیر شر کما کان قبله شر؟ قال نعم. قلت فما العصمة منه؟ قال السیف احسب. قال قلت ثم ماذا؟ قال تکون هدنة علی دخن. قلت ثم ماذا؟ قال ثم تکون دعاة الضلالة فان رأیت یومئذ خلیفة الله فی الارض فالزمه و إن نهک جسمک و أخذ مالک فإن لم تره فاهرب فی الارض ولوان تموت و انت عاض یجذل شجرة. قلت ثم ماذا؟ قال ثم یخرج الدجال. قلت فبما یجیٔ معه قال بنهرا وقال ماء و نار. فمن دخل نهره حط اجره ووجب وزره و من دخل ناره وجب اجره وحط وزره. قلت ثم ماذا؟ قال لو انتجت فرسا لم ترکب فلوها حتی تقوم

الساعۃ۔ (مسند ۵ ص ۴۰۳)۔

میں نے صخر بن بدر سے سنا وہ روایت کررہا تھا سبیع بن خالد سے سبیع نے ذکر کیا تھا کہ مجھے (اور ایک شخص کو) قبیلہ کے لوگوں نے ایک تالاب سے (جس کے قریب قبیلہ رہتا تھا) مویشی خریدنے کے لئے کوفہ بھیجا۔ ایک جگہ دیکھا کہ ایک شخص کی بات سننے کے لئے بہت سے لوگ جمع ہیں۔ میرا ساتھی تو وہاں چلا گیا جہاں جانور بکتے تھے اور میں اس شخص کی طرف جاکر مجمع میں شامل ہوگیا۔ دیکھا تو وہ مشہور صحابی حذیفہ بن یمان ہیں۔ میں نے سنا کہ کہہ رہے تھے کہ رسول اللہ ﷺ سے اور لوگ تو خیر کے متعلق پوچھا کرتے تھے اور میں آپ سے شر کے متعلق پوچھتا رہتا تھا۔ پس میں نے عرض کیا یا رسول اللہ یہ خیر جو آپ کی بدولت ہمیں نصیب ہوئی کیا اس کے بعد کوئی شر ہے جیسا کہ اس سے پہلے شر تھا۔ فرمایا ہاں اس خیر کے بعد شر ہے۔ میں نے کہا تو اس سے بچاؤ کا کیا ذریعہ ہے؟ فرمایا تلوار میں سمجھتا ہوں۔ میں نے کہا پھر کیا ہے؟ فرمایا صلح ہوگی کچھ اندرونی فساد لئے ہوئے۔ میں نے کہا پھر کیا ہے؟ فرمایا گمراہی کی دعوت دینے والوں کا دور دورہ ہوگا اس وقت اگر تجھے زمین میں کوئی اللہ کا خلیفہ نظر آئے تو اس کے ساتھ لگ جانا اگرچہ وہ تجھے زدوکوب کرے اور تیرا مال چھین لے۔ پس اگر تو اللہ کا خلیفہ نہ دیکھے تو زمین میں بھاگ جانا اگرچہ کسی درخت کی جڑ کو دانتوں سے پکڑے ہوئے تجھے موت آجائے۔ میں نے کہا پھر کیا ہوگا؟ فرمایا پھر دجال نکلے گا۔ میں نے کہا تو وہ کیا چیز لائے گا؟ کہا ایک نہر لائے گا یا یہ فرمایا کہ پانی لائے گا اور آگ لائے گا پس جو شخص اس کی نہر میں داخل ہوگا اس کا ثواب اکارت ہوگا گناہ لازم اور جو اس کی آگ میں داخل ہوگا اس کا ثواب لازم اور گناہ کا بوجھ ختم۔ میں نے کہا پھر کیا ہوگا؟ فرمایا اگر تیری گھوڑی نے بچہ دیا ہو تو تجھے اس کے بچھڑے پر سوار ہونے کا وقت نہ آئے گا کہ قیامت آدھمکے گی۔

اس کا راوی صخر بن بدر عجلی بصری مجہول الحال ہے اس نے صرف سبیع بن خالد سے اور اس سے صرف ابوالتیاح نے بس یہی حدیث روایت کی ہے۔ تہذیب التھذیب میں اس کے متعلق لکھا ہے ذکرہ ابن حبان فی الثقات۔ نادان لوگ اس سے دھوکا کھا جاتے ہیں کہ ابن حبان نے اسے ثقہ قرار دیا ہے۔ نہیں نہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ابن

حبان نے جو کتاب الثقات لکھی ہے اس کا نام بھی اس میں درج کردیا ہے۔ حدیث خیر امتی قرنی ثم الذین یلونھم کے تحت ابن حبان نے تابعین کو ذکر کیا ہے ان میں بہت سے مجہول اشخاص بھی ہیں۔ پس یہ روایت روایۃ بھی ساقط الاعتبار ہے اور درایۃ یوں باطل ہے کہ حضرت حذیفہ ذی علم وجلیل القدر صحابی تھے۔ انہیں معلوم تھا کہ قرآن کریم میں رسول اللہ ﷺ کو یہ کہنے کا حکم ہوا '' لا اعلم الغیب ۔ اور لا یعلم من فی السموٰت و الارض الغیب الا اللہ '' ادب شناسان بارگاہ نبوت کا حال تو یہ تھا کہ آپ نے جو ارشاد فرمایا بگوش قبول سن لیا۔ کوئی ضروری بات پوچھنی ہوئی تو پوچھ لی۔ آپ نے بحکم حق آئندہ کے متعلق کوئی بات بتائی تو اس پر ثم ماذا. ثم ماذا. ثم ماذا کہہ کہہ کر آپ کے کان نہ کھاتے تھے۔ یہ حدیث صخر بن بدر کی بے پر کی اڑائی ہوئی ہے۔ ابوالتیاح یزید بن حمید پر لازم تھا کہ اسے نظر انداز کر دیتا۔ اسے روایت کرنے کا جرم نہ کرتا۔ صخر بن بدر نے تو اس شخص کو جس سے یہ بے ہودہ حدیث سنی تھی سبیع بن خالد بتایا ہے مگر نصر بن عاصم یسنی نے اسے

(۴)۔ خالد بن خالد یشکری کہا ہے۔ اس کی طویل روایت بھی مسند احمد میں ہے جو صخر بن بدر کی روایت کی پوری طرح ہم مضمون ہے۔ (مسند ۵ ص ۴۰۲) نصر بن عاصم سے اس کی روایت قتادہ نے کی ہے۔ پس اس حدیث کا راوی اول ہی مجہول ہے نہ اس کا حال معلوم ہے نہ نام۔ صخر بن بدر نے ابو التیاح کو اس کا نام سبیع بتایا تھا اور نصر بن عاصم نے قتادہ کو خالد بن خالد۔ الحاصل حضرت حذیفہ بن یمان نے فی الواقع دجال کے متعلق رسول اللہ ﷺ سے سنی ہوئی کوئی حدیث روایت نہیں کی تھی۔ راویوں نے ان پر اور رسول اللہ ﷺ پر افترا پردازی کی ہے۔

(۹)

ابوبکرہ ثقفی رضی اللہ عنہ

سے حدیث دجال ابراھیم بن عبدالرحمٰن بن عوف زھری اور طلحہ بن عبداللہ بن عوف کے طریق سے مروی ہے۔ ابراھیم کی روایت بخاری و احمد نے تخریج کی ہے۔ بخاری نے کہا ہے: حدثنا عبدالعزیز بن عبداللہ قال حدثنی ابراھیم بن سعد عن

ابیہ (سعد بن ابراھیم) عن جدہ (ابراھیم بن عبدالرحمن بن عوف) عن ابی بکرۃ عن النبی ﷺ قال لا یدخل المدینۃ رعب المسیح الدجال لھا یومئذ سبعۃ ابواب علی کل باب ملکان۔

(صحیح بخاری ص ۲۵۲ کتاب المناسک، فضائل المدینۃ باب لایدخل الدجال المدینۃ وص ۱۰۵۵ کتاب الفتن باب ذکر الدجال)۔

اس کے آخر میں ابن اسحاق کے حوالہ سے بخاری نے ابراھیم بن عبدالرحمٰن کا قول نقل کیا ہے کہ میں بصرہ آیا تھا تو ابوبکرہ نے مجھے یہ حدیث سنائی۔ قدمت البصرۃ فقال لی ابوبکرۃ سمعت ھذا من رسول اللہ ﷺ۔ (صحیح بخاری ص ۱۰۵۵) لیکن بخاری کا اس حدیث کو باب لایدخل الدجال المدینۃ کے تحت ذکر کرنا بے تکا ہے۔ کیونکہ اس میں تو یہ مذکور ہے کہ دجال کا رعب مدینہ میں داخل نہ ہوگا۔ یہ نہیں کہ دجال مدینہ میں داخل نہ ہوگا۔ کسی شخص کا کسی بستی میں آنا اور بات ہے اور اس کا رعب اس میں پہنچنا اور بات ہے۔ دونوں میں کوئی تلازم نہیں۔ کوئی ڈاکو کسی گھر میں آگھسے اور اس گھر کے رہنے والے اس سے ہراساں و خوفزدہ نہ ہوں اور ڈاکو تو نہ آئے مگر اس گھر کے لوگوں میں اور بستی میں اس کی جہت سے دہشت پھیلی ہوئی ہو۔ امام احمد نے یہ حدیث یعقوب سے اور اس نے اپنے والد ابراھیم بن سعد سے روایت کی ہے۔ (مسند ۵ ص ۴۷)۔ یہ حدیث دراصل سند کے لحاظ سے منقطع ہے۔ ابراھیم بن عبدالرحمٰن نے اسے ابوبکرہ سے نہیں سنا تھا۔ جیسا کہ میں ثابت کروں گا ان شاء اللہ۔ اور طلحہ بن عبداللہ بن عوف حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کے بھتیجے اور مدینہ کے قاضی تھے۔ ان کی حدیث مسند احمد میں ہے۔ حدثنا عبدالرزاق انا معمر عن الزھری عن طلحۃ بن عبداللہ بن عوف عن ابی بکرۃ قال اکثر الناس فی مسیلمۃ قبل أن یقول رسول اللہ ﷺ فیہ شیأ فقام خطیبا فقال اما بعد ففی شان ھذا الرجل الذی اکثرتم فیہ و انہ لکذاب من ثلاثین کذابا یخرجون بین یدی الساعۃ و أنہ لیس من بلدۃ الا یبلغھا رعب المسیح الا المدینۃ علی کل نقب من انقابھا ملکان یذبان عنھا رعب المسیح۔ (مسند ۵ ص ۴۱)۔ معمر کی یہ روایت منقطع ہے۔ عقیل بن خالد اور محمد بن عبداللہ بن مسلم برادر زادۂ زھری نے بھی زھری

سے اس کی روایت کی ہے اور اسناد میں زہری وطلحہ کے درمیان عیاض بن مسافع کا ذکر کیا ہے۔ (مسند ۵ ص ۴۶)

یعنی زہری نے عیاض سے اور اس نے طلحہ بن عبداللہ بن عوف سے اس کی روایت کی تھی اور عیاض بن مسافع مجھول العین و مجھول الحال شخص ہے۔ معلوم نہیں کہ کون تھا کیسا تھا اس سے صرف زہری نے صرف یہ ہی حدیث روایت کی ہے کہ مسیلمہ کذاب کے متعلق ہنوز رسول اللہ ﷺ نے کچھ نہیں کہا تھا کہ لوگوں میں اس کے متعلق طرح طرح کی باتیں ہونے لگیں تب آپ نے خطبہ دیا اور فرمایا اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کے بعد کہ یہ شخص جس کے متعلق تم طرح طرح کی باتیں کررہے ہو ان تیس جھوٹے اشخاص میں سے ایک ہے جو قیامت سے پہلے نکلیں گے۔ اور دنیا کے ہر شہر میں مسیح دجال کا رعب پہنچے گا مدینہ کے سوا۔ مدینہ کی ہر گلی پر دو فرشتے ہوں گے جو مدینہ میں اس کے رعب کو داخل ہونے سے روکیں گے۔ عیاض بن مسافع نے طلحہ بن عبداللہ بن عوف قاضی مدینہ کی طرف منسوب کر کے زہری کو یہ حدیث بتائی تھی۔ ابراھیم بن عبدالرحمٰن بن عوف نے بھی اس کو سن لیا اور صحیح باور کر کے ابوبکرہ کی طرف نسبت کر کے اس کی روایت کردی۔ مگر بخاری نے ابن اسحاق کے قول کو دلیل بنا کر سمجھ لیا کہ یہ متصل الاسناد ہے اور ابراہیم نے اس کو ابوبکرہ سے سنا تھا۔ ظاہر ہے کہ بخاری کا یہ گمان صحیح نہ تھا۔ غیر معقول و خلاف اصول تھا کیونکہ مؤرخ ابن اسحاق ثقہ نہ تھا۔ اناپ شناپ بکنے والا راوی تھا۔ غرضیکہ ابوبکرہ کی طرف یہ حدیث جس کی بخاری نے تخریج کی ہے صحیح نہیں ہے۔ عیاض بن مسافع نام کے کسی شخص کی گھڑی ہوئی ہے۔

(۱۰)

حذیفہ بن سید رضی اللہ عنہ

ابن ماجہ نے کہا ہے: حدثنا علی بن محمد ثنا سفیان عن فرات الضراز عن عامر بن واثلة ابی الطفیل الکنانی عن حذیفة بن اسید ابی سریحة قال اطلع رسول اللہ ﷺ من غرفة و نحن نتذاکر الساعة. فقال لا تقوم الساعة حتی تکون عشر آیات. طلوع الشمس من مغربھا والدجال و الدخان و الدابة و

یاجوج و ماجوج و خروج عیسی بن مریم علیہ السلام و ثلاث خسوف خسف بالشرق و خسف بالمغرب و خسف بجزیرۃ العرب و نار تخرج من قعر عدن ابین تسوق الناس الی المحشر تبیت معھم اذا باتوا و تقیل معھم اذا قالوا۔ (سنن ابن ماجہ ص ۳۰۴ ابواب الفتن باب الآیات)

ہم سے علی بن محمد نے بیان کیا کہ ہم سے سفیان بن عیینہ نے بیان کیا فرات بن ابی یحیی تمیمی بصری قزاز سے روایت کرکے اس نے روایت کی ابوالطفیل عامر بن واثلہ سے کہ حذیفہ بن اسید نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے جب کہ ہم آپس میں قیامت کا ذکر کررہے تھے ایک بالا خانے سے جھانک کر فرمایا: (یہ نہیں بتایا کہ وہ بالا خانہ کس کے مکان کا تھا۔ خود آپ کا ہوتا تو من غرفتہ کہا جاتا) قیامت برپا نہ ہوگی یہانتک کہ دس نشانیاں ظہور میں آجائیں۔ سورج کا مغرب کی جہت سے نکلنا اور دجال اور دھواں اور دابۃ الارض اور یاجوج ماجوج اور عیسی بن مریم کا برآمد ہونا اور زمین دھنس جانے کے تین حادثے ایک مشرق میں اور ایک مغرب میں اور ایک جزیرہ عرب میں۔ اور ایک بڑی نمایاں آگ جو عدن کی گہرائی سے نکلے گی اور لوگوں کو میدان حشر کی طرف ہانکے گی رات کو ٹھہرے گی جہاں لوگ ٹھہریں گے اور دوپہر کو بھی ان کے ساتھ رہے جہاں وہ رہیں گے۔ اس حدیث کی اسناد منقطع ہے، فرات بن ابی یحیی قزاز نے عامر بن واثلہ سے کوئی حدیث نہیں سنی، جس سے یہ سنی تھی اس کا ذکر نہیں کیا۔ وہ نامعلوم شخص یقیناً کذاب تھا اسی نے یہ حدیث گھڑی تھی اور فرات کو سنادی، اور نقل ہوتی ہوئی ابن ماجہ تک پہنچ گئی۔ ابن ماجہ نے مسلمانوں کو رسول اللہ ﷺ کے اقوال و افعال سے آگاہ کرنے کے لئے جو کتاب لکھی اس میں ثبت فرما کر ثواب دارین حاصل کرلیا۔ سخت حیرت ہوتی ہے کہ محدثین کا گروہ عقل و فہم سے کس قدر بے بہرہ تھا۔

(۱۱)

سفینہ رضی اللہ عنہ مولی النبی صلی اللہ علیہ وسلم

امام احمد نے کہا ہے: حدثنا ابو النضر ثنا حشرج ثنی سعید بن جمھان عن سفینۃ مولی رسول اللہ ﷺ قال خطبنا رسول اللہ ﷺ فقال الا إنہ لم یکن نبی

قبلي ألا قد انذر الدجال امته. هو اعور عينه اليسرى. بعينه اليمنى ظفرة غليظة مكتوب بين عينيه كافر يخرج معه واديان احدهما جنة والاخر نار فناره جنة و جنته نار و معه ملكان من الملائكة يشبهان بنبيين من الانبياء. لو شئت لسميتهما باسمائهما و اسماء آباءهما و احد منهما عن يمينه و الاخر عن شماله و ذالک فتنة فيقول الدجال الست بربكم؟ الست احيي و اميت؟ فيقول له احد الملكين كذبت ما يسمعه احد من الناس الا صاحبه فيقول له صدقت. فيسمعه الناس فيظنون إنما يصدق الدجال و ذالک فتنة ثم يسير حتى يأتي المدينة فلايؤذن له فيها فيقول هذه قرية ذالک الرجل ثم يسير حتى يأتي الشام فيهلكه الله عزو جل عند عقبة افيق۔ (مسند ۵ ص ۲۲۱)

ہم سے بیان کیا ابوالنضر ہاشم بن قاسم نے کہ حشرج بن نباتہ اشجعی کوفی نے ہم سے بیان کیا کہ مجھ سے سعید بن جمہان نے بیان کیا۔ اس نے روایت کی رسول اللہ ﷺ کے خادم سفینہ سے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں خطبہ دیا تو فرمایا کہ مجھ سے پہلے ہر نبی نے دجال کو اپنی امت سے ڈرایا ہے۔ (کہنا چاہئے تھا انذر امته الدجال ۔اپنی امت کو دجال سے ڈرایا ہے۔) وہ بائیں آنکھ کا کانا ہے۔ اس کی داہنی آنکھ میں موٹا سا ناخونہ ہے۔ اس کی آنکھوں کے درمیان کافر لکھا ہوا ہے۔ نکلے گا تو اس کے ساتھ دو وادی ہوں گی ایک جنت اور دوسری آگ۔ اس کی آگ جنت ہے اور اس کی جنت آگ ہے اور اس کے ساتھ دو فرشتے ہوں گے۔ دو نبیوں سے شکل وصورت میں ملتے جلتے میں چاہتا تو ان دونوں نبیوں کا نام ونسب بتادیتا۔ ایک اس کی دائیں جانب ہوگا اور دوسرا بائیں جانب۔ اور یہ فتنہ ہے تو دجال حاضرین سے کہے گا کیا میں تمھارا رب نہیں ہوں؟ کیا میں زندگی اور موت نہیں دیتا ہوں تو ایک فرشتہ کہے گا تو نے غلط کہا۔ مگر اس فرشتے کی آواز لوگ نہ سنیں گے بس دوسرا فرشتہ سنے گا تو وہ اس فرشتہ سے مخاطب ہوکر کہے گا تو نے صحیح کہا ہے۔ اسے لوگ سن لیں گے تو سمجھیں گے کہ وہ دجال کی تصدیق کررہا ہے۔ اور یہ ایک فتنہ ہوگا۔ پھر وہ روانہ ہوکر مدینہ پہنچے گا تو اسے اس میں داخل ہونے کی اجازت نہ دی جائے گی تو کہے گا یہ اس مرد کی (یعنی رسول اللہ ﷺ) بستی ہے پھر روانہ ہوکر شام پہنچے گا وہاں افیق نام کی

گھاٹی کے پاس اللہ اسے ہلاک کر دے گا۔

اس جھوٹی حدیث کے دو راویوں سے ناظرین متعارف ہو جائیں۔ حشرج کے متعلق ابن حبان نے کہا ہے: کان قلیل الحدیث منکر الروایۃ لا یجوز الاحتجاج بخبرہ اذا انفرد. (تھذیب التھذیب) یعنی چند حدیثیں اس کا علمی سرمایہ تھیں۔ غلط بیان شخص تھا جو حدیث تنہا اس نے روایت کی ہو وہ اعتماد کے لائق نہیں ہے۔ اور سعید بن جمھان جس کا انتقال ۱۳۶ھ میں ہوا تھا (ایک سو چھتیس) اس کے متعلق ابو حاتم نے کہا ہے لا یحتج بہ۔ یحیی بن معین کا قول ہے کہ اس نے سفینہ سے عجیب حدیثیں روایت کی ہیں جنہیں کوئی اور روایت نہیں کرتا۔ امام بخاری نے لکھا ہے فی حدیثہ عجائب. (تھذیب التھذیب)

میں کہتا ہوں کہ حضرت سفینہ کو اس نے دیکھا بھی نہ تھا لا محالہ سفینہ سے روایت کی ہوئی اس کی حدیثیں غلط ہی ہیں۔ دجال کے متعلق اس جھوٹی حدیث میں جو باتیں مذکور ہیں ان میں سے بعض تو دیگر روایات میں بھی آئی ہیں اور بعض ایسی ہیں جو کسی اور روایت میں نہیں ہیں۔ (الف) اس میں ہے کہ دجال بائیں آنکھ کا کانا ہوگا اور اس کی داہنی آنکھ میں موٹا سا ناخونہ ہوگا۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ وہ تقریباً اندھا ہوگا۔ یہ اور کسی روایت میں نہیں ہے۔ (ب) بالکل نئی بات اس میں یہ ہے کہ دجال کے ساتھ دو فرشتے ہوں گے۔ توبہ توبہ! کذاب و دجال اور خدا ناترس ہونے کے علاوہ سعید بن جمھان عربی زبان سے بھی صحیح طور پر واقف نہ تھا۔ واقف ہوتا تو انذر الدجال امتہ نہ کہتا اور فرشتوں کے ذکر میں واحد منھما نہ کہتا احدھما کہتا۔ یہ کوئی ایرانی منافق تھا جس نے کام چلاؤ عربی سیکھ لی تھی۔

(۱۲)

ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ

خالد بن مہران حذاء نے عبداللہ بن شقیق عقیلی سے اس نے عبداللہ بن سراقہ سے اس نے ابوعبیدہ بن جراح سے روایت کی ہے خالد حذاء سے شعبہ و حماد بن سلمہ نے۔ شعبہ کی روایت یہ ہے: عن عبداللہ بن سراقۃ عن ابی عبیدۃ بن الجراح عن النبی

ﷺ انه ذكر الدجال فحلاه بحلية لا احفظها. قالوا يا رسول الله كيف قلوبنا يومئذ؟ كاليوم؟ فقال او خير ـ (مسند اص ۱۹۵)۔ نبی ﷺ نے دجال کا ذکر کیا اس کا جو حلیہ بتایا تھا مجھے یاد نہیں ہے۔ حاضرین نے عرض کیا یا رسول اللہ ہمارے دل اس وقت کیسے ہوں گے؟ کیا ایسے ہی جیسے آج ہیں؟ فرمایا بلکہ اس سے بھی بہتر۔

حماد کی روایت یہ ہے: عن ابی عبیدة بن الجراح قال سمعت رسول الله ﷺ يقول انه لم يكن نبي بعد نوح الا انذر الدجال قومه و انی انذر کموه. قال فوصفه لنا رسول الله ﷺ. قال و لعله يدركه بعض من رآنی و سمع كلامی. قالوا يا رسول الله كيف قلوبنا يومئذ؟ أمثلهاالیوم؟ قال او خیر ـ (مسند اص ۱۹۵ سنن ابی داؤد کتاب الفتن باب فی الدجال۔ سنن ترمذی م ص ۴۶ طبع ہند باب ماجاء فی الدجال)۔

ترمذی کی روایت میں انذر قومه الدجال ہے۔ عبارۃ یہ ہی درست ہے۔ اس روایت میں ہے کہ نوح کے بعد ہر نبی نے دجال سے ڈرایا ہے۔ دیگر روایات میں ہے کہ نوح نے اور ان کے بعد ہر نبی نے۔ پھر اس میں مذکور ہے کہ آپ کو توقع تھی کہ آپ کے بعض صحابہ دجال کا زمانہ پائیں گے پھر احمق راویوں نے یہ نہ سوچا کہ رسول اللہ ﷺ کا زمانہ تو خیر القرون تھا۔ آپ کے صحابہ بے نظیر امت مسلمہ تھے۔ ان جیسے پاکیزہ قلوب والی جماعت بوڑھے آسمان نے نہ پہلے دیکھی تھی نہ بعد میں دیکھنی اسے نصیب ہوئی۔ پھر یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ دجال کے زمانہ کے مسلمانوں کے دلوں کو آپ نے اپنے اصحاب کے دلوں سے بھی بہتر بتایا ہو۔ اس کا راوی عبداللہ بن سراقہ ازدی دمشقی ہے جو مجہول الحال ہے۔ اس سے بس یہ ہی حدیث مروی ہے جسے اس سے صرف عبداللہ بن شقیق عقیلی نے روایت کی ہے اور امام بخاری نے کہا ہے لا يعرف له سماع من ابی عبيدة اگر واقعی اس نے یہ حدیث بیان کی تھی تو نہ معلوم کس سے سنی تھی ابو عبیدہ سے تو سنی نہ تھی۔

عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما

عروہ بن مسعود ثقفی کے پوتے یعقوب بن عاصم بن عروہ کا بیان ہے کہ میرے سامنے ایک شخص نے عبداللہ بن عمرو سے آکر کہا کہ یہ کیا حدیث ہے جو آپ بیان کرتے ہیں کہ قیامت فلاں وقت اور فلاں وقت آئے گی۔ عبداللہ نے افسوس و تعجب کے ساتھ کہا (لوگ کچھ کا کچھ نقل کر دیتے ہیں) اسی لئے مجھے خیال ہوا ہے کہ آئندہ کسی سے کوئی حدیث بیان نہ کروں۔ میں نے تو یہ کہا تھا کہ کچھ دنوں بعد تم بڑا حادثہ دیکھو گے۔ خانہ کعبہ میں آگ لگ جائے گی اور یہ ہوگا وہ ہوگا۔ اس کے بعد عبداللہ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یخرج الدجال فی امتی فیمکث اربعین ۔ دجال میری امت میں نکلے گا تو چالیس کی مدت رہے گا۔ عبداللہ نے کہا آپ نے چالیس سال کہا تھا یا چالیس دن یا چالیس ماہ۔ یہ مجھے یاد نہیں۔ فیبعث اللہ عیسی بن مریم کأنه عروة بن مسعود فیطلبه فیهلکه ثم یمکث الناس سبع سنین لیس بین اثنین عداوة ثم یرسل الله ریحا باردة من قبل الشام فلا یبقی علی وجه الارض احد فی قلبه مثقال ذرة من خیر او ایمان الا قبضته حتی لو أن احدکم دخل فی کبدجبل لدخلته علیه حتی تقبضه . قال سمعتها من رسول الله ﷺ قال فیبقی شرار الناس فی خفة الطیر و احلام السباع لا یعرفون معروفا و لا ینکرون منکرا. فیتمثل لهم الشیطن فیقول الا تستجیبون؟ فیقولون فماتأمرنا؟ فیامرهم بعبادة الا وثان و هم فی ذلک دار رزقهم حسن عیشهم ثم ینفخ فی الصور فلا یسمعه أحد الا اصفی لیتا ورفع لیتا. قال اول من یسمعه رجل یلوط حوض ابله فیصعق و یصعق الناس ثم یرسل الله او ینزل الله کأنه الطل او الظل. نعمان الشاک، فتنبت منه أجساد الناس ثم ینفخ فیه اخری فاذاهم قیام ینظرون ثم یقال یاا یها الناس هلموا إِلی ربکم و قفوهم إِنهم مسؤلون ثم یقال اخرجوا بعث النار فیقال من کم؟ فیقال من کل الف تسع مائة و تسعه و تسعین. قال فذالک

یوم یجعل الولد ان شیبا و ذالک یوم یکشف عن ساق۔

(صحیح مسلم ۲ ص ۴۰۳ طبع ھند، مسند احمد ۲ ص ۱۶۶)

پس اللہ عیسیٰ بن مریم کو بھیجے گا گویا کہ وہ عروہ بن مسعود ثقفی ہیں عیسیٰ دجال کو تلاش کر کے ہلاک کر دیں گے۔ پھر سات سال گزاریں گے کہ دو شخصوں کے درمیان کوئی دشمنی نہ ہوگی۔ پھر اللہ شام کی طرف سے ایک ٹھنڈی ہوا بھیجے گا تو وہ روئے زمین پر موجود ہر مومن کی جان قبض کر لے گی حتیٰ کہ اگر تم میں سے کوئی کسی پہاڑ کے جگر میں داخل ہو گیا ہو تو وہ ہوا اس کے اندر داخل ہو کر اسے بھی ہلاک کر دے گی۔ عبداللہ بن عمرو نے کہا میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے، کہا پس برے لوگ ہی روئے زمین پر رہ جائیں گے۔ پرندوں کی سکی اور درندوں کی سمجھ بوجھ میں (یعنی جیسے پرندے تیزی سے جھپٹ کر اس چیز پر چڑھ آتے ہیں جسے وہ اپنا رزق دیکھیں اور ایک پرندہ دوسرے کو اس سے ہٹا دینا چاہتا ہے۔ اور درندوں کی سمجھ بوجھ انہیں چیر پھاڑ پر ہی آمادہ کرتی ہے یہ ہی حال انسانوں کا ہوگا۔ ٹوٹ کر رزق پر گریں گے اور معمولی معمولی بات پر غصہ میں آ کر آپس میں کشت و خون کریں گے۔) نہ کسی اچھے کام کو پہچانیں گے نہ کسی برے کام پر اعتراض کریں گے۔ شیطان ان کے سامنے آ کر کہے گا کیا تم میری بات نہ مانو گے؟ کہیں گے بتا تو ہم سے کیا چاہتا ہے۔ تب وہ انہیں بت پرستی کرنے کو کہے گا۔ اس صورت حال میں رزق انہیں خوب مل رہا ہوگا۔ زندگی اچھی گزر رہی ہوگی۔ پھر صور میں پھونک ماری جائے گی۔ آواز سن کر مڑ مڑ کر دیکھیں گے۔ سب سے پہلے اس کی آواز ایک شخص کو آئے گی جو اپنے اونٹوں کا حوض درست کر رہا ہوگا۔ وہ اسے سن کر بے ہوش ہو جائے گا۔ اسی طرح سب بے ہوش ہوتے چلے جائیں گے۔ پھر اللہ بارش کرے گا شبنم کی طرح یا سایہ کی طرح۔ نعمان بن سالم کو شک ہو گیا تھا کہ یعقوب بن عاصم نے طل کہا تھا یا ظل۔ اس سے لوگوں کے جسم اگیں گے۔ پھر صور میں دوبارہ پھونک ماری جائے گی تو سب یکایک کھڑے ہو جائیں گے۔ دیکھیں گے۔ پھر کہا جائے گا لوگو اپنے رب کی طرف آؤ۔ یہ آیت پڑھی و قفوھم انھم مسئولون۔ پھر کہا جائے گا جہنم کے لائق بندے نکالو۔ کہا جائے گا کس حساب سے؟ فرمائے گا ایک ہزار میں سے نو سو ننانوے۔ تو وہ دن ہوگا جو بچوں کو بوڑھا کر دے گا اور وہ

دن ہوگا کہ پنڈلی کھول دی جائے گی۔

یہ حدیث نعمان بن سالم طائفی نے یعقوب بن عاصم سے روایت کی تھی۔ صحیح بخاری میں نہ نعمان کی کوئی روایت ہے نہ یعقوب کی۔ یعنی یہ دونوں راوی بخاری کے نزدیک ثقہ نہ تھے۔ یہ لمبی حدیث اول جلول قسم کی ہے۔ نزول مسیح والی روایات میں مذکور ہے کہ حضرت عیسیٰ کے زمانہ میں کوئی کافر نہ رہے گا پس ان کی وفات ہوگی تو روئے زمین پر کوئی کافر نہ ہوگا اور اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت عیسیٰ کے بعد ٹھنڈی ہوا چلے گی جو کسی مومن کو جیتا نہ چھوڑے گی بس کفار اشرار ہی رہ جائیں گے۔

سوال یہ ہے کہ وہ کفار اشرار کہاں سے آجائیں گے۔ پھر یہ کہ ان برے اور زندہ لوگوں کے سامنے آکر شیطان انہیں بت پرستی کرنے کو کہے گا۔ حالانکہ شیطان نے سامنے آکر غیراللہ کے پوجنے والے کسی گروہ کو بھی زبانی عزیر پرستی یا مسیح پرستی یا ملائکہ پرستی یا قبر پرستی یا بت پرستی کرنے کو نہیں کہا۔ لوگ دھڑلے سے یہ سب کچھ کرتے آرہے ہیں۔

اس کا راوی یعقوب بن عاصم غلط بیان و غیر ثقہ تھا۔ ادھر ادھر سے کچھ باتیں سن کر کچھ خود گھڑ کر حدیث بنا کر عبداللہ بن عمرو بن عاص کی طرف منسوب کرکے روایت کر ڈالی تھی۔ نیز ابوزرعہ ھرم بن عمرو بن جریر نے جو ثقہ تابعی تھے عبداللہ بن عمرو بن عاص سے یہ روایت کی ہے۔ عبداللہ نے کہا: حفظت من رسول اللہ ﷺ حدیثا لم انسہ بعدما سمعت رسول اللہ ﷺ یقول ان اول الآیات خروجا طلوع الشمس من مغربھا و خروج الدابۃ علی الناس ضحی و ایھما کانت قبل صاحبتھا فالاخری علی اثرھا۔ (صحیح مسلم ۲ ص ۴۰۴)

مجھے رسول اللہ ﷺ سے سنی ہوئی حدیث اب تک یاد ہے کہ قیامت کی نشانیوں میں سب سے پہلے رونما ہونے والی نشانی سورج کا مغرب کی جہت سے نکلنا اور دن چڑھے جانور کا لوگوں کے سامنے ظاہر ہونا ہے۔ ان دونوں میں سے جو بھی نشانی رونما ہوجائے تو دوسری اس کے پیچھے ہی پیچھے رونما ہوگی۔ یعنی دونوں کے درمیان زیادہ مدت کا فاصلہ نہ ہوگا۔ مسلم کی تخریج کی ہوئی دوسری روایت میں اس حدیث کا پس منظر یہ مذکور ہے کہ حاکم مدینہ مروان بن حکم کے پاس تین شخص بیٹھے ہوئے تھے۔ باہم قیامت کا ذکر چل پڑا تو مروان

نے کہا کہ قیامت کی سب سے پہلی نشانی دجال کا نکلنا ہے۔ عبداللہ بن عمرو سے کسی نے اس کا ذکر کیا تو بولے کہ مروان نے کوئی پختہ بات نہیں کہی۔ میں نے رسول اللہ ﷺ سے یہ سنا ہے۔ الخ (صحیح مسلم م ص ۴۰۴)

ابو زرعہ کی روایت بتا رہی ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص نے خروج دجال کو قیامت کی نشانی قرار دینے کی تردید کی تھی۔ حالانکہ یعقوب بن عاصم کی روایت میں خروج دجال کو قیامت کی پہلی نشانی بتایا ہے۔ تعجب ہے کہ مسلم نے دونوں روایتوں کے اس تضاد کو نہ دیکھا اور دونوں کو درج صحیح کر دیا۔ بہر کیف ثابت ہوا کہ عبداللہ بن عمرو بن عاص سے دجال کے متعلق فی الواقع کوئی حدیث مروی نہیں ہے۔

(۱۴)

ابی بن کعب رضی اللہ عنہ

ابوداؤد طیالسی نے شعبہ سے روایت کی ہے: عن حبیب بن الزبیر قال سمعت عبدالله بن ابی الهزیل سمع ابن ابزی سمع عبدالله بن خباب سمع ابیا یحدث ان رسول الله ﷺ ذكر الدجال فقال احدی عینیه كأنها زجاجة خضراء و تعوذوا بالله من عذاب القبر۔ (مسند ۵ ص ۱۲۳) یعنی دجال کی ایک آنکھ ہرے کانچ کی طرح ہوگی اور عذاب قبر سے اللہ کی پناہ مانگو۔ غندر وروح بن عبادہ ووهب بن جریر و نضر بن شمیل مازنی نے بھی شعبہ سے اس کی روایت کی ہے۔ (مسند ۵ ص ۱۲۴)۔ حبیب بن زبیر کو علی بن عبداللہ مدینی نے رجل مجہول کہا ہے۔ (تہذیب التہذیب) یہ اسناد اور حدیث اسی کی گھڑی ہوئی ہے۔

(۱۵)

سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ

سے مروی حدیث دجال، حسن بصری و ثعلبہ بن عباد عبدی بصری نے روایت کی ہے

(۱) حسن سے قتادہ نے: أن نبی الله ﷺ كان يقول إن الدجال هو اعور عين الشمال عليها ظفرة غليظة و أنه يبرئ الاكمه و الابرص و يحيى الموتى و يقول للناس انا ربكم فمن قال انت ربی فقد فتن و من قال ربی الله

حتی یموت فقد عصم من فتنته ولا فتنة بعده علیها ولا عذاب فیمکث فی الارض ماشاء اللہ. ثم یجئ عیسی بن مریم من قبل المغرب مصدقا محمدا ﷺ و علی ملته فیقتل الدجال ثم انما ہو قیام الساعة۔(مسند ۵ ص ۳)

حسن بصری نے سمرہ بن مہذب سے روایت کی کہ نبی ﷺ فرمایا کرتے تھے کہ دجال نکلنے والا ہے اور وہ بائیں آنکھ کا کانا ہے۔اس پر موٹا سا ناخونہ ہے اور بے شک وہ مادر زاد اندھے اور چتکبرے کو چنگا اور مردوں کو زندہ کرے گا اور لوگوں سے کہے گا میں تمھارا رب ہوں پس جس نے اس کی یہ بات مان لی وہ گمراہی میں پڑگیا اور جس نے کہا میرا رب اللہ ہے تادم آخر اسی پر قائم رہا تو وہ اس کے فتنہ سے بچالیا گیا۔ پھر اس پر کوئی فتنہ نہیں ہے۔نہ کوئی عذاب پس وہ زمین میں ٹھہرے گا جتنے دن اللہ نے چاہا ہوگا پھر عیسی بن مریم مغرب کی جہت سے آئیں گے۔محمد ﷺ کی تصدیق کرنے والے اور آپ کے مذہب پر کاربند۔تو وہ دجال کو قتل کریں گے پھر تو بس قیامت کو ہی آنا ہے۔اگر واقعی قتادہ سے حسن نے یہ حدیث بیان کی تھی تو بہت برا کیا تھا۔یہ نہ سوچا کہ دجال کو وہ معجزے جو حضرت عیسی علیہ السلام کے خاص معجزے تھے کیسے دیئے جاسکتے ہیں۔حضرت عیسی علیہ السلام تو مایوس العلاج بیماروں کو کسی دوا کے بغیر چنگا اور مردوں کو زندہ اللہ کے اذن سے کرتے تھے تو کیا دجال کو بھی اللہ اس شکتی سے نواز کر ثابت فرمائے گا کہ وہ عیسی بن مریم کو دیئے گئے معجزے فی الواقع معجزے نہ تھے۔پھر کیا اللہ عیسی بن مریم کو حضور خاتم النبین ﷺ کا امتی بنا کر بھیجنے سے یہ ثابت فرمائے گا کہ عیسی بن مریم دیگر انبیائے کرام کے خلاف دائمی نبی نہ تھے۔انہیں اللہ نے بس چند روز نبی و رسول بنایا تھا۔قتادہ و حسن بصری وغیرہ نے ذرا بھی سوچا سمجھا ہوتا تو دشمنان دین اسلام کی پھیلائی ہوئی اس جھوٹی بات کی حدیث نبوی کے طور پر روایت نہ کرتے۔تمام اہل علم جانتے ہیں کہ حسن بصری نے یہ حدیث سمرہ بن جندب سے نہیں سنی۔حسن نے خود تصریح کی ہے کہ میں نے سمرہ بن جندب سے بس حدیث عقیقہ سنی تھی۔اس کے علاوہ کوئی حدیث نہیں سنی۔لامحالہ حسن نے اگر یہ حدیث قتادہ کو بتائی تھی تو کسی یاوہ گو سے سنی ہوگی پھر ان کے دین و تقوی نے اسے باور کر لینے اور روایت کردینے کی اجازت کیسے دیدی۔اگر کا لفظ میں نے اس لئے استعمال

کیا ہے کہ قتادہ کے سوا اور کسی راوی نے حسن سے اس کی روایت نہیں کی حالانکہ حسن بصری سے کافی بندگان خدا مستفید و مستفیض ہوئے ہیں اور اندھے مدلس قتادہ نے اس کی اسناد میں یہ نہیں کہا کہ میں نے حسن سے سنا یا حسن نے مجھ سے بیان کیا۔ بلکہ عن الحسن کہا ہے اس لئے میں سمجھتا ہوں کہ قتادہ نے تدلیس کی ہے خود حسن سے اس کو نہیں سنا تھا۔ اسی لئے بخاری و مسلم تو کیا ابوداؤد و ابن ماجہ و ترمذی نے بھی اس کو ذکر نہیں کیا۔

الغرض یہ حدیث یقیناً سمرہ بن جندب کی بیان کی ہوئی نہیں ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ حسن بصری نے بھی اسے بیان نہیں کیا تھا۔ کسی کذاب نے حسن کی طرف غلط منسوب کر کے قتادہ کو یہ جھوٹی حدیث سنادی تھی۔ نیز نزول مسیح کی دیگر روایات میں تو یہ ہے کہ حضرت عیسی آسمان سے اتریں گے اور اس میں یہ ہے کہ وہ مغرب کی جہت سے آئیں گے۔ وہ بھی غلط یہ بھی باطل۔

(۴) زہیر بن معاویہ کا بیان ہے کہ ہم سے اسود بن قیس نے بیان کیا کہ ہم سے ثعلبہ بن عباد بصری نے بیان کیا کہ میں نے دوبار سمرہ بن جندب سے خطبہ سنا کہ رسول اللہ ﷺ نے نماز کسوف کے بعد جو خطبہ دیا تھا اس میں یہ بھی فرمایا تھا کہ: واللہ لا تقوم الساعة حتی یخرج ثلاثون کذابا. آخرھم الاعور الدجال ممسوح العین الیسری کانھا عین ابی یحیی شیخ حینئذ من الانصار بینه و بین حجرة عائشة رضی اللہ عنھا. و انه متی ما یخرج فسوف یزعم انه اللہ فمن آمن به و صدقه واتبعه لم ینفعه صالح من عمله سلف و من کفر به و کذبه لم یعاقب بشئ من عمله. و انه سیظھر علی الارض کلھا الا الحرم و بیت المقدس و انه یحصر المؤمنین فی بیت المقدس فیزلزلون زلزالا شدیدا ثم یھلکه اللہ و جنوده الخ (مسند ۵ ص ۱۶)

بخدا تیس لپاٹی نکلنے سے پہلے قیامت برپا نہ ہوگی ان میں سے آخری لپاٹی کانا دجال ہوگا۔ اس کی بائیں آنکھ پر جھاڑو پھری ہوگی یعنی بینائی سے بالکل محروم ہوگی۔ اس کی آنکھ ایسی ہوگی جیسی ابو یحیی کی آنکھ ہے۔ یہ انصار میں سے ایک کانا بوڑھا تھا جو اس وقت آپ کے اور خانۂ عائشہ کے درمیان بیٹھا ہوا تھا۔ جب وہ نکلے گا تو دعوی کرے گا کہ

وہ خدا ہے۔ پس جو شخص اس پر ایمان لے آیا، اسے سچا سمجھا اور اس کی پیروی کی تو پہلے کا کیا ہوا کوئی نیک عمل اسے فائدہ نہ دے گا۔ اور جس نے اس کا انکار کیا اور اسے جھوٹا سمجھا تو اسے کسی عمل پر سزا نہ ملے گی۔ دجال تمام زمین پر غالب ہو جائے گا بجز حرم شریف اور بیت المقدس کے۔ بیت المقدس میں موجود مسلمانوں کا محاصرہ کر لے گا تو اس کی وجہ سے وہ سخت بے چینی سے دوچار ہوں گے۔ پھر اللہ اسے اور اس کی فوجوں کو ہلاک کر دے گا۔

اس جھوٹی حدیث کے راوی اسود بن قیس سے کچھ ٹھیک حدیثیں بھی مروی ہیں اور علی بن مدینی نے کہا ہے کہ اس نے دس مجہول شخصوں سے انٹ سنٹ حدیثیں روایت کی ہیں۔ ان ہی میں ثعلبہ بن عباد عبدی بصری ہے۔ محقق اہل علم نے اسے مجہول بتایا ہے۔ اس سے صرف یہ ہی جھوٹی حدیث مروی ہے جو اسی کی تصنیف کی ہوئی ہے۔ رسول اللہ ﷺ بلکہ خلفائے راشدین کے عہد میں انصار مدینہ میں سے کوئی کانا بوڑھا نہ تھا جس کی کنیت ابو یحیی ہو البتہ اس راوی نے بے چارے دجال پر یہ کرم ضرور کیا ہے کہ حضرت عیسی کو آسمان سے اتار کر یا جہت مغرب سے لا کر ان کے ہاتھ سے اسے قتل نہیں کرایا۔

(۱۶)

مجمع بن جاریہ انصاری رضی اللہ عنہ

کی طرف منسوب حدیث ابن شہاب زہری نے روایت کی ہے کہ حضرت عیسی علیہ السلام دجال کو لد کے دروازے پر قتل کریں گے۔ زہری سے سفیان بن عینیہ ولیث بن سعد و اوزاعی و معمر نے روایت کی ہے۔ یہ سب ثقہ راوی ہیں۔

ابن عینہ نے کہا ہے: **حدثنا الزهری عن عبدالله بن عبيد الله بن ثعلبة عن عبدالله بن يزيد قال سمعت مجمع بن جاريه أن النبی ﷺ ذكر الدجال فقال يقتله ابن مريم بباب لد۔** (مسند احمد ۳ ص ۴۲۰)

ترمذی نے قتیبہ بن سعید سے اس نے لیث بن سعد سے: **عن ابن شهاب أنه سمع عبيدا لله بن عبدالله بن ثعلبة الانصاری يحدث عن عبدالرحمن بن يزيد الانصاری من بنی عمرو بن عوف يقول سمعت عمی مجمع بن جارية الح ۔ (ابواب الفتن باب ماجاء فی قتل عيسى الدجال)۔**

ترمذی نے کہا ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے۔ اور ھاشم بن قاسم نے لیث سے روایت کی ہے: حدثنا ابن شهاب أنه سمع عبدالله بن ثعلبة الانصاری یحدث الخ. (مسند ۳ ص ۴۲۰) لیث سے قتیبہ و ھاشم نے روایت کی تھی۔ دونوں ثقہ ہیں لیکن دونوں کی اسناد میں اختلاف ہے۔ اوزاعی نے کہا عن الزهری عن عبدالله بن ثعلبة عن عبدالرحمن بن یزید عن عمه مجمع الخ۔ (مسند ایضا)

اور معمر نے کہا ہے عن الزهری عن عبدالله بن عبید الله بن ثعلبة الانصاری عن عبدالله بن یزید عن مجمع بن معاویة. (مسند ایضا) یعنی زھری نے یہ حدیث کس سے سنی تھی؟ کسی شاگرد کو بتایا کہ عبداللہ بن عبیداللہ بن ثعلبہ سے اور کسی سے کہا کہ عبید اللہ بن عبداللہ بن ثعلبۃ سے۔ کسی سے کہہ دیا عبداللہ بن ثعلبہ سے۔ اور یہ کون تھا؟ کیسا تھا؟ اسے کوئی نہیں جانتا۔ پس زھری نے جس شخص سے یہ حدیث سنی تھی نہ اس کا صحیح نام ونسب معلوم ہے نہ حال کہ ثقہ تھا یا غیر ثقہ، نہ زھری کے علاوہ کسی اور راوی نے اس سے یہ حدیث روایت کی ہے۔ اغلب یہ ہے کہ کوئی واقعی شخص نہ تھا، بس زھری کی ذہنی تخلیق کا نتیجہ تھا۔ پھر مجمع بن جاریہ سے یہ حدیث کس نے سنی تھی۔ زہری نے بعض شاگردوں کو اس کا نام عبدالرحمٰن بن یزید بتایا تھا۔ وہ ثقہ تابعی اور مجمع بن جاریہ رضی اللہ عنہ کے بھتیجے تھے اور عاصم بن عمر بن خطاب کے اخیافی بھائی تھے۔ اور بعض شاگردوں کو عبداللہ بن یزید بتادیا تھا جو نہ معلوم کون تھا۔ بلا شبہ زھری کو اس حدیث کی اسناد محفوظ نہ تھی اس لئے اس کی روایت کرنے سے باز رہنا لازم تھا مگر فضول باتوں کو مسلمانوں کے اندر پھیلانے کا شوق تھا جس نے اس کی روایت کرنے کا جرم کرایا اور ترمذی نے یہ غضب ڈھایا کہ اسے صحیح حدیث قرار دیدیا۔

(۱۷)

نافع بن عتبہ رضی اللہ عنہ

مسعودی یعنی عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن عتبہ بن مسعود کوفی نے عبدالملک بن عمیر سے اس نے جابر بن سمرہ سے روایت کی ہے کہ نافع بن عتبہ نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا فرمارہے تھے تقاتلون جزیرة العرب فیفتحهم الله ثم تقاتلون الروم

فیفتحهم الله ثم تقاتلون فارس فیفتحهم الله ثم تقاتلون الدجال فیفتحه الله۔
(مستدرک ۴ ص ۴۲۶ طبع دائرۃ المعارف)

(آپ نے مسلمانوں کو بشارت دی کہ) تم جزیرہ عرب کے کفار سے جنگ کروگے تو اللہ ان پر فتح دے گا۔ پھر رومی عیسائیوں سے جنگ کروگے تو اللہ ان پر فتح دے گا پھر اہل ایران سے جنگ کروگے تو اللہ ان پر فتح دے گا پھر دجال سے جنگ کروگے تو اللہ اس پر فتح دے گا۔

مسعودی کا دماغ آخر میں مختل ہوگیا تھا۔ یہ حدیث اس نے اس خلل دماغ کے زمانہ میں گھڑ دی تھی۔ کفار عرب پر روم پر پھر اہل ایران پر مسلمانوں کو اللہ نے جو فتح وظفر سے نوازا تھا اور یہ سب کو معلوم ہی تھا تو اسی پر قیاس کرکے اس نے دجال سے جنگ کا ذکر کردیا تھا۔ ایران کے بعد دنیا کے دیگر ممالک میں مسلمانوں کو جو فتوحات نصیب ہوئیں نہ مسعودی کو ان کا علم تھا نہ عہد ادبار آجانے کے بعد جن شکستوں سے وہ دوچار ہوئے اور ہو رہے ہیں ان کا اندازہ تھا۔ لیکن مسعودی نے دجال کے حلیہ و حال کے متعلق کوئی گپ شپ نہ ہانکی نہ حضرت عیسیٰ کے اترنے اور دجال کو قتل کرنے کی بکواس کی۔

(۱۸)

محجن بن ادرع اسلمی رضی اللہ عنہ

سے دجال کے متعلق حدیث عبداللہ بن شقیق عقیلی نے روایت کی ہے کہ: بعثنی رسول الله ﷺ لحاجة ثم عارضنی فی بعض طرق المدینة ثم صعد علی احد و صعدت معه فاقبل بوجهه نحو المدینة فقال لها قولا ثم قال ویل امها قریة یدعها اهلها أینع ما یکون. یأکلها عافیة الطیر والسباع یأکل ثمرها ولا ید خلها الدجال ان شاء الله. کلما اراد دخولها تلقاه بکل نقب من نقابها ملک مصلت یمنعه منها۔ (مستدرک ۴ ص ۴۲۷)

مجھے رسول اللہ ﷺ نے کسی کام سے بھیجا تھا پھر مدینہ کے کسی راستہ میں میرا آپ کا آمنا سامنا ہوا پھر باہر نکل کر آپ کوہ احد پر چڑھ گئے میں بھی آپ کے ساتھ چڑھا تو مدینہ کی طرف رخ فرماکر آپ نے کوئی بات کہی پھر فرمایا: ہائے ہائے یہ بستی اسے اس کے

باشندے چھوڑ دیں گے اس حال میں کہ یہ بہت اچھی حالت میں ہوگی۔ منڈلانے والے پرندے اور درندے اسے کھائیں گے یعنی اس کے پھل کھائیں گے۔ اور ان شاء اللہ اس میں دجال داخل نہ ہوگا۔ جب بھی داخل ہونا چاہے گا اس کی ہر گلی پر برہنہ تلوار لئے ہوئے فرشتہ اس کے سامنے آکر اسے روک دے گا۔ صاحب مستدرک نے اس کی اسناد یہ لکھی ہے: اخبرنا ابو العباس محمد بن احمد المحبوبی ثنا سعید بن مسعود ثنا یزید بن هارون انبأ کهمس بن الحسن عن عبدالله بن شقیق العقیلی عن محجن بن الاذرع۔ اس اسناد میں دو واضح علتیں ہیں۔ اول یہ کہ اس میں مذکور ہے کہ یزید بن ہارون نے انبأ کھمس کہا تھا (کہمس نے خبر دی) اس کا مطلب یہ ہے کہ یزید بن ہارون نے خود کہمس سے یہ حدیث نہیں سنی۔ کسی اور سے سنی ہوئی نقل کردی تھی کیونکہ اگر یزید نے کہمس سے اس کو سنا ہوتا تو انبأنا کھمس کہتا۔ پس اس کی سند منقطع ہے متصل نہیں ہے۔ دوم یہ کہ یزید بن ہارون سے اسے سننے والا سعید بن مسعود نامی کوئی شخص تھا جو مجہول و غیر معلوم ہے۔ صاحب مستدرک نے اپنی عادت کے مطابق ان علتوں کو نظر انداز کرکے لکھ مارا ہے کہ یہ حدیث صحیح الاسناد ہے۔ حالانکہ معلول بلکہ موضوع ہے

(۱۹)

نواس بن سمعان کلابی

صحابۂ کرام کی جماعت میں اس نام کا کوئی شخص اللہ کا پیدا کیا ہوا نہ تھا۔ البتہ چند راویان حدیث نے اس فرضی شخص کو صحبت نبوی کا شرف عطا کرکے اس سے دجال اور یاجوج ماجوج کے متعلق قطعاً جھوٹی حدیث روایت کرائی اور امام مسلم بن حجاج نے اسے درج صحیح فرمانے کا ثواب کمایا ہے۔ مسلم نے زہیر بن حرب و محمد بن مہران رازی سے سنا کہ ہم سے ولید بن مسلم دمشقی نے بیان کیا کہ ہم سے عبدالرحمٰن بن جابر ازدی دمشقی بصری نے بیان کیا۔ اس نے روایت کی یحیی بن جابر طائی سے اس نے عبدالرحمٰن جبیر حضرمی حمصی سے اس نے اپنے باپ جبیر بن نفیر حضرمی سے اس نے نواس بن سمعان کلابی سے کہ:
ذکر رسول الله ﷺ الدجال ذات غداة. فخفض فیه و رفع حتی ظنناه فی طائفة النخل فلما رحنا الیه عرف ذالک فینا. فقال ماشانکم؟ قلنا یا رسول الله

ذكرت الدجال الغداة فخفضت فيه و رفعت حتى ظنناه فى طائفة النخل. فقال غير الدجال اخوفني عليكم، ان يخرج وانا فيكم فانا حجيجه دونكم و ان يخرج و لست فيكم فامرؤ حجيج نفسه والله خليفتي علي كل مسلم۔

ایک صبح کو رسول اللہ ﷺ نے دجال کا ذکر کیا۔ اس کے ذکر میں آواز کبھی پست کبھی بلند فرمائی۔ آپ کے طرز بیان سے ہمیں گمان ہوا کہ وہ نخلستان کے کسی حصہ میں ہے (اور جلد ہی ہم پر آپڑنے والا ہے۔ اس احساس کے تحت ہم گھبرائے گھبرائے رہے)۔ پس جب ہم دوپہر کے بعد حاضر خدمت ہوئے تو آپ نے ہمارے اندر اس گھبراہٹ کو پہچان لیا تو فرمایا تم لوگوں کا کیا حال ہے۔ ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ صبح کے وقت آپ نے دجال کا ذکر کیا تھا بلند و پست آواز کے ساتھ تو ہم نے خیال کرلیا کہ وہ قریبی نخلستان کے کسی حصہ میں ہے۔ فرمایا: دجال کے علاوہ دیگر آفتوں کا تم پر آپڑنے کا مجھے زیادہ اندیشہ ہے۔ اگر وہ میری موجودگی میں نکلے تو میں خود اس سے نمٹ لینے والا ہوں تم تک نوبت نہ آئے گی اور اگر وہ اس حال میں نکلے کہ میں تم میں نہ ہوں تو ہر شخص اپنی ذات کا ذمہ دار ہے اور اللہ ہر مسلمان کی میرے بعد دیکھ بھال کرنے والا ہے۔

صحیح مسلم و سنن ابن ماجہ میں غیر الدجال اخوفني عليكم چھپا ہوا ہے۔ لیکن نون وقایہ کے ساتھ اخوفني غلط ہے۔ سنن ترمذی میں اخوف لي عليكم ہے۔ یہ لفظ صحیح ہے۔

میں کہتا ہوں کہ رسول اللہ ﷺ نے دجال کے متعلق کچھ بلند و پست آواز سے کہا ہوتا تو معروف صحابہ میں سے کوئی نہ کوئی اسے ضرور بیان کرتا۔ تو کیا آپ نے محدثین کی اس فرضی شخصیت نواس بن سمعان کے کان میں یہ سب کچھ کہا تھا کہ دیگر حضرات کو اس کا کچھ علم نہ ہوا۔

انه شاب قطط عينه عنبة طافئة كأني اشبهه بعبد العزى بن قطن فمن ادركه فليقرء عليه فواتح سورة الكهف. انه خارج خلة بين الشام والعراق فعاث يمينا و عاث شمالا. يا عبادالله فاثبتوا. قلنا يا رسول الله وما لبثه فى الارض؟ قال اربعون يوما. يوم كسنة و يوم كشهر و يوم كجمعة و سائر ايامه

كـايـامكم. قلنا يا رسول الله فذلك اليوم الذى كسنة أتكفينا فيه صلاة يوم ؟ قال لا. اقدروا له قدره. قلنايا رسول الله وما اسراعه فى الارض؟ قال كالغيث استدبرته الريح. فيأتى على القوم فيدعوهم فيؤمنون به و يستجيبون له فيأمر السماء فتمطر والارض فتنبت فتروح عليهم سارحتهم اطول ما كانت ذرى واسبغه ضروعا وامده خواصر ثم يأتى القوم فيدعوهم فيردون عليه قوله فينصرف عنهم فيصبحون ممحلين ليس بايديهم شئ من اموالهم و يمر بالخربة فيقول لها اُخرجى كنوزك فتتبعه كنوزها كيعا سيب النحل ثم يدعو رجلا ممتليًا شبابا فيضربه بالسيف فيقطعه جزلتين رمية الغرض ثم يدعوه فيقبل و يتهلل يضحك فبينما هو كذلك اذبعث الله المسيح بن مريم۔

وہ جوان ہے، بہت بڑھے ہوئے بالوں والا، اس کی آنکھ انگور کا ابھرا ہوا دانہ ہے۔ گویا کہ میں اسے عبدالعزیٰ بن قطن سے تشبیہ دے رہا ہوں (عبارت میں کَاَنّی غلط محض ہے، اِنّی ہونا چاہئے۔ یہ بھی واضح دلیل ہے کہ یہ رسول اللہ ﷺ کی کہی ہوئی بات نہیں ہے)۔ پس تم میں جو شخص اسے پائے تو اس پر سورۂ کہف کی آیتیں پڑھے۔ وہ شام و عراق کے درمیان ایک راہ میں نکلنے والا ہے۔ نکل کر اس نے داہنی جانب بھی اودھم مچایا اور بائیں جانب بھی فساد برپا کیا۔ (یہ نہیں ذکر کیا کہ زمین کے اندر سے نکلے گا یا کسی پہاڑ کے غار سے۔ یا کسی بستی سے جس میں پیدا ہوکر پروان چڑھا اور جوانی کی عمر کو پہنچا ہوگا)۔ اسے اللہ کے بندو پس تم ثابت قدم رہنا۔ ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ وہ زمیں میں کتنی مدت رہے گا؟ فرمایا چالیس دن۔ ایک دن ایک سال کے برابر ہوگا اور ایک دن ایک ماہ کے برابر اور ایک دن ایک ہفتہ کے برابر باقی ۳۷ دن عام دنوں کی طرح ہوگے (گویا وہ ایک سال دو ماہ پندرہ دن رہے گا) ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ وہ دن جو ایک سال کی طرح ہوگا کیا اس میں ایک دن کی یعنی پانچ نمازیں پڑھ لینا ہمیں کافی ہوگا؟ فرمایا نہیں۔ ایک دن کی نہیں بلکہ تین سو ساٹھ دنوں کی نماز پڑھی جائے۔ اس کا اندازہ لگاتے رہنا۔ ہم نے عرض کیا زمین میں اس کی تیز روی کیسی ہوگی؟ فرمایا زوردار بارش کی طرح جس کے پیچھے ہوا چل رہی ہو (یعنی جس طرح ایسی بارش بڑی تیزی سے علاقوں میں

پھیل جاتی ہے ایسے ہی دجال بھی تیزی کے ساتھ زمین میں گشت کرے گا)۔لوگوں پر اس کا گذر ہوگا۔ان سے کہے گا مجھ پر ایمان لاؤ۔تو وہ اس پر ایمان لے آئیں گے اور اس کی پکار قبول کریں گے۔ وہ انہیں نوازنے کے لئے آسمان کو حکم دے گا تو بارش ہوگی۔ زمین کو حکم دے گا تو اگائے گی پس شام کو ان کے مویشی جنگل سے آئیں گے تو ان کی پشتیں بڑی اونچی ہوں گی۔تھنوں میں بہت دودھ ہوگا۔کوکیں خوب بھری ہوں گی۔ ان سے ہٹ کر اور لوگوں کے پاس پہنچے گا تو وہ اس کی بات نہ مانیں گے ان سے ہٹ کر جائے گا تو وہ مبتلائے قحط ہو جائیں گے۔ تہی دست اور مفلس بے نوا بن جائیں گے۔ اجاڑ حصۂ زمین پر گذرے گا تو اسے حکم دے گا کہ تیرے اندر جو چھپے ہوئے خزانے ہیں نکال باہر کر تو خزانے (سونا چاندی ہیرے وغیرہ) اس کے پیچھے چل پڑیں گے جیسے شہد کی مکھیاں اپنی اپنی رانیوں کے پیچھے لگ جاتی ہیں۔ پھر وہ ایک پر شباب جوان کو طلب کر کے تلوار سے اس کے دو ٹکڑے کر دے گا۔ دونوں ٹکڑوں کے درمیان اتنا فاصلہ ہوگا جتنا فاصلہ تیر انداز کو اس کے ہدف سے ہوتا ہے پس وہ اسے پکارے گا تو وہ زندہ ہو کر ہنستا کھلکھلاتا چلا آئے گا۔اسی دوران میں اللہ نے حضرت عیسیٰ بن مریم کو بھیج دیا ہوگا۔

میں کہتا ہوں کہ یہ پورا بیان بتاتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ قطعاً جانتے تھے کہ دجال کا خروج آپ کے بعد ہوگا۔ایسی قوتوں اور شکتیوں کے ساتھ جو کسی نبی کو بھی نہیں ملیں۔ وہ شکتیاں اسے دے کر اللہ سبحانہ وتعالیٰ عام انسانوں کو گمراہ کرنے کا سامان کرے گا۔ بھلا جملہ محامد و مراحم اور صفات حسنیٰ سے متصف ذات حق کی طرف اس کی نسبت کرنا بڑے بھاری جھوٹ کے سوا کیا ہے۔ اگر رسول اللہ ﷺ کو قطعاً معلوم تھا کہ وہ دجال آپ کے بعد ہی نکلے گا تو آپ لوگوں سے ''إن يخرج و أنا فيكم فانا حجيجه دونكم '' کیسے کہہ سکتے تھے۔حقیقت یہ ہے کہ یہ سب دجال راویوں کا گھڑا ہوا بہتان اور اٹھایا ہوا طوفان دروغ بافی ہے۔

فينزل عند المنارة البيضاء شرقي دمشق بين مهر و دتين واضعا كفيه على اجنحة ملكين اذا طاطأ راسه قطر و اذا رفعه تحدر منه جمان كاللؤلؤ فلا يحل لكافر يجد ريح نفسه الامات و نفسه ينتهي حيث ينتهي طرفه فيطلبه حتى

يدركه بباب لد فيقتله. ثم يأتي عيسى بن مريم قوم قد عصمهم الله منه فيمسح عن وجوههم و يحدثهم بدرجاتهم في الجنة فبينما هو كذلك اذا و حي الله الى عيسى انى قد اخرجت عبادا لى لا يدان لاحد بقتالهم فحرز عبادى الى الطور.

پس حضرت عیسیٰ دمشق کی مشرقی جانب میں سفید مینار کے پاس اتریں گے ورس و زعفران سے رنگے ہوئے دو کپڑوں میں ملبوس (ایک کرتا ایک ازار) دو فرشتوں کے پنکھوں پر دونوں ہتیلیاں رکھے ہوئے۔ جب سر جھکائیں گے تو سر سے زمین پر اور جب سر اٹھائیں گے تو رخساروں پر موتی کی طرح سیمیں بوندیں ٹپکیں گی۔ ان کے سانس کی بو کفار کے لئے موت ہوگی۔ سانس وہاں تک جائے گا جہاں تک ان کی نگاہ جائے گی۔ جس کافر پر بھی پڑے گا مر جائے گا۔ وہ دجال کو تلاش کر کے لد کے دروازے پر پا کر اسے قتل کر دیں گے۔ تب حضرت عیسیٰ کے پاس وہ لوگ آئیں گے جنہیں اللہ نے دجال سے بچایا ہوگا تو ان کے چہروں سے گرد و غبار صاف کریں گے اور جنت میں جو درجات انہیں ملنے ہیں بتائیں گے۔ پس اس دوران میں کہ حضرت عیسیٰ اس طرح ہوں گے اچانک اللہ وحی فرمائے گا کہ میں نے اپنے کچھ ایسے بندے نکالے ہیں جن سے جنگ کرنے کی کسی میں تاب نہیں ہے۔ لہذا میرے مومن بندوں کو کوہ طور لے جاؤ۔ (یعنی دجال اور اس کے لشکر سے مقابلہ کے وقت حضرت عیسیٰ کے سانس کی جو تاثیر ہوگی وہ یاجوج و ماجوج کے خروج کے وقت نہ رہے گی)۔

و بعث الله ياجوج و ماجوج و هم من كل حدب ينسلون. فيمر اوائلهم على بحيرة طبرية فيشربون مافيها. ويمر آخرهم فيقولون لقد كان بهذه مرة ماء. و يحصر نبى الله عيسى و اصحابه حتى يكون راس الثور لاحد هم خيرا من مائه دينار لاحدكم اليوم فيرغب نبى الله عيسى و اصحابه فيرسل الله عليهم النغف فى رقابهم فيصبحون فرسىٰ كموت نفس و احدة ثم يهبط نبى الله عيسى و اصحابه الى الارض فلا يجدون فى الارض موضع شبر الا ملأه زهمهم و نتنهم فيرغب نبى الله و اصحابه إلى الله فيرسل الله طيرا

كاعناق البخت فتحملهم فتطرحهم حيث شاء الله ثم يرسل الله مطر الا يكنّ منه بيت مدر ولا وبر فيغسل الارض حتى يتركها كالزلفة ثم يقال للارض انبتى ثمرتك وردى بركتك. فيومئذ تأكل لوصابة من الرمانة و يستظلون بقحفها و يبارك فى الرسل حتى ان اللقحة من الابل لتكفى الفيام من الناس و اللقحة من البقرة لتكفى القبيلة من الناس و اللقحة من الغنم لتكفى الفخذ من الناس فبينما هم كذلك اذبعث الله ريحاطيبة فتأخذهم تحت آباطهم فتقبض روح كل مومن و كل مسلم و يبقى شرار الناس يتهارجون فيها تهارج الحمر فعليهم تقوم الساعة. (صحیح مسلم ۲ ص ۴۰۰ مسند احمد ۴ ص ۱۸۱۔ ترمذی۔ ابن ماجہ)

اللہ نے یاجوج و ماجوج کو بھیج دیا ہوگا۔ وہ ہر ایک ٹیلے سے نکل پڑیں گے۔ ان کی پہلی ٹولی شہر طبریہ کے بحیرہ پر گزرے گی (گہرا وسیع پر آب تالاب) تو اس کا تمام پانی پی جائے گی۔ جب پچھلی ٹولی آئے گی تو اسے دیکھ کر کہے گی کبھی اس میں پانی تھا۔ حضرت عیسیٰ اور ان کے ساتھی کوہ طور پر محصور ہوں گے۔ (کیوں؟ یاجوج و ماجوج کو تباہ کرنے کے لئے تو حضرت عیسیٰ کا سانس ہی کافی ہوتا۔ کیا وہ تاثیر سلب ہوجائے گی؟) حتی کہ ان میں سے کسی کو بیل کا سر نصیب ہوجائے تو اسے ایسی خوشی ہو جیسی آج کسی کو سو اشرفیاں پالینے سے ہوسکتی ہے۔ تب اللہ کے نبی عیسیٰ اور ان کے ساتھی مؤمنین اس بلا کے دفع ہونے کی اللہ سے دعا کریں گے تو اللہ یاجوجؔ و ماجوج کی گردنوں میں گلٹی کی بیماری بھیج دے گا۔ سب کے سب ایک ساتھ ہلاک ہوجائیں گے تب اللہ کے نبی حضرت عیسیٰ اور ان کے ساتھی زمین پر اتریں گے تو انہیں بالشت برابر بھی جگہ نہ ملے گی جو ان کی سڑاند اور بدبو سے بھری ہوئی نہ ہو تب حضرت عیسیٰ اور ان کے ساتھی اللہ سے دعا کریں گے تو اللہ پرندے بھیجے گا جو بختی اونٹوں کی گردنوں کی طرح ہوں گے۔ وہ ان کی لاشیں اٹھا اٹھا کر اس جگہ جاڈالیں گے جہاں اللہ چاہے گا۔ (مسند احمد میں ہے کہ یحییٰ بن جابر نے کہا کہ مجھ سے عطاء بن یزید سکسکی نے کعب احبار یا کسی اور سے روایت کرکے بیان کیا کہ وہ پرندے ان کی لاشوں کو مھبل میں جا ڈالیں گے۔ یحییٰ بن جابر نے پوچھا کہ مھبل کہاں ہے؟ تو بولا جہاں سے سورج نکلتا ہے۔) (اور ترمذی کی روایت کے اندر یاجوج ماجوج

کے ذکر میں یہ اضافہ ہے کہ وہ روانہ ہوکر بیت المقدس کے پہاڑ تک پہنچیں گے تو آپس میں کہیں گے کہ زمین والوں کو تو ہم نے مارڈالا ہے آؤ اب آسمان والوں کو بھی سلٹ لیں پس وہ آسمان کی طرف تیر پھینکیں گے تو اللہ ان کے تیروں کو واپس کردے گا خون آلودہ کرکے تب بغلیں بجائیں گے کہ ہم نے آسمان والے بھی ختم کردیئے۔) ہاں تو جب وہ پرندے ان کی لاشوں کو لے جائیں گے تو اللہ زوردار بارش بھیجے گا جس سے نہ کوئی خیمہ بچائے گا نہ تعمیر کیا ہوا گھر وہ زمین کو دھوکر آئینہ کی طرح کردے گی۔ (مسلم و احمد و ابن ماجہ و ترمذی کسی کو بھی توفیق نہ ہوئی کہ جن لوگوں سے یہ حدیث سنی تھی ان سے پوچھتے کہ اس زمیں گیر موسلا دھار اور مسلسل بارش کے موقع پر حضرت عیسیٰ اور ان کے ساتھی کہاں رہیں گے۔) پھر زمین کو اگانے کا حکم ہوگا کہ پھل اگا اور زمین والوں پر اپنی برکت لوٹا۔ پس ایک انار کو بڑا گروہ کھا کر شکم سیر ہوگا۔ اس کا چھلکا اتنا بڑا ہوگا کہ اس سے سایہ حاصل کریں گے اور دودھ میں ایسی برکت ہوگی کہ ایک شیر دار اونٹنی کا دودھ کئی گروہوں کو، ایک گائے کا دودھ پورے قبیلہ کو اور ایک بکری کا دودھ پورے خاندان کو کافی ہوگا۔ تمام مسلمان اسی خوشحالی میں ہوں گے کہ اللہ ایک خوشگوار ہوا بھیجے گا جو ہر مسلمان کے زیر بغل حصہ کو متاثر کرکے اس کی روح قبض کرلے گی۔ روئے زمین پر کوئی مسلمان نہ رہے گا بس برے لوگ رہ جائیں گے جو گدھوں گدھیوں کی طرح کھلم کھلا جماع کیا کریں گے۔ ان ہی برے اور بے حیا لوگوں پر قیامت قائم ہوگی۔

سوال یہ ہے کہ جب حضرت عیسیٰ کے عہد میں روئے زمین پر کوئی کافر رہے گا نہیں۔ یاجوج و ماجوج بھی ختم ہوجائیں گے بس مسلمان ہی ہوں گے انہیں وہ خوشگوار ہوا ہلاک کردے گی تو یہ بے حیا کفار اشرار کہاں سے ٹپک پڑیں گے؟ اس حدیث کے راویوں نے ظہور دجال و نزول عیسیٰ بن مریم و خروج یاجوج و ماجوج کو ایک ہی لڑی میں پرودیا تھا اور یہ احمق لوگ سمجھتے تھے کہ ان کے زمانے میں جنگ کے جو ہتھیار تھے تیر و کمان، نیزے بھالے، تلوار خنجر وہی ہمیشہ رہیں گے۔ اسی لئے انہوں نے دجال کو تلوار دیدی جس سے وہ ایک شخص کے دو ٹکڑے کردے گا۔ یاجوج و ماجوج کے ہاتھوں میں کمانیں تھمادیں۔ اللہ پر، اس کے رسول پر افترا پردازی کرنے میں انہیں کوئی باک نہ تھا۔ ایسا لگتا ہے کہ عبدالرحمٰن

بن یزید دمشقی و یحیی بن جابر طائی و عبدالرحمٰن بن جبیر سب جانڈو باز لوگ تھے۔ ابن ماجہ کی روایت میں تو یہ بھی ہے کہ یاجوج و ماجوج کی ہلاکت کے بعد ان کی کمانوں اور تیروں کو مسلمان آٹھ سال تک جلاتے اور ان سے کھانا پکاتے رہیں گے۔ حالانکہ ان راویوں نے ذکر کیا ہے کہ یاجوج و ماجوج کی لاشوں کی سڑاند کو دور کرنے کے لئے نہایت زوردار اور زمیں گیر بارش ہوگی تو پھر ان کی کمانیں کونسے گودام میں رکھی ہوں گی کہ بارش کی زد میں آکر بہنے سے بچ جائیں گی۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ گپ شپ کذاب کعب احبار کی ہانکی ہوئی ہے۔ عبدالرحمٰن بن جبیر نے یہ ظلم کیا کہ کعب کا نام حذف کرکے اسے نواس بن سمعان کلابی فرضی صحابی کے سر منڈھ دیا۔ امام بخاری نے تو اس اول سے آخر تک جھوٹی حدیث کو ناقابل التفات سمجھا مگر امام مسلم نے اسے درج صحیح کردیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ سادہ لوح علما نے ان زٹلیات کو صحیح مسلم میں درج ہونے کی وجہ سے عقائد کا درجہ دے کر اپنی تالیفات میں ذکر فرمادیا۔ فالی اللہ المشتکی۔

(۲۰)

عمران بن حصین رضی اللہ عنہ

حمید بن ھلال راسبی بصری سے ھشام بن حسان اور جریر بن عبدالحمید نے روایت کی ہے اور حمید نے ابوالدھماء سے۔ ھشام کی روایت یہ ہے: عن ابی الدھماء عن عمران بن حصین قال قال رسول اللہ ﷺ من سمع بالدجال فلیناٴعنہ. ثلاثا یقولھا. فان الرجل یاتیہ وھو یحسب انہ مؤمن فلا یزال بہ لمامعہ من الشبہ حی یتبعہ۔ (مسند احمد ۴ ص ۴۳۱ و ۴۴۱)

ابو الدھماء یعنی قرفہ بن بھیس عدوی مصری نے عمران بن حصین سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے تین بار فرمایا جو شخص دجال کے متعلق سنے تو اس سے دور رہے۔ (اس کے پاس جانے میں ایمان سے محروم ہوجانے کا خطرہ ہے) آدمی خود کو مومن سمجھتا ہوگا۔ اس کے پاس آئے گا تو وہ برابر اسے شبہات میں ڈالتا رہے گا یہانتک کہ اس کی پیروی اختیار کرلے گا۔ جریر کی روایت کا مضمون بھی یہ ہی ہے۔ حدثنا حمید بن ھلال عن ابی الدھماء قال سمعت عمران بن حصین یحدث قال قال رسول اللہ ﷺ من سمع بالدجال فلینا عنہ فواللہ اِن الرجل لیاتیہ و ھو یحسب أنہ مؤمن فیتبعہ

مما يعث به من الشبهات۔ (سنن ابی داؤد کتاب الملاحم۔خروج الدجال حدیث ۵)

حمید بن ھلال عدوی اور ابوالدھماء کو ثقہ بتایا گیا ہے مگر صحیح بخاری میں ان دونوں کی کوئی روایت نہیں ہاں حمید بن ھلال کی حدیث امام بخاری نے الادب المفرد میں لی ہے۔ ابوالدھماء سے حمید بن ھلال کا سماع ثابت نہیں۔ نہ معلوم حمید کو یہ حدیث کس سے معلوم ہوئی تھی۔ مگر اس میں دجال کے متعلق کوئی فضول بات مذکور نہیں ہے۔ اس حدیث سے یہ نصیحت ملتی ہے کہ عام لوگوں کو مفسد و فتین شخص کے پاس جانے سے پرہیز کرنا چاہئے۔

(۲۱)

معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ

ترمذی نے کہا ہے: حدثنا عبدالله بن عبدالرحمن ثنا الحكم بن المبارك ثنا الوليد بن مسلم عن ابى بكر بن ابى مريم عن الوليد بن سفيان عن يزيد بن وهب السكونى عن ابى بحرية. (هو عبدالله بن قيس الكندى الحمصى ثقة صاحب معاذ) عن معاذ بن جبل عن النبى ﷺ قال الملحمة العظمىٰ و فتح القسطنطينة و خروج الدجال فى سبعة اشهر. قال الترمذى هذا حديث حسن لا نعرفه الا من هذا الوجه۔

(ابواب الفتن باب ماجاء فی علامات خروج الدجال)

اس میں مذکور ہے کہ بڑا ہنگامہ اور فتح قسطنطنیہ اور خروج دجال سات مہینوں کے اندر ہے۔ یقیناً اسے نبی ﷺ کا ارشاد اور حضرت معاذ کی حدیث اور ابو بحریہ کی روایت بتانا غلط ہے۔ کئی سو سال پہلے سلطان محمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ نے قسطنطنیہ کو فتح کیا تھا۔ جب سے اب تک تو دجال مزعوم نکلا نہیں۔ نہ پہلے نکلا تھا اور الملحمۃ العظمیٰ سے کیا مراد ہے؟ اس جھوٹی حدیث کو اپنی کتاب میں درج کرنے اور اسے حسن بتانے سے ترمذی نے کیا ثواب کمایا تھا۔ یہ حدیث ابوبکر بن عبداللہ بن ابی مریم غسانی شامی کی طبع زاد ہے۔ اسناد بھی اسی کی گھڑی ہوئی ہے۔ اس شخص کے ضعیف الحفظ و منکر الحدیث و متروک ہونے پر اہل علم کا اتفاق ہے (تھذیب التھذیب)

ھشام بن عامر انصاری رضی اللہ عنہ

مسلم نے کہا ہے: حدثنی زهیر بن حرب نا احمد بن اسحاق الحضرمی نا عبدالعزیز یعنی ابن المختارنا ایوب عن حمید بن هلال عن رهط منهم ابو الدهماء و ابو قتادة قالوا کنا نمر علی هشام بن عامر نأتی عمران بن حصین فقال ذات یوم انکم لتجاوزونی إلی رجال ماکانوا. احضر لرسول الله ﷺ منی ولا اعلم بحدیثه منی. سمعت رسول الله ﷺ یقول مابین خلق آدم الی قیام الساعة خلق اکبر من الدجال. (صحیح مسلم ۲ ص ۴۰۵)

عبیداللہ بن عمرو رقی نے بھی ایوب سے اسی طرح۔ (صحیح مسلم ایضا) ایوب سختیانی نے حمید بن ھلال سے اس نے چند لوگوں سے جن میں ابوالدھماء اور ابو قتادہ عدوی بصری بھی ہیں روایت کی۔ انہوں نے کہا کہ ہم عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کے پاس جایا کرتے تھے۔ راستے میں ہمارا گزر ھشام بن عامر انصاری رضی اللہ عنہ پر ہوتا تھا۔ ایک دن ھشام نے ہم سے کہا کہ تم لوگ مجھے چھوڑ کر ایسے لوگوں کے پاس حدیثیں سننے کے لئے جاتے ہو جو نہ مجھ سے زیادہ رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوتے تھے نہ مجھ سے بڑھ کر انہیں آپ کی حدیثوں کا علم ہے۔ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ آدم کی پیدائش سے لے کر قیامت برپا ہونے تک دجال سے زیادہ بڑی کوئی مخلوق نہیں ہے۔ اس کے دو مطلب ہو سکتے ہیں۔ ایک یہ کہ دجال سے بڑھ کر کوئی فتنہ نہیں۔ دوم یہ کہ دجال سے بڑھ کر جسیم وتنومند کوئی نہیں ہوا۔ اس کا راوی حمید بن ھلال چنداں ثقہ نہیں ہے۔ اس نے ابو دھماء و ابوقتادہ عدوی سے اس کی روایت کی ہے۔ ابو قتادہ عدوی کوئی مجهول شخص ہے۔ کسی نے اس کا نام نذیر بن قنفذ بتایا ہے کسی نے تمیم بن نذیر کسی نے تمیم بن زبیر۔ صحیح بخاری میں اس کے طریق سے کوئی حدیث مروی نہیں ہے۔ نیز احمد نے کہا ہے: حدثنا عبدالرزاق ثنا معمر عن ایوب عن ابی قلابة عن هشام بن عامر قال قال رسول الله ﷺ إن راس الدجال من ورائه حبک حبک فمن قال انت ربی افتتن و من قال کذبت ربی الله علیه توکلت فلا یضره او قال فلا فتنة علیه. (مسند ۴ ص ۲۰)

ابوقلابہ یعنی عبداللہ بن زید جرمی بصری نے ھشام بن عامر سے روایت کی ہے۔
فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ دجال کا سر پیچھے سے بہت مڑے ہوئے بالوں والا ہوگا۔ جس نے اس سے کہہ دیا کہ تو میرا رب ہے وہ گمراہ ہوگیا۔ اور جس نے کہا تو نے خدائی کا دعوی غلط کیا ہے میرا رب اللہ ہے اسی پر میں نے بھروسہ کیا ہے تو اسے وہ نقصان نہ پہنچا سکے گا۔ یا یہ فرمایا کہ اس پر کوئی فتنہ نہیں۔ یہ حدیث صحیح نہیں ہے منقطع السند ہے۔ علی بن مدینی نے تصریح کی ہے کہ ابوقلابہ نے ھشام بن عامر سے کوئی حدیث نہیں سنی۔

(۲۳)

ابوبکرہ ثقفی رضی اللہ عنہ

سے ابن صیاد و دجال کے متعلق قطعاً جھوٹی حدیث کذاب راوی نے گھڑ کر روایت کی ہے اسے میں نے ''صحیح بخاری کا مطالعہ حصہ اول (قسط دوم)'' میں وضاحت سے بیان کیا ہے۔

(۲۴)

جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہ

کی طرف منسوب حدیث دجال زید بن اسلم و ابوالزبیر سے مروی ہے۔ زید والی روایت مسند احمد میں ہے۔ زید سے زھیر بن محمد تمیمی نے روایت کی کہ جابر نے کہا:

اشرف رسول اللہ ﷺ علی فلق من افلاق الحرۃ و نحن معہ. فقال نعمت الارض المدینۃ إذا خرج الدجال. علی کل نقب من انقابھا ملک لایدخلھا. فاذا کان کذلک رجفت المدینۃ باھلھا ثلاث رجفات. لا یبقی منافق و لا منافقۃ إلاخرج الیہ و اکثر من یخرج الیہ النساء. و ذالک یوم التخلیص و ذلک یوم تنفی المدینۃ الخبث کما ینفی الکیر خبث الحدید. یکون معہ سبعون الفا من الیھود علی کل رجل ساج و سیف محلی فتضرب رقبتہ بھذا الضرب عند مجتمع السیول. ثم قال رسول اللہ ﷺ ماکانت فتنۃ ولا تکون حتی تقوم الساعۃ اکبر من فتنۃ الدجال و لا من نبی إلا وقد حذراستہ و لا خبر نکم بشئ ما اخبرہ نبی امتہ قبلی. ثم وضع یدہ علی عینہ ثم قال اشھد أن اللہ عزوجل لیس باعور. (مسند ۳ ص ۲۹۲)

رسول اللہ ﷺ حرہ کی ایک گزرگاہ پر تھے اور ہم آپ کے ساتھ تھے پس فرمایا: جب دجال نکلے گا تو مدینہ بہترین سرزمین ہوگی۔ اس کی ہر ایک گلی پر فرشتہ ہوگا کہ وہ اس میں داخل نہ ہو۔ پس جب ایسا ہوگا تو مدینہ میں تین بار زلزلہ آئے گا۔ تمام منافق مرد اور منافق عورتیں نکل کر دجال کے پاس پہنچ جائیں گی۔ زیادہ تر عورتیں نکلیں گی۔ اسی لئے وہ چھانٹنے کا دن ہوگا اور وہ دن ہوگا کہ مدینہ گندگی کو دور کردے گا جیسا کہ لوہار کی بھٹی لوہے کے زنگ کو دور کردیتی ہے۔ اس کے ساتھ ستر ہزار یہودی ہوں گے ہر ایک عمدہ بیش بہا چادر اور چاندی یا سونے سے آراستہ تلوار رکھتا ہوگا۔ پس دجال کی گردن یہیں (مدینہ کے قریب) جہاں بارش کے ایام میں پانی کی رو اکٹھی ہوجاتی ہیں ماری جائے گی۔ (اس راوی نے نہ شام کے باب لد کا ذکر کیا نہ یہ کہ حضرت عیسی اسے قتل کریں گے۔) پھر آپ نے فرمایا کہ فتنۂ دجال سے بڑھ کر کوئی فتنہ نہ اب تک ہوا ہے نہ قیامت تک ہوگا۔ اور ہر ایک نبی نے اپنی امت کو اس سے متنبہ کیا ہے اور میں تمہیں وہ بات بتاؤں گا جو کسی نبی نے مجھ سے پہلے اپنی امت کو نہیں بتائی۔ یہ کہہ کر آپ نے اپنی آنکھ پر ہاتھ رکھ کر فرمایا میں گواہی دیتا ہوں کہ تمہارا رب کانا نہیں ہے۔ یہ حدیث گھڑی ہوئی ہے۔ راوی زھیر غلط گوشخص تھا اور یحیی بن معین نے تصریح کی ہے کہ زید بن اسلم نے حضرت جابر سے کوئی حدیث نہیں سنی۔ زھیر ہی اس حدیث کا مصنف ہے۔

(۲)۔ ابوالزبیر سے حسین بن واقد نے اور ابن جریج نے مختصرا اور ابراھیم بن طھمان نے کافی لمبی روایت کی ہے۔ حسین کی روایت یہ ہے: حدثنی ابو الزبیر ثنا جابر سمعت رسول اللہ ﷺ یقول اِنہ مکتوب بین عینی الدجال کافر یقرء ہ کل مؤمن ۔ (مسند ۳ ص ۳۲۴)۔ اس کا راوی حسین بن واقد مروزی ثقہ نہ تھا۔ احمد بن حنبل نے اس کے متعلق کہا ہے۔ میں نہیں جانتا کہ اس کی حدیثیں کیا چیز ہیں۔ اس کی حدیثوں میں اضافہ ہوتا ہے۔ نہ معلوم وہ کیسا ہے۔ (تھذیب التھذیب)۔

ابن جریج کی روایت یہ ہے: اخبرنی ابوالزبیر انہ سمع جابر بن عبداللہ یقول قال النبی ﷺ الدجال اعور و ھو اشد الکذابین ۔ (مسند ۳ ص ۳۳۳)۔ اس کا راوی ابن جریج کثیر الراویہ اور معروف ہے۔ ثقہ نہ تھا۔ رافضی تھا۔ متعہ کو جائز سمجھتا تھا۔

بقول امام شافعی اس نے ستر عورتوں سے متعہ کیا تھا۔ اناپ شناپ روایتوں کا انبار ہے جو اس علامہ نے مسلمانوں میں پھیلا کر بڑا پاپ کمایا تھا۔ میرے خیال میں یہ شخص بڑے دجالوں میں سے ایک دجال تھا۔ اور ابراھیم بن طھمان کی روایت یہ ہے۔ امام احمد نے کہا ہے:

حدثنا محمد بن سابق ثنا ابراهيم بن طهمان عن ابى الزبير عن جابر بن عبدالله قال قال رسول الله ﷺ يخرج الدجال فى خفقة من الدين و ادبار من العلم فله اربعون ليلة يسيحها فى الارض. اليوم منها كالسنة واليوم منها كالشهر واليوم منها كالجمعة ثم سائر ايامه كايامكم هذه. وله حمار يركبه عرض مابين اذنيه اربعون ذراعا فيقول للناس انا ربكم و هو اعور وأن ربكم ليس باعور مكتوب بين عينيه كافر. ک ف ر مهجاة يقرء ه كل مؤمن كاتب و غير كاتب. يرد كل ماء ومنهل إلا المدينة و مكة حرمهما الله عليه وقامت الملائكة بابوابهما و معه جبال من خبز و الناس فى جهد الامن تبعه و معه نهران انا اعلم بهما منه نهر يقول الجنة و نهر يقول النار فمن ادخل الذى يسميه الجنة فهو النار ومن ادخل الذى يسميه النار فهو الجنة. قال و يبعث الله معه شياطين تكلم الناس و معه فتنة عظيمة. يأمر السماء فتمطر فى مايرى الناس. و يقتل نفسا ثم يحييها فى مايرى الناس و يقول ايها الناس من يفعل مثل هذا إلا الرب فيفر المسلمون إلى جبل الدخان بالشام فيأتيهم فيحاصرهم فيشتد حصارهم و يجهدهم جهدا شديدا ثم ينزل عيسى بن مريم فينادى من السحر فيقول أيها الناس ما يمتعكم أن تخرجو إلى الكذاب الخبيث. فيقولون هذا رجل جنى فيتطلقون فاذا هم بعيسى بن مريم فتقام الصلاة فيقال له تقدم ياروح الله فيقول ليتقدم إمامكم فليصل بكم فاذا صلى صلاة الصبح خرجوا اليه. قال فحين يراه الكذاب ينماث كما ينماث الملح فى الماء فيمشى إليه فيقتله حتى إن الشجرة و الحجر ينادى ياروح الله هذا يهودى فلا يترک احدا ممن كان معه إلا قتله.
(مسند ۳ص ۳۶۷)

ابراھیم بن طھمان سے اس کی روایت صرف محمد بن سابق کوفی نے کی تھی۔ ابراھیم بن طھمان ہرات میں پیدا ہوا، نیشاپور میں رہا۔ وہاں سے بغداد آیا۔ وہاں سے آکر تادفات مکہ میں رہا وہیں ١٦٣ھ میں انتقال ہوا۔ (تھذیب التھذیب)۔ اور محمد بن سابق ابو سعید کوفی کی وفات ٢١٣ یا ٢١٤ھ میں ہوئی تھی۔ ابراہیم بن طھمان سے اس کی ملاقات ثابت نہیں اور ظاہر حال اس کی نفی کر رہا ہے۔ پس اس حدیث کی اسناد میں اس کا حدثنا ابراھیم بن طھمان کہنا کیسے درست ہوسکتا ہے۔ الا یہ کہ اس نے خواب میں اس سے یہ حدیث سن لی ہو۔ تھذیب التھذیب میں ہے کہ یحیی بن معین نے محمد بن سابق کو ضعیف بتایا ہے۔ اور یعقوب بن شیبہ نے کہا ہے لیس ممن یوصف بالضبط۔ میں کہتا ہوں کہ اس شخص نے دجال کے متعلق لوگوں میں پھیلی ہوئی روایات کو جمع کر کے ایک حدیث بنا کر کچھ اپنی طرف سے ملا کر اسناد گھڑ لی اور حضرت جابر پر اس کی روایت کا بہتان لگا دیا۔ اس طویل اور جھوٹی حدیث کا مضمون یہ ہے کہ دجال اس زمانہ میں نکلے گا جب عام لوگ دین سے بے توجہی اور علم سے روگردانی میں ہوں گے۔ چالیس دن رات زمین میں گشت کرے گا۔ ان میں سے ایک دن سال کی اور ایک دن ایک ماہ کی اور ایک دن ایک ہفتہ کے برابر ہوگا۔ باقی ٣٧ دن عام دنوں کی طرح ہوں گے۔ اس کی سواری میں جو گدھا ہوگا اس کے دونوں کانوں کا درمیانی فاصلہ چالیس ہاتھ ہوگا۔ (یہ راوی اس زمانہ میں ہوتا تو گدھے کے بجائے ہیلی کاپٹر کا ذکر کرتا۔) لوگوں سے کہے گا میں تمھارا رب ہوں حالانکہ وہ کانا ہوگا اور تمھارا رب کانا نہیں ہے۔ اس کی دونوں آنکھوں کی درمیانی جگہ واضح حرفوں میں ک ف ر لکھا ہوا ہوگا۔ جسے ہر ایک مومن پڑھ لے گا۔ پڑھا لکھا ہو یا ان پڑھ ہو۔ ہر تالاب اور گھاٹ پر وارد ہوگا۔ مکہ و مدینہ کے سوا، ان دونوں شہروں میں داخل نہ ہوسکے گا۔ فرشتے ان کے دروازوں پر تعینات ہوں گے۔ اس کے ساتھ روٹیوں کے پہاڑ ہوں گے۔ اپنے متبعین کو ہی کھلائے گا۔ اس کا اتباع نہ کرنے والے سخت بھوک کی مشقت میں ہوں گے۔ اس کے ساتھ دو نہریں ہوں گی۔ ایک کو جنت کہے گا ایک کو دوزخ بتائے گا۔ جو شخص اس کی نام نہاد جنت میں داخل ہوگا دراصل داخل جہنم ہوگا اور جو اس کی نام نہاد جہنم میں داخل کیا جائے گا وہ فی الواقع داخل جنت ہوگا۔ نیز آپ نے فرمایا کہ اللہ اس

کے ساتھ کچھ شیطانوں کو کر دے گا تو وہ لوگوں سے بات کریں گے۔ یعنی انہیں تلقین کریں گے کہ دجال کو رب مان لیں اور اس کے ساتھ زبردست فتنہ ہوگا۔ آسمان کو حکم دے گا تو بارش ہوگی۔ سب لوگ اسے دیکھیں گے۔ اور لوگوں کے سامنے ایک شخص کو قتل کر کے زندہ کردے گا۔ مگر اور لوگوں پر اسے یہ قابو حاصل نہ ہوگا۔ کہے گا لوگو! ایسے کام خدا کے سوا کون کرسکتا ہے۔ اہل اسلام اس سے بھاگ کر ملک شام میں واقع دھوئیں کے پہاڑ کی طرف چلے جائیں گے۔ وہ آکر انھیں گھیر لے گا اور سخت مشقت میں ڈال دے گا۔ پھر عیسی بن مریم اتر کر صبح کے وقت پکاریں گے کہ لوگو! اس کذاب خبیث سے جنگ کرنے کے لئے نکلنے سے تمہیں کیا چیز روک رہی ہے۔ یہ پکار سن کر کہیں گے کہ یہ کوئی جن ہے۔ چلیں گے تو دیکھیں گے کہ عیسی بن مریم ہیں۔ پس نماز فجر کھڑی ہوگی تو کہا جائے گا۔ اے روح اللہ آگے بڑھ کر نماز پڑھایئے۔ فرمائیں گے جو تمھارا امام ہے وہی نماز پڑھائے۔ بعد نماز دجال کا مقابلہ کرنے کے لئے نکلیں گے پس جب وہ انہیں دیکھے گا تو ایسے پگھلنے لگے گا جیسے پانی میں نمک گھلنے لگتا ہے۔ عیسی اس کی طرف بڑھ کر اسے قتل کردیں گے حتی کہ درخت اور پتھر کی چٹان سے آواز آئے گی کہ اے روح اللہ! یہ یہودی یہاں چھپا ہوا ہے۔ حضرت عیسی اس کے ساتھیوں میں سے کسی بھی قتل کئے بغیر نہ چھوڑیں گے۔

(۲۵)

اسماء بنت یزید بن سکن انصاریہ رضی اللہ عنہا

شہر بن حوشب کذاب سے قتادہ و عبداللہ بن عثمان بن خثیم نے روایت کی ہے۔

(۱) قتادہ سے جریر بن حازم و معمر نے۔ جریر کی روایت پڑھیے امام احمد نے کہا ہے: حدثنا یزید بن هارون اخبرنا جریر بن حازم عن قتادة عن شهر بن حوشب عن اسماء بنت یزید قالت کنا مع النبی ﷺ فی بیته فقال إذا کان قبل خروج الدجال بثلاث سنین حبست السماء ثلث قطرها و حبست الارض ثلث نباتها. فإذا کانت السنة الثانیة حبست السماء ثلثی قطرها و حبست الارض ثلثی نباتها فاذا کانت السنة الثالثة حبست السماء قطره کله و حبست الارض نباتها کله فلا یبقی ذوخف ولا ظلف إلا هلک فیقول الدجال للرجل من اهل البادیة

ارأيت أن بعثت ابلک ضخاما ضروعها عظاما اسنمتها أتعلم أني ربک؟ فيقول نعم فيمثل له الشياطين على صورة ابله فيتبعه و يقول للرجل ارأيت أن بعثت اباک و ابنک و من تعرف من اهلک اتعلم أني ربک؟ فيقول نعم فيمثل له الشياطين على صورهم فيتبعه. ثم خرج رسول الله ﷺ و بكى اهل البيت ثم رجع و نحن نبكي فقال ما يبكيكم ؟ فقلت يا رسول الله ماذكرت عن الدجال فو الله ان امة اهلي لتعجن عجينها فما تبلغ حتى تكاد اكبادنا تتفتت من الجوع فكيف نصنع يومئذفقال يكفيْ المؤمنين عن الطعام و الشراب يومئذ التكبير والتسبيح و التحميد ثم قال لاتبكوا. فان يخرج الدجال و انا فيكم فانا حجيجه و إن يخرج بعدی فالله خليفتي على كل مسلم۔ (مسند ٦ ص ٤٥٣)

اسماء بنت یزید سے مروی ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ آپ کے گھر میں تھے۔ فرمایا۔ خروج دجال سے تین سال پہلے یہ ہوگا کہ پہلے جتنی بارش ہوئی تھی اس سے تہائی ہوگی۔ زمین سے پیداوار بھی تہائی کم رہے گی۔ دوسرے سال بارش اور پیداوار دوتہائی کم ہوجائے گی تیسرے سال نہ بارش ہوگی نہ زمین سے کچھ اگے گا۔ نتیجہ یہ ہوگا کہ چھوٹے بڑے تمام مویشی ہلاک ہوجائیں گے۔ دجال نکلے گا تو دیہاتی چودھری سے کہے گا بتا اگر میں تیرے اونٹوں کو زندہ کر کے اٹھا دوں ،ان کے تھن دودھ سے خوب بھرے ہوئے ہوں ،کوہان فربہی کی وجہ سے خوب بڑے بڑے ہوں تو تجھے یقین آجائے گا کہ میں ہی تیرا خدا ہوں۔ کہے گا ہاں۔ پس شیاطین عمدہ وفربہ اونٹ بن کر اس کے سامنے آجائیں گے تو وہ اس کا پیرو بن جائے گا۔ نیز آدمی سے کہے گا اگر میں تیرے مردہ باپ کو اور گھر کے لوگوں میں سے جنہیں تو جانتا ہے زندہ تیرے سامنے حاضر کردوں تو تجھے یقین ہوجائے گا کہ میں تیرا خدا ہوں۔ کہے گا ہاں، پس شیاطین ان مردہ لوگوں کے روپ میں اس کے سامنے آجائیں گے تو وہ اس کی پیروی اختیار کرلے گا۔ یہ فرما کر آپ باہر نکل گئے اور گھر کے لوگ رو پڑے۔

آپ واپس ہوئے ہمیں روتے ہوئے دیکھا تو فرمایا تمہیں کیا چیز رلا رہی ہے۔ میں نے کہا آپ نے جو دجال کا ذکر فرمایا ہے وہی باعث گریہ ہے۔ بخدا ہمارا حال تو یہ

ہے کہ ہماری خادمہ آٹا گوندرہی ہوتی ہے ہمیں بھوک لگی ہوتی ہے۔ پکانے میں ذرا سی بھی دیر ہوجائے تو بھوک کی وجہ سے ہمارے جگر لگتا ہے کہ ٹکڑے ٹکڑے ہوجائیں گے تو خروج دجال کے وقت جب ہم شدید قحط سے دوچار ہوں گے تو کیسے کریں گے۔ فرمایا مؤمنین کو اس زمانہ میں کھانے پینے سے بے نیاز کردینے والی چیز اللہ اکبر، سبحان اللہ، الحمد للہ کہنا ہے۔ پھر فرمایا مت روؤ، اگر دجال میرے سامنے نکلے تو میں اس سے نمٹ لینے والا ہوں۔ اور اگر میرے بعد نکلے تو اللہ ہر مسلمان کے حق میں میرا قائم مقام ہے۔ معمر کی روایت بھی اسی طرح ہے مگر اس میں ہے کہ اسماء بنت یزید نے کہا تھا 'کان رسول اللہ ﷺ فی بیتی' یعنی آپ میرے گھر تھے۔ (مسند ۶ ص ۴۵۵)

عبدالحمید بن بھرام شہر بن حوشب کا خاص راوی تھا۔ چور کا گواہ گٹھ کٹا کے مصداق بے حد ضعیف تھا اور شہر بن حوشب تو تھا ہی کذاب و دروغ باف۔ عبدالحمید کی روایت میں یہ اضافہ ہے کہ آپ نے فرمایا "فمن حضر مجلسی و سمع قولی فلیبلغ الشاهد منكم الغائب واعلمو ان الله عزو جل صحيح ليس باعور و أن الدجال اعور ممسوح العين. بين عينيه مكتوب كافر. يقرء ه كل مؤمن كاتب و غير كاتب۔ (مسند ۶ ص ۴۵۶)

(۲۶)

فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا

موصوفہ سے عجیب و غریب اور اول سے آخر تک جھوٹی کہانی دجال کے متعلق عامر بن شراحیل شعبی و ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن بن عوف سے مروی ہے۔ افسوس کہ امام مسلم بن حجاج نے اسے صحیح مسلم میں ثبت کردیا۔

(۱) شعبی سے عبداللہ بن بریدہ و سیار ابوالحکم و ابوالزناد و مجالد بن سعید و غیلان بن جریر و داؤد بن ابی ھند نے اس کی روایت کی تھی۔

﴿عبداللہ بن بریدہ﴾ مسلم نے کہا ہے: حدثنا عبدالوارث بن عبد الصمد بن عبدالوارث عن ابيه عبدالوارث بن سعيد عن الحسين بن ذكوان ثنا ابن بريد، ثنی عامر بن شراحيل الشعبی انه سأل فاطمة بنت قيس اخت الضحاک

بن قيس و كانت من المهاجرات الاول فقال حدثيني حديثا سمعته من رسول الله ﷺ لاتسنديه إلى احد غيره فقالت لئن شئت لافعلن. فقال لها اجل حدثيني. فقالت نكحت ابن المغيرة و هو من خيار شباب قريش يومئذ فاصيب في اول الجهاد مع رسول الله ﷺ فلما تأيمت خطبني عبدالرحمن بن عوف في نفر من اصحاب رسول الله ﷺ و خطبني رسول الله ﷺ على مولاه اسامة بن زيد و كنت قد حدثت أن رسول الله ﷺ قال من احبني فليحب اسامة فلما كلمني رسول الله ﷺ قلت امري بيدك فانكحني من شئت. فقال انتقلي الى ام شريک. و ام شريک امرأة غنية من الانصار عظيمة النفقة في سبيل الله ينزل عليها الضيفان. فقلت سافعل قال لاتفعلي. إن ام شريک امرأة كثيرة الضيفان فاني اكره ان يسقط عنک خمارک او ينكشف الثوب عن ساقيک فيرى القوم منک بعض ماتكرهين و لكن انتقلي الى ابن عمک عبدالله بن عمرو ابن ام مكتوم و هو رجل من بني فهر قريش و هو من البطن الذي هي منه. فانتقلت اليه فلما انقضت عدتي سمعت نداء منادى رسول الله ﷺ ينادى الصلاة جامعة. فخرجت الى المسجد فصليت مع رسول الله ﷺ۔

اس کی اسناد میں حسین بن ذکوان معلم تک تمام راوی ثقہ ہیں۔ حسین نے کہا ہم سے بیان کیا عبداللہ بن بریدہ نے کہ مجھ سے بیان کیا عامر بن شراحیل شعبی نے کہ اس نے فاطمہ بنت قیس سے یعنی ضحاک بن قیس فہری صحابی کی بہن سے پوچھا۔ وہ ان مہاجر مومن عورتوں میں سے تھی جو جنگ بدر سے پہلے ہی مکہ سے ہجرت کرکے مدینہ آ گئی تھیں۔ عامر شعبی نے فاطمہ سے کہا مجھ سے ایسی حدیث بیان کیجئے جو آپ نے خود رسول اللہ سے سنی ہو۔ بولی۔ تو اگر چاہے گا تو ایسا ہی کروں گی۔ میں نے کہا ہاں ہاں بیان کیجئے، بولی میں نے مغیرہ کے فرزند سے نکاح کرلیا۔ (یعنی ابوحفص سے جو مغیرہ کے پوتے تھے۔ دادا کی نسبت سے ابوحفص بن مغیرہ کہلاتے تھے) وہ بڑا نیک قرشی جوان تھا۔ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کفار سے ہونے والی پہلی جنگ میں شہید ہوگیا۔ (یعنی جنگ بدر میں کہ وہی سب

سے پہلی جنگ تھی) جب میں بیوہ ہوگئی تو عبدالرحمٰن بن عوف اور چند دیگر صحابہ نے مجھے پیام نکاح دیا اور رسول اللہ نے مجھے اسامہ بن زید سے نکاح کر لینے کا پیام دیا۔ مجھے بتایا گیا تھا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ جس شخص کو مجھ سے محبت ہو اسے چاہئے کہ اسامہ سے محبت کرے۔ میں نے عرض کیا میرے متعلق آپ کو اختیار ہے جس سے چاہیں میرا نکاح کردیں تو آپ نے فرمایا کہ (عدت پوری کرنے کے لئے) تو سابق شوہر کے مکان سے ام شریک انصاریہ کے یہاں چلی جا۔ میں نے عرض کیا ایسا ہی کروں گی، فرمایا نہیں اس کے گھر نہ جا۔ اس کے یہاں کثرت سے مہمان آتے رہتے ہیں۔ ہوسکتا ہے کہ تجھے وہاں زحمت پیش آئے تو اپنے خاندانی بھائی عبداللہ بن عمرو یعنی ابن ام مکتوم نابینا کے یہاں چلی جا۔ میں نے ایسا ہی کیا۔ جب میری عدت پوری ہوگئی تو ایک دن میں نے رسول اللہ ﷺ کے اعلانچی کا اعلان سنا کہ نماز کے وقت سب مسلمان مسجد میں پہنچ جائیں۔ میں نے مسجد جاکر رسول اللہ ﷺ کی اقتداء میں نماز پڑھی۔ ناظرین نے یہ جو کچھ پڑھا ہے سب عبداللہ بن بریدہ کی بکواس ہے۔ نہ فاطمہ بنت قیس نے یہ بیان کیا تھا نہ عامر شعبی نے اس کی روایت کی تھی۔ اس میں مذکور ہے کہ فاطمہ کا شوہر رسول اللہ ﷺ کی رفاقت میں سب سے پہلے جہاد میں ہلاک ہوگیا تھا اور وہ بیوہ ہوگئی تھیں۔ حالانکہ یہ بالکل غلط ہے۔ فاطمہ ذرا زبان دراز قسم کی تھی۔ شوہر نے تنگ آکر اسے طلاق دے دی پھر رجعت کرلی۔ مگر اس نے اپنی اصلاح نہ کی تب دوسری طلاق دیدی پھر رجعت کرلی وہ پھر بھی نہ سدھری تب ۹ھ میں جب وہ کسی جہادی مہم پر گیا تھا وہیں سے اس نے تیسری طلاق اسے بھیج دی اب طلاق مغلظہ ہوچکی تھی۔ غرضیکہ فاطمہ بیوہ نہ ہوئی تھی مطلقہ تھی۔ وہ خوبرو اور نیک پارسا تھی بس مزاج اور زبان کی گرمی نے اسے مطلقہ مغلظہ بنادیا تھا۔ اس کا وہ شوہر حضرت عمر کے عہد تک بقید حیات رہا۔ امام بخاری نے التاریخ الکبیر میں لکھا ہے کہ اس کی وفات حضرت عمر کے عہد میں ہوئی۔ اور ابن عبدالبر نے یہ کہا ہے کہ حضرت علی کے عہد میں یمن میں اس کا انتقال ہوا تھا۔ بہر حال اہل علم اس پر متفق ہیں کہ فاطمہ بیوہ نہ ہوئی تھی بلکہ اسے طلاق مغلظہ لگی تھی۔ عدت گذر جانے کے بعد رسول اللہ ﷺ کے مشورے کے مطابق اسامہ بن زید سے اس کا نکاح ہوگیا۔ آخر وقت تک میاں بیوی میں بڑی موافقت

ومحبت رہی۔ امام مسلم بھی فاطمہ کے متعلق یہ ہی جانتے تھے۔ اسی لئے عبداللہ بن بریدہ کی روایت کے بعد مسلم نے قرہ بن خالد کی روایت نقل کی ہے اس میں ہے کہ عامر شعبی نے فاطمہ کا قول نقل کیا ہے "طلقني بعلي ثلاثا فامرني رسول الله ﷺ ان اعتد في اهلي" پھر عبداللہ بن بریدہ کی اس روایت میں ہے کہ دوران عدت میں ہی عبدالرحمٰن بن عوف وغیرہ نے اور اسامہ کے لئے رسول اللہ ﷺ نے اسے پیام نکاح دیا تھا حالانکہ قرآن کریم کی تصریح کے مطابق عدت پوری ہونے سے پہلے صراحتہ پیام دینا ممنوع ہے۔ اور جنگ بدر کے موقع پر اسامہ تو نابالغ بچہ تھے۔ ان کے نکاح کا پیام دینا بے معنی بات ہے۔ اور یہ بھی قطعا غلط ہے کہ عبدالرحمٰن بن عوف نے بھی فاطمہ کو پیام نکاح دیا تھا۔ صحیح بات یہ ہے کہ جب اس کی عدت گذر گئی تو اس نے حاضر خدمت ہو کر عرض کیا کہ مجھے دو شخصوں کا پیام ملا ہے۔ معاویہ بن ابی سفیان کا اور ابوجہم کا۔ فرمایا معاویہ تو نادار شخص ہے اور ابوجہم کے کندھے سے اس کی لاٹھی نہیں اترتی یعنی وہ بیوی کو مارنے پیٹنے کا عادی ہے، تو اسامہ بن زید سے نکاح کرلے۔ فاطمہ نے آپ کا مشورہ قبول کرلیا۔ یہ سب کچھ جاننے کے باوجود مسلم نے عبداللہ بن بریدہ کی یہ غلط روایت کیوں درج صحیح کی تھی؟ اس لئے کہ اس میں دجال کے متعلق جو کہانی آرہی ہے مسلم اسے مسلمانوں میں پھیلانا چاہتے تھے۔ سنیے۔ فاطمہ کا بیان عبداللہ بن بریدہ نے یہ نقل کیا ہے:

فكنت في صف النساء الذي يلي ظهور القوم فلما قضى رسول الله ﷺ صلاته جلس على المنبر و هو يضحك. قال اني والله ماجمعتكم لرغبة ولا لرهبة ولكن جمعتكم لان تميما الداري كان رجلا نصرانيا فجاء فبايع و اسلم و حدثني حديثا وافق الذي كنت احدثكم عن المسيح الدجال. حدثني انه ركب في سفينة بحرية مع ثلاثين رجلا من لخم و جذام فلعب بهم الموج شهرا في البحر ثم او فاوا إلى جزيرة في البحر حين مغرب الشمس فجلسوا في اقرب السفينة فدخلوا الجزيرة فلقيتهم دابة اهلب كثير الشعر لايدرون ماقبله من دبره من كثرة الشعر. فقالوا ويلك ماانت؟ قالت أنا الجساسة. قالوا وما الجساسة؟ قالت يا ايها القوم انطلقوا إلى هذاالرجل في الدير فانه إلى

خبـر كـم بالاشواق قال لما سمت لنا رجلا فرقنا فيها ان تكون شيطانة. فانطلقنا سـراعـا حتـى دخلناالدير فاذا فيه اعظم انسان رأيناه قط و اشده و ثاقا مجموعة يـداه الـى عـنـقه ومابين ركبتيه الى كعبيه بالحديد. قلنا ويلك ما انت؟ قال قد قدرتم على خبرى فاخبرو نى ماانتم؟ قالوا نحن اناس من العرب ركبنا فى سفينه بحرية فصادفنا البحر حين اغتلم فلعب بنا الموج شهرا ثم ارفئنا الى جزيرتك هـذه فـلـقيتـنـا دابة اهـلـب كثيرا الشعر لاندرى ماقبله من دبره من كثرة الشعر فقلنا ويلك ما انت؟ قالت انا الجساسة. قالت اعمدوا الى هذاالرجل فى الدير فانه إلى خبركم بالاشواق فاقبلنا سراعا و فزعنا منها ولم نأمن أن تكون شيطانة. فـقـال اخبـرونـى عـن نخل بيسان. قلنا عن أى شانها تستخبر؟ قال اسألكم عن نـخلها هل تثمر؟ قلنا له نعم. قال اما انها يوشك أن لا تثمر. قال اخبرونى عن بـحيرة طبرية . قلنا عن اى شانها تستخبر ؟ قال هل فيها ماء ؟ قالوا هى كثيرة الـمـاء. قـال إن ماء ها يوشك أن يذهب. قال اخبرونى عن عين زغر. قالوا عن أى شـانهـا تستخبر؟ قال افى العين ماء و هل يزرع اهلها بماء العين ؟ قلنا له نعم هـى كثيرة الماء و اهلها يزرعون من مائها. قال اخبرونى عن نبى الاميين ما فعل قـالـو ا قـد خـرج مـن مـكة و نزل يثرب. قال أقاتله العرب؟ قلنا نعم. قال كيف صنـع بهم. فأخبرناه انه قد ظهر على من يليه من العرب و اطاعوه. قال قد كان ذلك؟ قـلـنـا نـعـم قال اما إن ذاك خير لهم ان يطعيعوه. و انى مخبركم عنى. إنـى انـا الـمـسيـح الـدجـال و إنـى اوشك أن يـؤذن لى فى الخروج فاسير فى الارض فـلاادع قـرية إلا هـبـطتها فى اربعين ليلة غير مكة و طيبة فهما محرمتان عـلـى كـلـتـاهـمـا. كـلـمـا اردت ان ادخل واحدة منهما استقبلنى الملك بيده السيف صلتا يصد نى عنها و إن على كل نقب منها ملائكة يحرسونها.

میں نماز پڑھنے میں عورتوں کی سب سے اگلی صف میں تھی۔نماز سے فارغ ہوکر آپ خوش وخرم منبر پر تشریف فرما ہوئے۔فرمایا کہ میں نے تم لوگوں کو کسی مالی ضرورت یا کسی خوف کی وجہ سے جمع نہیں کیا ہے۔یعنی نہ تم سے کچھ چندے کی اپیل کرنی ہے نہ

سردست تمہیں کہیں جہادی مہم پر بھیجنا ہے۔ تمہیں جمع کرنے کی وجہ یہ ہوئی کہ تمیم جو ایک عیسائی شخص تھا آ کر مشرف بہ اسلام ہوا ہے۔ اس نے مجھے ایسی بات سنائی ہے جس سے اس کی تائید ہوتی ہے جو میں تم سے مسیح دجال کے متعلق بیان کرتا رہا ہوں۔ اس نے مجھے بتایا کہ وہ قبیلۂ لخم و جذام کے تیس آدمیوں کے ساتھ ایک بحری جہاز میں سوار ہوا۔ طوفان کے باعث لہریں ایک ماہ تک جہاز سے کھیلتی رہیں آخر ایک ٹاپو کے کنارے پہنچ گئے۔ اس وقت سورج چھپ رہا تھا تب وہ جہاز میں رکھی ہوئی ڈونگیوں میں بیٹھ کر ٹاپو پر اتر گئے۔ ایک جانور ملا جس کے جسم پر موٹے موٹے اور گھنے بال تھے اس قدر کہ اس کی اگلی پچھلی شرمگاہ نظر نہ آتی تھی۔ ہم نے کہا ارے تو کیا چیز ہے۔ بولا میں جساسہ ہوں۔ ہم نے کہا جساسہ کیا ہوتا ہے؟ بولا اس عمارت کا قصد کرو اس میں ایک شخص ہے اسے تم سے معلومات حاصل کرنے کی بڑی آرزو ہے۔ ہمیں اس جانور سے خوف محسوس ہوا کہ یہ کوئی دیونی تو نہیں ہے۔ ہم تیزی سے چل کر عمارت میں داخل ہوگئے تو دیکھا کہ ایک بڑا جسیم آدمی ہے ایسا جسیم شخص کبھی نہ دیکھا تھا۔ اس کے دونوں ہاتھ گردن سے لگا کر زنجیر سے جکڑ دیئے گئے ہیں۔ اس کی پنڈلیاں بھی آہنی زنجیر سے جکڑی ہوئی ہیں۔ ہم نے کہا ارے تو کیا چیز ہے؟ بولا مجھے جان لینا تمہیں مشکل نہیں رہا، مگر اپنے متعلق بتاؤ کہ کیا ہو۔ ہم نے کہا ہم عرب کے کچھ لوگ ہیں۔ بحری جہاز میں سوار ہوئے، ہم نے اسے پورا ماجرا سنایا۔ جساسہ سے ملاقات کا ذکر کیا کہ اس کے کہنے سے ہم تجھ سے آکر ملے ہیں۔ بولا تو مجھے بیسان کے نخلستان کا حال بتاؤ۔ ہم نے کہا اس کے متعلق کیا پوچھنا ہے؟ بولا کیا وہ پھل دے رہے ہیں۔ ہم نے کہا ہاں۔ بولا ایک وقت ایسا آنے والا ہے کہ وہ پھل نہ دیں گے۔ اچھا مجھے طبریہ کی کھاری کے متعلق بتاؤ۔ بولے کیا بتائیں، بولا یہ کہ اس میں پانی ہے؟ بولے اس میں بہت پانی ہے۔ بولا ایک وقت آنے والا ہے کہ اس کا پانی خشک ہو جائے گا۔ اچھا مجھے زغر کے چشمہ کے متعلق بتاؤ۔ بولے کیا بتائیں۔ بولا کیا اس میں پانی ہے اور وہاں کے باشندے اس پانی سے کھیتوں کی سینچائی کرتے ہیں۔ بولے ہاں اس میں خوب پانی ہے اور اس سے سینچائی ہوتی ہے۔ بولا امیوں کے نبی کے متعلق بتاؤ کیا حال ہے؟ بولے وہ مکہ سے نکل کر یثرب میں جا بسا ہے۔ بولا کیا اہل عرب نے اس سے جنگ کی ہے؟ ہم نے

کہا ہاں، بولا تو اس نے ان کے ساتھ کیا کارروائی کی؟ ہم نے کہا وہ آس پاس کے عرب قبائل پر غالب ہو چکا ہے اور وہ اس کے پیرو ہو گئے ہیں۔ بولا کیا ایسا ہو چکا ہے؟ ہم نے کہا ہاں ایسا ہو چکا ہے۔ بولا ان لوگوں کے لئے اس کی پیروی میں ہی بہتری ہے۔ اب میں تمہیں اپنے متعلق بتا رہا ہوں۔ میں مسیح دجال ہوں اور وقت آنے والا ہے کہ مجھے نکلنے کی اجازت دیدی جائے تب میں چالیس دن کے اندر زمین میں گھوموں پھروں گا۔ مکہ و مدینہ کے علاوہ ہر بستی میں اتروں گا، ان دونوں شہروں میں داخل نہ ہو سکوں گا۔ جب بھی ان میں داخل ہونے کا قصد کروں گا فرشتہ ننگی تلوار لئے ہوئے میرے سامنے آجائے گا کہ مجھے داخل ہونے سے روکے۔ اس کی ہر گلی پر حفاظت کے لئے فرشتے ہوں گے۔

میں کہتا ہوں کہ اس کہانی کو گھڑنے والے ہی دشمن حق دجال تھے۔ بڑا برا کیا ہے ان عقل و فہم سے عاری محدثین نے جنہوں نے اسے صحیح باور کر کے اس کی روایت کی ہے۔ اس روایت کی رو سے مسیح دجال بڑا جسیم و تنومند مرد ہے۔ نہ معلوم کب اور کہاں پیدا ہوا تھا۔ اللہ نے اسے زنجیروں میں جکڑوا کر کسی ٹاپو کی ایک عمارت میں قید کرادیا ہے اور جساسہ نامی مہیب جانور کو اس کی خدمت پر مقرر کر دیا ہے۔ اور ہے بہت ہی کنجوس مکھی چوس۔ تمیم داری اور اس کے ساتھیوں سے گھل مل کر راز کی باتیں تو کرلیں مگر جساسہ سے یہ نہ کہا کہ ان غریب مہمانوں کو کچھ کھلانے پلانے کا انتظام کر۔ ظاہر ہے کہ اس کے تو ہاتھ پاؤں جکڑے ہوئے تھے کہیں آنے جانے کے قابل نہ تھا۔ جساسہ ہی اسے درختوں کے پھل لا کر کھلاتی ہوگی۔ اور دجال و جساسہ دونوں عربی زبان جانتے ہیں۔ زنجیروں میں جکڑے جانے سے پہلے اس نے نخل بیسان و عین زغر اور بحیرۂ طبریہ کو دیکھا ہوگا تبھی تو ان کے متعلق پوچھا تھا۔ اور وہ خوب جانتا ہے کہ ایک متعین وقت تک وہ اللہ کے حکم سے ہی مقید کیا گیا ہے۔ اسی کے حکم سے اسے وقت آنے پر آزاد کیا جائے گا۔ ان حقائق کے باوجود وہ خدائی کا دعویٰ کیسے کر سکتا ہے۔ جیسا کہ دیگر متعدد روایات میں مذکور ہے۔ مگر اس کہانی کے خبیث مصنف سے دو بھول ہو گئی تھیں۔ ایک یہ کہ اس نے دجال مسیح کو کانا نہیں بتایا۔ دوم یہ کہ اس نے حضرت عیسیٰ بن مریم کا ذکر نہیں کیا۔ یہ نہیں کہا کہ چالیس دن زمین میں اودھم مچانے کے بعد مجھے عیسیٰ بن مریم کے ہاتھ سے قتل ہونا ہے۔ نخل بیسان و

عین زغر کا نام اسی کہانی میں آیا ہے اور شارحین نے لکھ مارا ہے کہ بیسان اور زغر ملک شام میں دو بستیوں کے نام ہیں حالانکہ نہ رسول اللہ ﷺ کے عہد میں یہ بستیاں تھیں نہ آپ کے بعد آج تک کہیں وجود میں آئیں۔ ایک اہم اور قابل لحاظ بات یہ ہے کہ اس میں مذکور ہے کہ مسیح دجال نے رسول اللہ ﷺ کو نبی الامیین کہا تھا اور پوچھا تھا کہ اس کا ظہور ہوا یا نہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اس مقید مسیح دجال کو پہلے سے ہی معلوم تھا کہ امیین یعنی اہل عرب میں ایک نبی مبعوث ہونے والا۔ لفظ نبی الامیین بتا رہا ہے اگرچہ احمق راویان حدیث نے اسے نہیں سمجھا کہ اس حدیث اور کہانی کا مصنف کوئی یہودی تھا۔ یہود ہی آپ کو نبی الامیین کہا کرتے تھے اور اب تک کہتے آرہے ہیں۔ یہود کا مطلب یہ تھا کہ ہم محمد کے نبی کے ہونے کے منکر نہیں ہیں لیکن وہ صرف امیین یعنی اہل عرب کے ہی نبی ہیں انہیں ہی ان کی تعلیمات پر کار بند اور ان کا پیروکار ہونا چاہیے۔ ہم اہل کتاب سے ان کی نبوت تعلق نہیں رکھتی۔ ہمیں ان کا اتباع کرنے کی حاجت نہیں ہے۔ ہمارے پاس تو اللہ کی کتاب اور موسیٰ رسول اللہ کی شریعت موجود ہے۔ اس کہانی کو گھڑ کر اس یہودی نے مسلمانوں کو یہ فریب دینا چاہا تھا کہ اہل کتاب سے دین محمد کی پیروی کا مطالبہ غیر معقول اور حد سے متجاوز بات ہے۔ وہ مسیح دجال بھی جس کے فتنہ و شر سے محمد اللہ کی پناہ مانگا کرتے تھے یہ ہی مانتا اور جانتا ہے کہ محمد نبی الامیین ہیں اس کے بعد بقیہ حدیث پڑھ لیجیے۔

قالت قال رسول الله ﷺ و طعن بمخصرته في المنبر هذه طيبة هذه طيبة هذه طيبة يعني المدينة الاهل كنت احدثكم ذلك؟ فقال الناس نعم. قال فانه اعجبني حديث تميم انه وافق الذى كنت احدثكم عنه و عن المدينة و مكة. الا إنه في بحر الشام او بحر اليمن لا بل من قبل المشرق. ماهو و اومى بيده الى المشرق. قالت فحفظت هذا من رسول الله ﷺ۔ (صحیح مسلم ۲ ص ۴۰۴)

فاطمہ نے کہا کہ تمیم داری کا سنایا ہوا قصہ بیان کر کے رسول اللہ ﷺ نے ہاتھ میں لی ہوئی چھڑی منبر پر مار کر فرمایا۔ یہ یعنی مدینہ طیبہ ہے یہ طیبہ ہے، یہ طیبہ ہے۔ کیا میں

نے تم لوگوں سے یہ بیان کیا تھا؟ بولے جی ہاں۔ فرمایا مجھے تمیم کا سنایا ہوا قصہ اچھا لگا اس نے میری بات کی تائید کی ہے جو میں تم سے دجال اور مکہ و مدینہ کے متعلق کہا کرتا تھا۔ سنو وہ جزیرہ شام کے سمندر میں ہے یا یمن کے سمندر میں۔ نہیں بلکہ وہ مشرق کی جہت میں ہے۔ پھر تین بار فرمایا ہاتھ کا اشارہ کرتے ہوئے وہ مشرق کی جہت میں نہیں ہے۔ فاطمہ نے شعبی کو یہ سنا کر کہا۔ مجھے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہوا یہ تذکرہ یاد ہے۔ میں کہتا ہوں کہ یہ سب غلط اور کسی یہودی کی افتراء پردازی ہے۔ نہ تمیم داری نے یہ کہانی بیان کی تھی۔ نہ رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کو جمع کر کے سنائی تھی نہ فاطمہ بنت قیس نے یہ دروغ بافی کی تھی۔

﴿سیار ابوالحکم کی روایت﴾ اس نے کہا ہے: حدثنا الشعبی قال دخلنا علی فاطمة بنت قیس فاتحفتنا برطب یقال له رطب ابن طاب و سقتنا سویق سلت فسألتها عن المطلقة ثلاثا این تعتد. قالت طلقنی بعلی ثلاثا فاذن لی النبی ﷺ ان اعتد فی اهلی. قالت فنودی فی الناس ان الصلاة جامعة فانطلقت فی من انطلق من الناس فکنت فی الصف المقدم من النساء و هو یلی المؤخر من الرجال سمعت النبی ﷺ و هو علی المنبر فقال ان بنی عم لتمیم الداری رکبوا فی البحر. وساق الحدیث. و زاد فیه قالت فکانما انظر الی النبی ﷺ و اهوی بمحضرته الی الارض۔

(صحیح مسلم ۲ ص ص ۴۰۵ کتاب الفتن و ج ۱ ص ۴۸۴ کتاب الطلاق)

اس میں ہے کہ شعبی نے فاطمہ سے اس عورت کے متعلق پوچھا تھا جسے اس کے شوہر نے تین طلاقیں دیدی ہوں کہ وہ عدت کہاں گذارے؟ اپنی طلاق و عدت کا ذکر کر کے فاطمہ نے جساسہ و دجال کا قصہ سنایا مگر اس میں یہ مذکور ہے کہ جہاز میں بحری سفر کرنے والے تمیم داری کے چچا کے بیٹے تھے۔ تمیم بھی ان مسافرین میں تھے یا نہیں اس کا ذکر نہیں۔ نہ ان مسافرین کی تعداد مذکور ہے اور آخر میں ہے کہ قصہ سنانے کے بعد رسول اللہ ﷺ نے دست مبارک میں لی ہوئی چھڑی زمین کی طرف جھکائی تھی۔ حالانکہ عبداللہ بن بریدہ کی روایت میں آپ پڑھ چکے ہیں کہ فاطمہ بیوہ ہوگئی تھی۔ اور یہ کہ شعبی نے اس

سے گزارش کی تھی کہ خود رسول اللہ ﷺ سے سنی ہوئی کوئی حدیث مجھے سنائیے تب فاطمہ نے یہ قصہ سنایا اور بتایا کہ رسول اللہ ﷺ کو تمیم داری نے سنایا تھا۔ تمیم خود ان مسافرین میں تھا۔ اس نے بھی جساسہ و دجال کو دیکھا تھا۔ وہ مسافرین قبیلۂ لخم و جذام کے تیس نفر تھے اور رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کو یہ قصہ سنا کر منبر پر چھڑی ماری تھی۔ ظاھر ہے کہ سیار ابوالحکم اور عبداللہ بن بریدہ کی روایتوں میں کافی اختلاف ہے۔ اب ابوالزناد کی روایت پڑھیے۔ وہ بھی صحیح مسلم میں ہے۔ ابوالزناد کا نام عبداللہ بن ذکوان ہے۔

﴿ابوالزناد﴾ عن ابی الزناد عن الشعبی عن فاطمة بنت قیس ان رسول اللہ ﷺ قعد علی المنبر فقال ایھا الناس حدثنی تمیم الداری أن اناسا من قومه کانوا فی البحر فی سفینة لھم فانکسرت بھم فرکب بعضھم علی لوح من الواح السفینة فخرجوا اِلی جزیرة فی البحر. و ساق الحدیث۔ (صحیح مسلم ۲ ص ۴۰۵)

یعنی رسول اللہ ﷺ نے برسرِ منبر لوگوں سے فرمایا کہ مجھ سے تمیم داری نے بیان کیا کہ اس کی قوم میں سے کچھ لوگ جہاز پر سمندر میں سفر کر رہے تھے تو وہ ٹوٹ گیا تو چند لوگ جہاز کے ایک تختے پر بیٹھ کر ایک جزیرے پر پہنچ گئے۔ باقی حدیث اس طرح ہے۔ متبادر یہ ہی ہے کہ اکثر لوگ ڈوب گئے ہوں گے چند لوگ بچ گئے۔ جساسہ و دجال سے ان کی ملاقات ہوئی۔ پھر وہ کیسے وطن واپس ہوئے؟ وہیں جزیرے پر کوئی کشتی بنائی ہوگی تو انہیں وہاں کئی دن رکنا پڑا ہوگا۔ تعجب ہے کہ روایت میں یہ سب ضروری تفصیلات مذکور نہیں ہیں۔ لیکن عبداللہ بن بریدہ کی روایت آپ پڑھ چکے ہیں کہ تمیم داری اور تیس ساتھی مسافرین کا جہاز اس جزیرے کے کنارے پر پہنچ گیا اسے لنگر انداز کر کے جہاز میں رکھی ہوئی ڈونگیوں میں بیٹھ کر جزیرے پر گئے تھے۔ مسلم نے عبداللہ بن بریدہ کی روایت تو پوری نقل کی ہے۔ سیار و ابوالزناد کی روایتیں پوری نقل نہیں کیں نہ کسی اور کتاب میں نظر آئیں۔ مسلم نے ان کا جو مضمون نقل کیا ہے اس سے یہ ہی آگاہی ملتی ہے کہ تینوں روایتیں باہم متضاد ہیں اور ناقابلِ حل اختلافات کی حامل۔ اور فی الواقع فاطمہ صحابیہ تو کیا شعبی کی بھی بیان کی ہوئی نہیں ہیں۔ گپ شپ ہانکنے والے راویوں نے عامر شعبی کے سر

اس حدیث کا بہتان جڑ دیا تھا۔ ان تینوں روایتوں کی رو سے تمیم داری نے یہ قصہ رسول اللہ ﷺ کو سنایا تھا مگر عبداللہ بن بریدہ کی روایت بتاتی ہے کہ خود تمیم ان لوگوں میں تھا جن کی دجال و جساسہ سے ملاقات ہوئی تھی اور سیار و ابوالزناد کی روایتیں بتاتی ہیں کہ تمیم ان میں نہ تھا۔ ان میں سے کسی نے تمیم سے یہ قصہ بیان کیا تھا۔

﴿ مجالد کی روایت ﴾ مجالد سے اسماعیل بن ابی خالد احمسی اور یحیی بن سعید بن ابان اموی نے روایت کی ہے۔ اسماعیل کی روایت ابوداؤد نے مختصرا اور ابن ماجہ نے تاما ذکر کی ہے۔

عن مجالد عن الشعبی عن فاطمة بنت قيس قالت صلى رسول الله ﷺ ذات يوم و صعد المنبر و كان لا يصعد عليه قبل ذالک الا يوم الجمعة فاشتد ذلک على الناس فمن بين قائم و جالس فاشار اليهم بيده أن اقعدوا فإنى والله ما قمت مقامى لامر ينفعكم لرغبة و لا لرهية ولكن تميما الدارى اتانى فاخبرنى خبرا منعنى القيلو لة من الفرح و قرة العين. فاحببت أن انشر عليكم فرح نبيكم. الا إن ابن عم لتميم الدارى اخبره ـ (سنن ابن ماجہ میں اخبرنی غلط چھپ گیا ہے) أن الريح الجأتهم إلى جزيرة لا يعرفونها فقعدوا فى قوارب السفينة فخرجوا فيها فاذاهم بشئ اهدب اسود. قالوا له ما انت؟ قالت انا الجساسة. قالوا اخبرينا. قالت ما انا بمخبرتكم شيأ ولا سائلتكم و لكن هذا الدير قدر مقتموه فاتوه فإن فيه رجلا بالا شواق إلى أن تخبروه و يخبركم فاتوه فدخلوا عليه فاذاهم بشيخ موثق شديد الوثاق يظهر الحزن شديد التشكى. فقال لهم من اين انتم ؟ قالوا من الشام. قال مافعلت العرب؟ قلوا نحن قوم من العرب. عما تسأل؟ قال مافعل هذاالرجل الذى خرج فيكم. قالوا خيرا. ناوى قوما فاظهره الله عليهم فامرهم اليوم جميع الههم واحد. قال ما فعلت عين زغر؟ قالوا خيرا. يسقون منها زروعهم و يستقون منها لسقيهم. قال فما فعل نخل بين عمان و بيسان؟ قالوا يطعم ثمره كل عام. قال ما فعلت بحيرة طبرية؟ (ابن ماجہ میں الطبریۃ ال کے ساتھ غلط چھپ گیا ہے) قالوا تدفق جنباتها من كثرة

الماء. قال فزفر ثلاث زفرات ثم قال لو انفلت من وثاقي هذا لم ادع أرضا الا و طئتها برجلي هاتين إلا طيبة ليس لي عليها سبيل. قال النبي ﷺ إلى هذا ينتهي فرحي. هذه طيبة. والذی نفسی بیده مافیها طریق ضیق ولا واسع ولا سهل ولا جبل إلا و علیه ملک شاهر سیفه الی یوم القیامة۔

(سنن ابن ماجہ ص ۳۰۶ طبع ھند)

فاطمہ نے کہا کہ ایک دن نماز ظہر کے بعد رسول اللہ ﷺ منبر پر تشریف فرما ہوئے اس دن سے پہلے کبھی ہفتہ کے چھ دنوں میں کسی دن منبر پر نہ چڑھتے تھے۔ بس جمعہ کے دن ہی منبر پر خطبہ ارشاد فرمایا کرتے تھے۔ معمول کے خلاف آپ کو منبر پر دیکھ کر لوگ بہت گھبرائے کوئی بیٹھا تھا کوئی کھڑا تھا۔ ہاتھ کے اشارہ سے کھڑے ہوئے لوگوں کو بیٹھ جانے کا حکم دیا۔ فرمایا کہ میں جو اس مقام پر کھڑا ہوا ہوں تو کوئی مالی ضرورت یا کوئی ڈر کی بات اس کا باعث نہیں ہے۔ مگر تمیم داری نے آکر مجھے ایسی خوش کن بات سنائی ہے کہ اس خوشی نے مجھے دوپہر کو سونے بھی نہ دیا خوشی اور آنکھ کی ٹھنڈک کی وجہ ہے، تو میں نے چاہا کہ تمھارے نبی کی خوشی تم پر پھیلا دوں۔ سنو تمیم داری کے ایک چچا زاد بھائی نے اسے بتایا کہ بحری سفر میں ہوا انہیں ایک ان پہچانے ٹاپو کی طرف لے گئی۔ ڈونگیوں میں بیٹھ کر جا اترے۔ اچانک ان کے سامنے ایک بڑی چیز آگئی سیاہ رنگ کی اور سخت و کثیر بالوں والی۔ بولے تو کیا چیز ہے؟ بولی میں جساسہ ہوں۔ بولے ہمیں کچھ بتا۔ بولی نہ میں تمہیں کچھ بتانے والی ہوں نہ تم سے کچھ پوچھنے والی مگر یہ عمارت جو تم دیکھ رہے ہو اس میں جاؤ۔ اس میں ایک آدمی ہے جو بڑا آرزو مند ہے کہ اپنی کہے تمھاری سنے۔ وہ اس کے اندر گئے تو ایک بوڑھا غمگین بہت کراہتا ہوا سخت بندھا ہوا نظر آیا۔ بولا تم کہاں سے آئے ہو؟ بولے ملک شام سے۔ کہا اہل عرب کی کیا خبر ہے؟ بولے ہم اہل عرب میں سے ہی ایک گروہ ہیں۔ تجھے ان کے متعلق کیا پوچھنا ہے؟ بولا یہ شخص جو تم میں (دعوائے نبوت کے ساتھ) نکلا ہے اس کی کیا خیر خبر ہے؟ بولے اچھی ہی خبر ہے۔ کچھ لوگوں سے اس کی جھڑپ ہوئی اللہ نے اسے ان پر غالب کردیا۔ اب اس کے تحت سب لوگ متفق و متحد ہیں۔ ایک ہی معبود کو مانتے ہیں اور سب کا مذہب ایک ہے۔ بولا زغر کے چشمہ کا کیا

حال ہے؟ بولے اچھا ہی ہے۔ لوگ اس سے کھیتوں کو سیراب کرتے ہیں اور اپنے پینے کے لئے پانی لے جاتے ہیں۔ بولا عمان اور بیسان کے درمیان جو نخلستان ہے اس کا کیا حال ہے؟ بولے ہر سال عمدہ پھل دے رہا ہے۔ کہا طبریہ کی کھاڑی کا کیا حال ہے؟ بولے پانی کی کثرت سے اس کے کنارے ابل رہے ہیں۔ پس اس نے تین لمبے لمبے سانس بھرے پھر بولا کاش میں اس بندش سے چھوٹ جاؤں تو اپنی دونوں ٹانگوں سے مدینہ طیبہ کے سوا تمام روئے زمین روند ڈالوں گا۔ مدینہ میں جانے کی تو مجھے کوئی راہ ملے گی نہیں۔ یہ قصہ ذکر کر کے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ میری خوشی کا نقطہ یہ ہی ہے کہ دجال مدینہ میں داخل نہ ہو سکے گا۔ یہ پاکیزہ شہر ہے۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے۔ مدینہ کی ہر گلی پر ہر سڑک پر ہر ہموار جگہ پر ہر پہاڑی پر ایک فرشتہ ہے روز قیامت تک تلوار بلند کئے ہوئے۔

اس روایت میں تصریح ہے کہ تمیم داری اس سفر میں نہ تھے۔ تمیم کو ان کے ایک چچا زاد نے یہ قصہ سنایا تھا۔ رسول اللہ ﷺ کو تمیم سے اسے سن کر ایسی زبردست خوشی ہوئی کہ آنکھوں سے نیند اڑ گئی۔ معمول کے مطابق آپ دوپہر میں نہ سو سکے اور برسر منبر تمیم کے حوالہ سے صحابہ کو یہ قصہ سنا کر انہیں اپنی خوشی میں شریک فرمایا۔

میں کہتا ہوں کہ تمیم کا وہ چچا زاد کون تھا؟ کیا نام تھا؟ کیسا تھا؟ اس کو کوئی نہیں جانتا تو کیا ممکن تھا کہ صادق مصدوق رسول اللہ ﷺ ایک قطعا مجہول شخص کی جہت سے پہنچی ہوئی نامعقول کہانی کو باور کر کے لوگوں کو ایک سچے واقعے کی حیثیت سے سنائیں؟ واللہ العظیم یہ خبیث و دجال زادیوں کا رسول اللہ ﷺ پر نرا بہتان ہے۔ تمیم داری رضی اللہ عنہ سے بھی ناظرین متعارف ہو جائیں۔ علمائے رجال نے ان کا نسب یہ لکھا ہے۔ "تمیم بن اوس بن خارجه بن سود بن جذيمه بن وداع بن عدى بن الدار بن هانئ بن حبيب بن عمارة بن لخم ابو رقيه"۔

تمیم کے پردادا کا نام الدار تھا۔ اسی کی نسبت سے انہیں الداری کہا جاتا ہے۔ ۹ ھ میں غالباً غزوۂ تبوک سے واپسی کے موقع پر مشرف بہ اسلام ہوئے اور مدینہ میں ہی رہنے لگے۔ حضرت عثمان کی شہادت کے بعد شام چلے گئے۔ وہیں شاید ۴۰ ھ میں

وفات ہوئی۔ رقیہ نام کی ایک بیٹی کے سوا کوئی بچہ نہ ہوا تھا۔ حجۃ الوداع کے سفر کے علاوہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کوئی سفر نہیں کیا۔ حضرت ابوبکر و عمر و عثمان رضی اللہ عنہم کے عہد میں مسلمانوں کو جو مہمات پیش آئی ہیں ان میں تمیم کا کہیں نام نہیں آیا۔ معلوم ہوتا ہے کہ خانہ نشیں قسم کے آدمی تھے۔ تمیم کے چچا یا چچاؤں اور ان کی اولاد کا کسی کو علم نہیں ۔ (ب) یہ بھی غلط ہے کہ پہلے آپ جمعہ کے علاوہ اور کسی دن منبر پر تشریف فرما ہو کر خطاب نہ کرتے تھے۔ تمیم داری ۹ ھ میں مسلمان ہوئے اس سے پہلے بارہا آپ کو منبر پر خطاب عام فرمانے کی ضرورت پیش آئی تھی۔ (ج) دجال و کذاب راویوں نے یہ بھی نہ سوچا کہ اگر الصلاۃ جامعۃ کا اعلان کر کے تمام مسلمانوں کو حاضر مسجد ہونے کا حکم ہوا ہوتا اور سب کو آپ نے تمیم سے سنا ہوا قصۂ دجال و جساسہ سنایا ہوتا تو یقیناً اکابر صحابہ ابوبکر و عمر و عثمان و علی و ابن مسعود و ابوذر و ابوطلحہ وغیرھم حاضر ہوتے اور عجیب و غریب ہونے کی وجہ سے اس کی روایت کرتے تو کیا یہ سمجھ میں آنے والی بات ہے کہ بس فاطمہ بنت قیس کو ہی یہ قصہ یاد رہا۔ راویوں نے صرف اسی بات پر دھیان دیا ہوتا تو اس جھوٹے قصہ کو روایت کرنے کے گناہ سے بچ جاتے۔ (د) اس روایت میں دجال کو غمگین اور بہت کراہنے والا بوڑھا بتایا گیا ہے پھر اسی بوڑھے کے اندر وہ عظیم اور نا قابل تصور طاقت بھردی ہے کہ اپنی ٹانگوں سے چل کر پوری زمین کو روند کر رکھ دے گا۔ (ہ) سابق روایتوں میں تو شمشیر بردار فرشتوں کو بس دجال کو داخل مدینہ ہونے سے روکنے پر مامور بتایا گیا ہے۔ ظاہر ہے کہ دجال کے ہلاک ہونے پر ان کی ڈیوٹی ختم ہو جائے گی لیکن اس روایت میں ان فرشتوں کی ڈیوٹی قیامت تک بتائی گئی ہے۔ (و) ہاں اس روایت میں ایک کمی ہے کہ اس میں مکہ کا ذکر نہیں ہے۔ بس مدینہ طیبہ کا ہی ذکر ہے۔

یحیی بن سعید اموی کی کافی لمبی روایت مسند احمد میں ہے۔ حدثنا یحیی بن سعید ثنا مجالدثنا عامر (الشعبی) قال قدمت المدینۃ فاتیت فاطمۃ بنت قیس فحدثتنی أن زوجها طلقها علی عهد رسول الله ﷺ فبعثه رسول الله ﷺ فی سریۃ فقال لی اخوہ اخرجی من الدار فقلت إن لی نفقۃ و سکنیٰ حتی یحل الاجل قال لا فاتیت رسول الله ﷺ فقلت إن فلانا طلقنی وَ إن اخاہ اخرجنی و

منعنی السکنی و النفقة. فارسل الیه فقال مالک ولا بنة ال قیس. قال یا رسول الله ان اخی طلقها ثلاثا جمیعا فقال رسول الله ﷺ انظری یا ابنة ال قیس انما النفقة والسکنی للمراۃ علی زوجها ماکانت له علیها رجعة فاذا لم یکن له علیها رجعة فلا نفقة و لا سکنی. اخرجی فانزلی علی فلانة. ثم قال انه یتحدث الیها. انزلی علی ابن ام مکتوم فانه اعمی لا یراک ثم لا تنکحی حتی أکون انکحک فخطبنی رجل من قریش فاتیت رسول الله ﷺ استامره. فقال ألا تنکحین من هو احب إلی منه. فقلت بلی یا رسول الله فانکحنی من شئت. قالت فانکحنی اسامة بن زید ۔ ابو حفص بن مغیرہ نے فاطمہ بنت قیس کو تین طلاقیں دیدی تھیں اور رسول اللہ ﷺ کے حکم سے اس نے ابن ام مکتوم نابینا کے یہاں عدت گذاری تھی۔ وہ کہتی تھی کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا تھا کہ بس مطلقہ رجعیہ کا نفقہ وسکنی یعنی کھانے پینے کا خرچہ اور رہائش کے لئے گھر اس کے شوہر پر واجب ہوتا ہے۔ جس مطلقہ سے اس کے شوہر کو رجعت کا حق نہ ہو تو دوران عدت اس کا نفقہ وسکنی طلاق دینے والے شوہر کے ذمہ نہیں ہے۔ فاطمہ کے علاوہ اور کسی صحابی یا صحابیہ سے رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمانا مروی نہیں ہے۔ صحابۂ کرام یہ ہی جانتے تھے کہ ہر مطلقہ کا نفقہ وسکنی عدت کے دوران شوہر پر واجب ہے خواہ مطلقہ بائنہ ہو یا مطلقہ مغلظہ ہو۔ ہاں عورت لڑاکا اور بدزبان ہو، شوہر اور اس کے گھر والوں کو اذیت پہنچائے تو اسے بعد طلاق گھر سے نکالنا جائز ہے کہ وہ کہیں اور اپنی عدت پوری کرے۔ سورہ الطلاق میں اللہ تعالیٰ نے اس کی تصریح فرمادی ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا گیا کہ فاطمہ بنت قیس یہ کہتی ہے تو برملا فرمایا نہ ہم اپنے رب کی کتاب چھوڑیں گے نہ اپنے نبی کی سنت ایک عورت کے کہنے کی وجہ سے کہ ہم نہیں جانتے کہ اسے رسول اللہ ﷺ کی کہی ہوئی بات یاد ہے یا نہیں ۔ حضرت عمر کا یہ ارشاد معروف تھا۔ شعبی کے علم میں بھی ضرور آیا ہوگا پھر صحابۂ کرام کا جم غفیر موجود تھا۔ حیرت کی بات ہے کہ یہ مسئلہ معلوم کرنے کے لئے کہ مطلقہ مغلظہ عدت کہاں گذارے عامر شعبی نے مدینہ آکر نہ کسی صحابی سے پوچھا نہ ازواج مطھرات کی خدمت میں حاضر ہوا یہ مسئلہ معلوم کرنے کے لئے وہ فاطمہ بنت قیس کے پاس پہنچا۔ میں سمجھتا ہوں کہ شعبی کی طرف اس

نامعقول حرکت کی نسبت بھی فضول گوراویوں کی بے پر کی اڑائی ہوئی بات ہے۔

فلما اردت أن اخرج قالت اجلس حتى احدثک حديثا عن رسول الله ﷺ. خرج يوما من الايام فصلى صلاة الهاجرة ثم قعد (على المنبر) ففزع الناس فقال اجلسوا ايها الناس فاني لم اقم مقامي هذا لفزع ولكن تميما الدارى اتاني فاخبرني خبرا منعني القيلولة من الفرح وقرة العين فاحببت أن انشر عليكم فرح نبيكم. اخبرني أن رهطا من بني عمه ركبوا البحر فاصابتهم ريح عاصفة و الجأتهم الى جزيرة لا يعرفونها فقعدوا في قويرب السفينة (قویرب کی جگہ قوارب ہونا چاہئے) حتى خرجوا الى الجزيرة فاذا هم بشئ اهلب كثير الشعر لايدرون أرجل هو ام امرأة فسلموا عليه فرد عليهم السلام قالوا ألا تخبرنا؟ قال مانا بمخبركم ولا مستخبركم ولكن هذاالدير قد رمقتموه ففيه من هو الى خبركم بالاشواق ان يخبركم و يستخبركم. قلنا فما انت؟قال انا الجساسة. فانطلقوا حتى أتوا الدير فاذا هم برجل موثق شديد الوثاق مظهر الحزن كثير التشكي فسلموا عليه فرد عليهم السلام فقال ممن انتم؟ قالوا من العرب، قال ما فعلت العرب؟ اخرج نبيهم بعد؟ قالوا نعم. قال فما فعلوا؟ قالوا خيرا. امنوا به و صدقوه قال ذلک خير لهم.قالوا وكان له عدو فاظهره الله عليه. قال فالعرب اليوم الٰههم و احد و دينهم واحد و كلمتهم واحدة. قالوا نعم. قال فما فعلت عين زغر؟ قالوا صالحة يشرب منها اهلها لشفتهم و يسقون منها زرعهم. قال فما فعل نخل بين عمان و بيسان؟ قالوا صالح يطعم جناه كل عام. قال فما فعلت بحيرة طبرية؟ قالوا ملٰاى. فزفر ثم زفر ثم حلف لو خرجت من مكاني هذا ماتركت. ارضا من ارض الله الا وطئتها غير طيبة. ليس لي عليها سلطان .فقال رسول الله ﷺ إلى هذا انتهىٰ فرحي ثلاث مرار. ان طيبة المدينة إن الله حرم حَرَمِي على الدجال أن يدخلها ثم قال و الذى لا اله الا هو ما لها طريق ضيق ولا واسع في سهل ولا جبل الا عليه ملک شاهر بالسيف الى يوم القيامة مايستطيع الدجال ان يد خلها على اهلها. قال عامر فلقيت المحرر

بن ابی هريرة فحدثته بحديث فاطمة بنت قيس فقال اشهد على ابی أنه حدثنی كما حدثتك فاطمة غير انه قال قال رسول الله ﷺ أنه نحو المشرق . قال ثم لقيت القاسم بن محمد فذكرت له حديث فاطمة فقال اشهد على عائشة انها حدثتنی كما حدثتك غير أنها قالت الحرمان عليه حرام مكة و المدينة ۔ (مسند ٦ ص ۳۷۳ وص ۴۱۷)

(اس روایت میں مسافرین کا جساسہ و دجال دونوں کو سلام کرنا اور جواب سلام پانا مذکور ہے)

یہ اضافہ یعنی شعبی کا محرر کو اور قاسم کو حدیث فاطمہ سنانا محرر کا یہ کہنا کہ اس کے والد ابوھریرہ نے اور قاسم کا یہ کہنا کہ اس کی پھوپھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جساسہ و دجال کے متعلق فاطمہ کی حدیث کی طرح حدیث سنائی تھی تو یہ مجالد بن سعید کذاب کا قطعا جھوٹا اضافہ ہے۔ عامر شعبی کا بیان کیا ہوا نہیں ہے۔ اب غیلان بن جریر کی روایت پڑھ لیجئے۔ مسلم نے کہا ہے۔

﴿غیلان بن جریر﴾ حدثنا الحسن الحلوانی و احمد بن عثمان النوفلی نا وهب بن جرير نا ابی (جرير بن حازم) سمعت غيلان بن جرير يحدث عن الشعبی عن فاطمة بنت قيس قالت قدم على رسول لله ﷺ تميم الداری فاخبر رسول الله أنه ركب البحر فتاهت به سفينته فسقط الی جزيرة فخرج اليها يلتمس الماء فلقی انسانا يجر شعره. واقتص الحديث و قال فيه ثم قال (الدجال الموثق بالحديد) اما إنه لو قد اذن لی فی الخروج قد وطئت البلاد (عبارت غلط ہے ہونا چاہئے لاطأن البلاد) كلها غير طيبة. فاخرجه رسول الله ﷺ فحدثهم. قال هذه طيبة و ذلك الدجال ۔ (صحیح مسلم ۲ ص ۴۰۵)

اِس میں شعبی سے مروی جملہ روایات کے خلاف یہ تصریح ہے کہ تمیم سے دجال و جساسہ کا قصہ سن کر رسول اللہ ﷺ تمیم کو لوگوں کے روبرو لائے۔ اس نے لوگوں کو قصہ سنایا خود آپ نے نہیں سنایا۔ آپ نے تو بس یہ بتایا کہ وہ زنجیروں میں جکڑا ہوا شخص جس سے تمیم نے عمارت کے اندر ملاقات کی تھی دجال ہے۔ اور طیبہ کا جو اس نے ذکر کیا تھا تو اس

سے مراد یہ ہمارا مدینہ ہے۔ اس میں تمیم کے ساتھ اور لوگوں کے ہونے کا ذکر نہیں ہے۔

﴿داؤد بن ابی ھند﴾ امام احمد نے کہا ہے: حدثنا یونس بن محمد ثنا حماد بن سلمۃ عن داؤد بن ابی ھند عن الشعبی عن فاطمہ بنت قیس أن رسول اللہ ﷺ جاء ذات یوم مسرعا فصعد المنبر و نودی فی الناس الصلاۃ جامعۃ فاجتمع الناس فقال یا ایھا الناس انی لم ادعکم لرغبۃ نزلت ولا لرھبۃ ولکن تمیما الداری اخبرنی أن نفر امن اھل فلسطین رکبوا البحر فقذ فتھم الریح الی جزیرۃ من جزائر البحر فاذا ھم بدابۃ اشعر ما یدری أذکر ھو ام انثی لکثرۃ شعرہ فقالوا من انت؟ فقالت انا الجساسۃ. قالوا فاخبرینا فقالت ما انامخبرکم ولا مستخبرکم ولکن فی ھذا الدیر رجل فقیر الی ان یخبرکم و یستخبرکم فدخلوا الدیر فاذا رجل اعور مصفد فی الحدید فقال من انتم؟ قلنا نحن العرب. فقال ھل بعث فیکم النبی؟ قالوا نعم. قال فھل اتبعتہ العرب؟ قالوا نعم. قال ذلک خیر لھم. قال ما فعلت فارس ھل ظھر علیھا؟ قالوا لم یظھر علیھا بعد. قال اما انہ سیظھر علیھا ثم قال ما فعلت عین زغر؟ قالوا ھی تتدفق ملای. قال فما فعل نخل بیسان ھل اطعم؟ قالوا قد اطعم اوائلہ. قال فوثب وثبۃ شدیدۃ حتی ظننا أنہ سینفک. فقلنا من انت؟ قال انا الدجال اما أنی سأطأ الارض کلھا غیر مکۃ و طیبۃ. فقال رسول اللہ ﷺ ابشروا یا معشر المسلمین ھذہ طیبۃ لاید خلھا یعنی الدجال۔ (مسند احمد ۶ ص ۳۷۴)

یونس بن محمد کی طرح عفان بن مسلم نے بھی حماد بن سلمہ سے اسی کی روایت کی ہے۔ اسی اسناد کے ساتھ۔ اس میں اعور کی بجائے ضریر ہے اور نخل بیسان کے متعلق سوال و جواب کے بعد بحیرۃ طبریۃ کا ذکر ہے۔ (مسند ۶ ص ۴۱۳)

اس روایت میں دیگر روایات پر یہ اضافہ ہے کہ کانے دجال نے فارس کے متعلق پوچھا تھا کہ نبی کو اس پر غلبہ حاصل ہوا یا نہیں۔ جواب ملا کہ ابھی تک نہیں کہا جلد ہی اسے اس پر غلبہ حاصل ہو جائے گا۔ اور یہ اضافہ ہے کہ سوالات و جوابات کے بعد وہ بہت زور سے اچھلا تھا کہ خیال ہونے لگا کہ قید و بند سے باہر آجائے گا۔ پس عامر شعبی سے یہ

حدیث عبداللہ بن بریدہ و ابوالحکم سیار و ابوالزناد و مجالد و غیلان بن جریر و داؤد بن ابی ھند نے روایت کی ہے۔ ابوالزناد کے علاوہ یہ جملہ رواۃ ضعیف و منکر الحدیث اور جھوٹے تھے۔ ابوالزناد ثقہ ہے لیکن جس شخص نے اس سے روایت کی ہے وہ غیر ثقہ اور جھوٹا تھا۔ جساسہ و دجال کی کہانی سب کی روایت میں ہے۔ ان میں سے عبداللہ بن بریدہ و غیلان دونوں کی روایت میں ہے کہ جساسہ و دجال کو تمیم داری نے دیکھا تھا اور یہ قصہ اس کا چشم دید و گوش شنید ہے۔ باقی چار شخصوں کی روایات بتاتی ہیں کہ تمیم نے اور لوگوں سے اسے سنا تھا خود اس نے جساسہ و دجال کو نہیں دیکھا۔ اس جھوٹی قدر مشترک کے علاوہ ہر راوی نے حسب توفیق اپنی طرف سے کچھ مزید دوروغ بافیاں کی تھیں۔ امام بخاری نے تو اسے قطعاً نظر انداز کر دیا البتہ مسلم نے عبداللہ بن بریدہ و ابوالحکم سیار و ابوالزناد و غیلان بن جریر کی روایات درج صحیح کر دی ہیں۔ اب ابوسلمہ کی روایت بھی پڑھ لیجئے جو ابن شہاب زھری سے مروی ہے۔ زھری نے شعبی سے مروی روایات مذکورہ میں سے کوئی روایت سنی سوچا کہ میں شعبی سے کم تھوڑا ہی ہوں مجھے بھی اس کی روایت کا ثواب کمانا چاہئے۔

(۲) ابوسلمہ۔ سنن ابی داؤد میں ہے حدثنا النفیلی ثنا عثمان بن عبدالرحمن نا ابن ابی ذئب عن الزهری عن ابی سلمة عن فاطمة بنت قیس أن رسول الله ﷺ اخر العشاء الاخرة ذات لیلة ثم خرج فقال انه حبسنی خدیث کان یحدثنیه تمیم الداری عن رجل کان فی جزیرة من جزائر البحر قال فاذا أنا بامرأة تجر شعرها. قلت ما أنت؟ قالت انا الجساسة. اذهب الی ذلک القصر فاتیته فاذا رجل یجر شعره مسلسل فی الاغلال ینزو فی مابین السماء والارض فقلت من انت؟ قال انا الدجال. خرج نبی الا میین بعد؟ قلت نعم قال اطاعوه ام عصوه؟ قلت بل اطاعوه. قال ذاک خیر لهم. (سنن ابی داؤد کتاب الملاحم خبر الجساسة)

محمد بن عبد الرحمٰن بن ابی ذئب نے ابن شھاب زھری سے اس نے ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن سے اس نے فاطمہ بنت قیس سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک رات نماز عشا کے لئے مسجد آنے میں دیر کر دی۔ آکر بتایا کہ میں ایک بات کو سننے میں لگا ہوا تھا جو تمیم داری مجھ سے بیان کر رہا تھا۔ وہ اسے ایک شخص سے معلوم ہوئی جو سمندر کے کسی ٹاپو

میں تھا۔ اس نے کہا کہ میرے سامنے ایک عورت آئی جس کے بال اتنے لمبے تھے کہ چلنے میں زمین پر گھسیٹ رہی تھی۔ میں نے کہا تو کیا چیز ہے؟ بولی میں جساسہ ہوں۔ یہ جو سامنے محل ہے اس میں چلا جا۔ میں اس میں آیا تو دیکھتا ہوں کہ ایک آدمی ہے لمبے بالوں والا جو زمین میں گھسٹ رہے ہیں، زنجیروں میں جکڑا ہوا ہے۔ آسمان و زمین کے درمیان فضا میں اچھل رہا ہے، (اس کا مطلب یہ ہوا کہ وہاں چھت نہ تھی) میں نے کہا تو کون ہے؟ بولا میں دجال ہوں۔ کیا امی لوگوں کے نبی کا ظہور ہو چکا ہے؟ میں نے کہا ہاں۔ بولا لوگوں نے اس کی بات مانی یا نہیں؟ میں نے کہا اس کے فرمانبردار ہوگئے ہیں۔ بولا یہ ہی ان کے لئے بہتر ہے۔

ظاہر ہے کہ عامر شعبی کی روایت کی بہ نسبت زھری کی یہ روایت بہت مختصر ہے اور اس سے مختلف بھی۔ زہری کی روایت میں مذکور ہے کہ تمیم داری کو جساسہ و دجال کا یہ قصہ کسی نامعلوم شخص سے معلوم ہوا تھا۔ تنہا اسی شخص کی جساسہ و دجال سے ملاقات ہوئی تھی۔ تمیم نے عشا کے وقت آکر رسول اللہ ﷺ کو یہ قصہ بتایا۔ اسے سننے کی وجہ سے نماز عشا کے لئے مسجد پہنچنے میں آپ سے کافی تاخیر ہوگئی تھی۔ وجہ تاخیر بیان کرتے ہوئے آپ نے حاضرین سے اس قصہ کا ذکر فرمایا تھا۔ شعبی کی روایت میں یہ مذکور ہے کہ آپ نے بعد ظہر برسر منبر یہ قصہ سنایا تھا۔ زھری نے سوچا ہوگا کہ بعد ظہر کی بہ نسبت رات کا وقت یہ کہانی سنانے کے لئے زیادہ موزوں ہے۔ اور حقیقت یہ ہے کہ جو عامر شعبی سے مروی ہے وہ بھی قطعاً جھوٹ ہے اور جو زھری سے مروی ہے وہ بھی محض گپ شپ ہے۔

(۲۷)

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ

ابن ماجہ نے کہا ہے **حدثنا محمد بن بشار ثنا یزید بن ھارون ثنا العوام بن حوشب ثنی جبلة بن سحیم عن مؤثر بن غفارة عن عبداللہ بن مسعود قال لما کان لیلة اسری برسول اللہ ﷺ لقی ابراھیم و موسی و عیسی فتذاکروا الساعة فبدأ وابابراھیم فسألوہ عنھا فلم یکن عندہ منھا علم ثم سألوا موسی فلم یکن عندہ منھا علم فرد الحدیث الی عیسی بن مریم فقال قد عھد الی فی**

مادون وجبتها. فاما وجبتها فلا يعلمها الا الله فذكر خروج الدجال قال فانزل فاقتله فيرجع الناس الى بلادهم فيقبلهم ياجوج و ماجوج و هم من كل حدب ينسلون فلا يمرون بماء الا شربوه ولا شئ الا افسدوه فيجأرون الى الله فادعوالله أن يميتهم فتنتن الارض من ريحهم فيجأرون الى الله فادعوالله فيرسل السماء بالماء فيحملهم فيلقيهم فى البحر ثم تنسف الجبال و تمد الارض مدا. فعهد الى متى كان ذلک كانت الساعة من الناس كالحامل التى لايدرى اهلها متى تفجأهم بولادها۔ (سنن ابن ماجہ ص ۳۰۹ ابواب الفتن)

ابن ماجہ سے لے کر جبلہ بن سحیم تک اس حدیث کے راویوں کو عدل و ثقہ بتایا گیا ہے مگر اس کا راوی اول مدثر بن غفازۃ مجہول و نامعلوم ہے صرف یہ ہی حدیث اس سے مروی ہے جو یقیناً اول سے آخر تک جھوٹی ہے۔ اس کا مضمون یہ ہے کہ عبداللہ بن مسعود نے کہا کہ شب معراج رسول اللہ ﷺ کی حضرت ابراھیم و موسیٰ و عیسیٰ علیھم السلام سے ملاقات ہوئی۔ باہم قیامت کا ذکر ہونے لگا تو پہلے حضرت ابراھیم سے پوچھا کہ قیامت کب آئے گی۔ مگر وہ اس سے لاعلم نکلے۔ پھر حضرت موسیٰ سے پوچھا وہ بھی اس سے لاعلم تھے۔ تب حضرت عیسیٰ کی نوبت آئی۔ کہا کہ قیامت آپڑنے سے پہلے کے متعلق تو مجھے بتایا گیا ہے۔ رہا اس کا آپڑنا تو اس کے وقت کو تو بس اللہ ہی جانتا ہے۔ پس حضرت عیسیٰ نے دجال کے نکلنے کا ذکر کیا۔ بتایا کہ میں اتر کر اسے قتل کروں گا تب لوگ اپنے اپنے علاقوں کو واپس ہوجائیں گے تو ان کے سامنے یاجوج و ماجوج کی آفت آجائے گی۔ جو ہر ایک ٹیلے سے نکل پڑیں گے۔ جس تالاب یا ندی یا نہر پر گذریں گے اس کا تمام پانی پی جائیں گے۔ جس چیز پر بھی گذریں گے اسے تہس نہس کرڈالیں گے۔ تب لوگ اللہ سے فریاد کریں گے۔ گویا ہر شخص کہے گا:

ایک آفت سے تو مرمر کے ہوا تھا جینا　　پڑ گئی اور یہ کیسی مرے اللہ نئی

میں اللہ سے ان کی ہلاکت کی دعا کروں گا۔ وہ ہلاک ہوجائیں گے تو ان کی لاشوں کی بدبو سے زمین گندی ہوجائے گی۔ پس اللہ سے فریاد کریں گے، میں دعا کروں گا تو اللہ زبردست مینہ برسادے گا۔ پانی کی رو میں ان کی لاشیں بہہ کر سمندر میں جاگریں

گی۔ پھر پہاڑ ریزہ ریزہ کردیئے جائیں گے اور زمین خوب پھیلادی جائے گی۔ مجھے بتایا گیا ہے کہ جب ایسا ہوجائے تو قیامت بالکل قریب ہوگی جیسے پورے دنوں کی حاملہ اونٹنی وغیرہ کہ نہ معلوم کس وقت اچانک بچہ ڈال دے۔

میں کہتا ہوں کہ احادیث معتبرہ میں یہ تو مذکور ہے کہ مختلف آسمانوں پر رسول اللہ ﷺ کی مختلف انبیائے کرام سے ملاقات ہوئی تھی۔ مگر یہ کسی روایت میں نہیں آیا کہ ابراھیم، موسیٰ و عیسیٰ علیھم السلام سے آپ کی ملاقات ایک ساتھ ہوئی تھی۔ یہ بات صرف مدثر بن غفازہ نے گھڑ کر ابن مسعود کی طرف منسوب کردی تھی کہ جیسے دنیا میں چند لوگ مل کر بیٹھتے ہیں اور ان کے درمیان طرح طرح کی باتیں ہونے لگتی ہیں ایسے ہی یہ انبیائے کرام معراج کی رات یکجا ہوئے اور قیامت کے متعلق بات کرنے لگے کہ کب آئے گی۔ اس جاہل راوی نے یہ نہیں کہا کہ عبداللہ بن مسعود نے رسول اللہ ﷺ کے حوالہ سے یہ بیان کیا تھا خود ابن مسعود کا قول نقل کیا ہے۔ تو کیا اس خبیث نے لوگوں کو یہ بتانا چاہا تھا کہ معراج کی رات ابن مسعود نے بھی آنحضور ﷺ کے ساتھ آسمانوں کی سیر کی تھی؟ تعجب اس پر نہیں کہ مدثر بن غفازہ نے یہ کیسے گھڑ لی تھی۔ خداناترس منافقین اور دجال لوگوں کا گروہ تھا جو قسم قسم کی حدیثیں گھڑ گھڑ کر بیان کرتے رہتے تھے۔ حیرت تو اس پر ہے کہ ابن ماجہ سے لے کر جبلہ بن سحیم تک پانچوں راویوں کو ثقہ بتایا گیا ہے تو یہ ثقہ لوگ عقل سلیم اور نور بصیرت سے بالکل محروم تھے کہ کھلی ہوئی جھوٹی حدیثوں کی روایت کرنے اور بدون نکیر بیان کرنے میں انہیں کوئی باک نہ تھا۔

(۲۸)

ابو امامہ باہلی رضی اللہ عنہ

ابن ماجہ نے کہا ہے: حدثنا علي بن محمد ثنا عبدالرحمن المحاربي عن اسماعيل بن رافع ابي رافع عن ابي زرعة السيباني (سین مھملہ کے ساتھ پیش نظر نسخہ سنن ابن ماجہ میں الشیبانی باشین معجمہ چھپ گیا ہے) يحيى بن ابي عمرو عن ابي امامة الباهلي قال خطبنا رسول الله ﷺ فكان اكثر خطبته حديثا حدثناه عن الدجال و حذرناه. فكان من قوله أن قال أنه لم تكن فتنة في الارض منذ ذرأ

الله ذرية ادم اعظم من فتنة الدجال و ان الله لم يعث نبيا الا حذر امته الدجال.
وأنا أخر الانبياء و انتم اخر الامم و هو خارج فيكم لا محالة. فان يخرج و انا بين ظهرا تيكم فانا حجيج لكل مسلم و ان يخرج من بعدى فكل حجيج لنفسه و الله خليفتي على كل مسلم و انه يخرج من خلة بين الشام والعراق فيعيث يمينا و شمالا. يا عباد الله فاثبتوا. فاني اصفه لكم صفة لم يصفها اياه نبى قبلى انه يبدء فيقول انا نبى ولا نبى بعدى ثم يثنى فيقول انا ربكم. ولا ترون ربكم حتى تموتوا. انه اعور وان ربكم ليس باعور. وانه مكتوب بين عينيه كافر يقرء ه كل مؤمن كاتب او غير كاتب. وان من فتنته أن معه جنة ونارا فناره جنة و جنته نار فمن ابتلى بناره فليستعذ بالله و ليقرء فواتح الكهف فتكون عليه برداوسلاما كما كانت النار لابراهيم. و ان من فتنته أن يقول لاعرابى ارأيت ان بعثت لك اباك وامك اتشهد أني ربك؟ فيقول نعم فيتمثل له شيطانا نى صورة ابيه و امه فيقولان اتبعه انه ربك. و ان من فتنته ان يسلط على نفس واحدة فيقتلها و ينشرها بالمنشار حتى يلقى شقتين ثم يقول انظروا الى عبدى هذا فانى ابعثه الأن ثم يزعم ان له ربا غيرى فيعثه الله و يقول الخبيث من ربك؟ فيقول ربى الله و انت عدو الله انت الدجال و الله ماكنت اشد بصيرة بك منى اليوم. وأن من فتنته أن يأمر السماء أن تمطر فيمطر ويامر الارض أن تنبت فتنبت و ان من فتنته ان يمر بالحى فيكذبونه فلاتبقى لهم سائمة الاهلكت وأن من فتنته أن يمر بالحي فيصدقونه فيأمرالسماء ان تمطر فتمطر ويأمر الارض ان تنبت فتنبت حتى تروح مواشيهم من يومهم ذلك اسمن ماكانت واعظمه و امده خواصر وأدره ضروعا. و أنه لا يبقى شئ من الارض الا وطئه و ظهر عليه الا مكة و المدينة لا يأتيهما من نقب من نقابهما الا لقيت الملائكة بالسيوف صلتة حتى ينزل عند الظريب الاحمر عند منقطع السبخة فترجف المدينة باهلها ثلاث رجفات فلا يبقى منافق ولا منافقه الا خرج اليه. فتنفى الخبث كما ينفي الكير خبث الحديد و يدعى ذلك اليوم يوم الخلاص.

فقالت ام شریک بنت العکر یا رسول الله فاین العرب یومئذ؟ قال هم یومئذ قلیل و جلهم ببیت المقدس و امامهم رجل صالح فبینما امامهم قد تقدم لیصلی بهم الصبح اذنزل علیهم عیسی بن مریم الصبح فرجع ذلک الامام ینکص یمشی القهقری لیقدم عیسی فیضع عیسی یده بین کتفیه ثم یقول له تقدم فصل فانها لک اقیمت فیصلی بهم امامهم. فاذا انصرف قال عیسی علیه السلام افتحوا الباب فیفتح ووراءه الدجال معه سبعون الف یهودی کلهم ذو سیف محلی ساج فاذانظر الیه الدجال ذاب کما یذوب الملح فی الماء و ینطلق هاربا ویقول عیسی علیه السلام ان لی فیک ضربة لن تسبقنی بها. فیدرکه عند باب لد الشرقی فیقتله فیهزم الله الیهود. فلا یبقی شیء مما خلقه الله یتواری به یهودی الا انطق الله ذلک الشیء لا حجر ولا شجر ولا حائط ولا دابة الا الغرقدة فانها من شجرهم، لاتنطق الا قال یا عبدالله المسلم تعال هذا یهودی فاقتله. قال رسول الله ﷺ و ان أیامه اربعون سنة، السنة کنصف السنة و السنة کالشهر والشهر کالجمعة. واخر ایامه کالشررة. یصبح احدکم علی باب المدینة فلا یبلغ بابها الأخر حتی یمسی. فقیل له یا رسول الله کیف نصلی فی تلک الایام؟قال تقدرون فیها الصلاة کما تقدرونها فی هذه الایام الطوال ثم صلوا. قال رسول الله ﷺ فیکون عیسی بن مریم فی امتی حکما عدلا و اماما مقسطا یدق الصلیب و یذبح الخنزیر و یضع الجزیة و یترک الصدقه فلا یسعی علی شاة ولا بعیر. و ترفع الشحناء والتباغض، و تنزع حمة کل ذات حمة حتی یدخل الولید یده فی الحیة فلا تضره و تفر الولیدة الا سد فلایضرها ویکون الذئب فی الغنم کأنه کلبها و تملأ الارض من السلم کما یملأ الاناء من الماء وتکون الکلمة واحدة فلا یعبدالاالله و تضع الحرب اوزارها و تسلب قریش ملکها وتکون الارض کناثور الفضة تنبت نباتها بعهدادم حتی یجتمع النفر علی القطف من العنب فیشبعهم و یجتمع النفر علی الرمانة و یکون الثور بکذا وکذا من المال و تکون الفرس بالدر یهمات. قالوا

یا رسول الله وما یرخص الفرس قال لاترکب ابدا. قیل له فما یغلی الثور قال تحرث الارض کلها. وان قبل خروج الدجال ثلاث سنوات شداد یصیب الناس فیها جوع شدید. یامر الله السماء فی السنة الاولی ان تحبس ثلث مطرها و یأمر الارض فتحبس ثلث نباتها ثم یأمر السماء فی الثانة فتحبس ثلثی مطرها ویأمرالارض فتحبس ثلثی نباتها ثم یأمر السماء فی السنة الثالثة فتحبس مطرها کله. فلا تقطر قطرة ویأمر الارض فتحبس نباتها کله فلا تنبت خضراء فلا یبقی ذات ظلف الاهلکت الا ماشاء الله. قیل ما یعیش الناس فی ذلک الزمان؟ قال التهلیل و التکبیر و التسبیح والتحمید، و یجری ذلک علیهم مجری الطعام. قال ابوعبدالله سمعت عبدالرحمن المحاربی یقول ینبغی ان یدفع هذاالحدیث الی المؤدب حتی یعلمه الصبیان فی الکتاب
(سنن ابن ماجہ ص ۳۰۷ ابواب الفتن)

کہا ابن ماجہ قزوینی نے جس کی کنیت ابوعبداللہ ہے بیان کیا ہم سے علی بن محمد نے کہ بیان کیا ہم سے عبدالرحمٰن محاربی نے ابورافع یعنی اسماعیل بن رافع سے روایت کر کے اس نے ابوزرعہ سیبانی یعنی یحیٰی بن ابی عمرو سے اس نے ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں خطاب فرمایا۔ آپ کے خطبہ میں زیادہ تر دجال کے متعلق باتیں تھیں۔ الخ۔ یہ ابو رافع جس کا نام اسماعیل تھا ایک دجال و کذاب راوی تھا۔ پیشہ ور واعظ و افسانہ گو شخص تھا۔ مدنی تھا پھر بصرہ جابسا تھا ۱۱۰ھ و ۱۲۰ھ کے درمیان مرا ہے۔ تقریباً تمام ائمۂ حدیث اس کے غیر ثقہ و متروک ہونے پر متفق ہیں۔ ابن حبان نے کہا ہے کہ اس کی روایت کی ہوئی حدیثوں سے پتہ چلتا ہے کہ خود اسی کی گھڑی ہوئی ہیں اور کہہ دیتا تھا کہ میں نے فلاں سے اور فلاں سے ان کو سنا ہے۔ (تهذیب التهذیب) واقعہ یہ ہے کہ دجال راویوں نے دجال کے متعلق جو الگ الگ حدیثیں ذکر کی ہیں۔ اس بڑے دجال ابورافع نے ان سب کو ایک لڑی میں پرو کر اور اپنی طرف سے مزید اضافہ کر کے ایک حدیث بنا کر ابوامامہ باہلی پھر رسول اللہ ﷺ پر اس کا بہتان باندھا تھا۔ وہ سب جھوٹی حدیثیں جن کا یہ حدیث مجموعہ ہے گذر چکی ہیں اس لئے میں نے اس کا

ترجمہ کرنے کی ضرورت نہ سمجھی۔ بس اس کے اضافوں کے متعلق وضاحت کرنے پر اکتفا کررہا ہوں۔ (۱) ابورافع کی اس روایت میں ہے کہ دجال پہلے نبوت کا دعویٰ کرے گا پھر خدائی کا دعویٰ داغے گا۔ نبوت کا دعویٰ کرنے کا ذکر کسی اور روایت میں نہیں آیا۔ (۲) اس میں ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ دجال کا ذکر فرما رہے تھے تو ام شریک بنت عکر نے عرض کیا یا رسول اللہ فاین العرب یومئذ۔ عکر نام کا کوئی شخص اللہ نے مدینہ میں پیدا نہیں کیا تھا جس کی بیٹی ام شریک ہو۔ (۳) بتایا ہے کہ درخت غرقدہ کے سوا ہر درخت ہر پتھر ہر دیوار جس کے پیچھے کوئی یہودی جان بچانے کے لئے چھپے گا پکار کر مسلمان سے کہہ دے گا کہ میری اوٹ میں یہ یہودی ہے آکر اسے قتل کردے۔ مگر درخت فرقدہ یہود کا درخت ہے وہ چپ رہے گا۔ اس کی اوٹ میں جو یہودی چھپا ہوا ہوگا اس کی نشاندہی نہ کرے گا۔ (۴) کہا ہے کہ حضرت عیسیٰ اپنے عہد میں زکوۃ ختم کردیں گے نہ بکریوں کی زکوۃ لی جائے گی نہ اونٹوں کی۔ اس کا مطلب یہ ہی تو ہوا کہ وہ ارکان اسلام میں ایک اہم رکن کو منسوخ کردیں گے۔ اس کے باوجود یہ بکواس بھی کی جاتی ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے متبع اور دین اسلام کے پیرو ہوں گے۔ (۵) کئی روایتوں میں یہ تو آیا ہے کہ دجال چالیس دن زمیں میں رہے گا۔ ایک دن ایک برس کے برابر ہوگا اور ایک دن ایک ماہ کے برابر اور ایک دن ایک ہفتہ کے برابر۔ باقی ۳۷ دن ایسے ہی ہوں گے جیسے ہوا کرتے ہیں۔ لیکن اس میں یہ مذکور ہے کہ وہ چالیس سال رہے گا۔ ایک پورا سال چھ مہینے کے برابر ہوگا پھر ایک سال ایک مہینے کے برابر اور مہینہ ہفتہ کے برابر اور آخری دن پتنگے کی طرح گذر جائے گا۔ کوئی شخص صبح کے وقت شہر کے دروازے پر ہوگا دوسرے دروازے پر پہنچتے پہنچتے شام ہوجائے گی۔ وہ بھی بکواس یہ بھی بکواس۔ (۶) نیز بتایا ہے کہ حضرت عیسیٰ کے زمانہ میں قبیلہ قریش سے بادشاہی سلب کرلی جائے گی حالانکہ سب کو معلوم ہے کہ خلافت عباسیہ کے آخری دور میں جو قریش کی سلطنت کا تسمہ لگا ہوا تھا اس کے خاتمہ پر وہ بھی نہ رہا۔ (۷) نیز بتایا ہے کہ خروج دجال سے پہلے جو تین سخت سال گذریں گے تو ان میں تیسرے سال بارش بالکل نہ ہوگی نہ ہی زمین سے کچھ اگے گا۔ پوچھا گیا کہ یا رسول اللہ پھر لوگ کیسے جئیں گے۔ فرمایا تھلیل، تسبیح، تحمید، تکبیر غذا کی قائم مقام ہوگی۔ مگر یہ تو

مسلمانوں کے لئے ہوا۔ مشرکین اور یہود و نصاری بھی تو ہوں گے تو وہ کیسے جئیں گے۔

(۸) آخر حدیث میں ابن ماجہ نے عبدالرحمٰن محاربی کا قول نقل کیا ہے کہ یہ حدیث مدارس کے معلمین کو دی جائے تاکہ وہ پڑھنے والے بچوں کو اسے سکھادیں اور اس طرح یہ بے ہودہ باتیں ان کے اندر راسخ ہوجائیں اور رسول اللہ ﷺ کے فرمان کی حیثیت سے ان کے معتقد ہوجائیں۔ اس سے اندازہ لگائیے کہ عام مسلمانوں میں بدعقیدگیاں پھیلانے کی محدثین نے کیسی بلیغ کوشش کی ہے۔ اس کا نتیجہ ہے کہ یہ سب بے ہودہ و باطل باتیں مسلمانوں میں پھیل گئیں۔ آثار محشر، احوال قیامت، زواجر جیسی منظوم ومنثور کتابیں تالیف ہوئیں۔ ان مصنفین کے پیش نظر ترمذی و ابن ماجہ وصحیح مسلم وصحیح بخاری تھیں اور سادہ لوح علمائے کرام نے انہیں عقائد ثابتہ کا درجہ دے ڈالا۔ الغرض یہ طویل حدیث شروع سے آخر تک جھوٹ ہی جھوٹ ہے۔ دجال وکذاب ابورافع نے محاربی کو بتایا تھا کہ اسے یہ حدیث یحیی بن ابی عمرو حمصی یعنی ابوزرعہ سیبانی سے پہنچی ہے۔ یہ اس کی قطعا غلط بیانی تھی۔ نہ ابوامامہ باہلی نے یہ حدیث بیان کی تھی نہ ابوزرعہ سیبانی نے اس کی روایت کی تھی ابوزرعہ سیبانی ثقہ تابعی تھے۔

(۲۹)

عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ

کی طرف منسوب حدیث علی بن زید بن جدعان کذاب رافضی کی گھڑی ہوئی ہے۔ امام احمد نے کہا ہے: حدثنا یزید بن هارون ثنا حماد بن سلمة عن علی بن زید عن ابی نضرة قال اتینا عثمان بن ابی العاص فی یوم جمعة لتعرض مصحفا لنا علی مصحفه فلما حضرت الجمعة امرنا فاغتسلنا ثم اتینا بطیب فتطیبنا ثم جئنا المسجد فجلسنا الی رجل فحدثنا عن الدجال ثم جاء عثمان بن ابی العاص فقمنا الیه فجلسنا فقال سمعت رسول الله ﷺ یقول یکون للمسلمین ثلاثة امصار. مصر بملتقی البحرین و مصر بالحیرة ومصر بالشام فیفرع الناس ثلاث فزعات فیخرج الدجال فی اعراض الناس فیهزم من قبل المشرق، فاول مصر یرده المصر الذی بملتقی البحرین، فیصیر اهله ثلاث

فرق، فرقه. تقول نشامه و ننظر ماهو و فرقة تلحق بالاعراض و فرقة تلحق بالمصر الذی یلیهم بغرب الشام و ینحاز المسلمون الی عقبة افیق فیبعثون سرحا لهم فیصاب سرحهم فیشتد ذلک علیهم فتصیبهم مجاعة شدیدة و جهد شدید، حتی ان احدهم لیحرق و ترقوسه فیاکله. فبینا هم کذلک اذ نادیٰ مناد من السحر یا ایها الناس اتاکم الغوث. ثلاثا. فیقول بعضهم لبعض ان هذا الصوت رجل شبعان و ینزل عیسی بن مریم عند صلاۃ الفجر فیقول له امیرهم یاروح الله، تقدم، صل فیقول هذه الا٠ ة امراء بعضهم علی بعضهم فیتقدم امیرهم فیصلی، فاذا قضی صلاته اخذ عیسی حربته فیذهب نحو الدجال فاذا راٰه الدجال ذاب کما یذوب الرصاص. فیضع حربته بین تندوء ته فیقتله و ینهزم اصحابه. فلیس یومئذ شیٔ یواری منهم احدا، حتی ان الشجرة لتقول یا مؤمن هذا کافر. و یقول الحجر یامؤمن هذا کافر۔ (مسند۴ ص ۲۱۶)

علی بن زید کذاب سے مروی ہے کہ ابونضرہ یعنی مندر بن مالک بن قطعہ عبدی نے بیان کیا کہ ایک جمعہ کے دن ہم عثمان بن ابی العاص کے یہاں پہنچے مقصد یہ تھا کہ اپنے مصحف کا ان کے مصحف سے تقابل کریں۔ جمعہ کا وقت آ گیا تو ہمیں غسل کرنے کا حکم دیا گیا اور ہمارے پاس خوشبو لائی گئی۔ ہم غسل کرنے اور خوشبو لگانے کے بعد مسجد گئے، وہاں ایک شخص کے پاس بیٹھ گئے۔ اس نے ہم سے دجال کے متعلق بیان کیا پھر عثمان بن ابی العاص آ گئے ہم تعظیما کھڑے ہو گئے، ہمیں بٹھا کر بولے میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا فرما رہے تھے کہ (خروج دجال کے زمانے میں) مسلمانوں کے تین بڑے شہر ہوں گے۔ ایک شہر بحر شور اور بحر شیریں کے سنگم پر ہوگا، ایک شہر حیرہ میں اور ایک شہر شام میں۔ لوگ تین بار سخت گھبراہٹ میں پڑیں گے پس دجال عام لوگوں میں نکلے گا۔ (فی اعراض الناس. واحد عرض و هو من عرض الناس ای عامتهم) پس ان لوگوں کو شکست دے گا جو مشرق کی جہت میں ہوں گے۔ وہ سب سے پہلے اس شہر پر وارد ہوگا جو دو سمندروں کے سنگم پر ہوگا تو باشندگان شہر تین گروہ ہو جائیں گے۔ ایک گروہ کہے گا ہم اسے دیکھیں اور انتظار کریں کہ وہ کیا ہے۔ (یعنی کیا چاہتا ہے؟ اس کا مقصد کیا ہے؟

ہمارے ساتھ ظلم کرتا ہے یا نرمی و مہربانی) اور ایک گروہ بھاگ کر قریبی شہر میں چلا جائے گا۔ جو ملک شام کی مغربی سمت میں ہوگا۔ اور مسلمان افیق نامی گھاٹی کے پاس پڑاؤ کریں گے۔ وہ جنگل میں چرنے کے لئے اپنے مویشی روانہ کریں گے تو وہ ہلاک ہوجائیں گے تب انہیں سخت بھوک اور شدید مشقت لاحق ہوگی، کوئی کوئی تو اپنی کمان کی تانت بھون کر کھا جائے گا۔ اسی دوران میں صبح کے وقت ایک پکارنے والے کی پکار سنیں گے۔ وہ تین بار پکارے گا کہ تمھارے پاس مدد آ پہنچی ہے۔ اسے سن کر باہم کہیں گے کہ یہ تو کسی پیٹ بھرے شخص کی آواز ہے اور نماز فجر کے وقت حضرت عیسیٰ اتر آئیں گے۔ مسلمانوں کا امیر عرض کرے گا اے روح اللہ آگے بڑھ کر نماز پڑھایئے تو وہ کہیں گے کہ امت محمدیہ میں بعض بعض پر امیر ہیں تب مسلمانوں کا امیر نماز پڑھائے گا۔ نماز سے فارغ ہوکر حضرت عیسیٰ اپنا حربہ لے کر دجال کی طرف جائیں گے۔ (حربہ لوہے کا بنا ہوا نوکدار تیر نما ہتھیار)۔ دجال انہیں دیکھتے ہی تانبے کی طرح پگھلنے لگے گا پس وہ اپنا حربہ اس کے حلق و سینہ کے درمیان رکھ کر قتل کرڈالیں گے۔ اور اس کا لشکر بھاگ نکلے گا مگر کسی کو کہیں پناہ نہ ملے گی۔ درخت پکارے گا کہ اے مومن یہ کافر ہے اور پتھر پکارے گا کہ اے مومن یہ کافر ہے۔ علی بن زید بن جدعان نے حماد بن سلمہ کو یہ حدیث سنائی تھی کہ مجھے یہ ابونضرہ سے پہنچی ہے اور ابونضرہ نے عثمان بن ابی العاص سے سنی تھی مگر یہ علی بن زید کی غلط بیانی تھی۔ ابونضرہ نے حضرت عثمان بن ابی العاص ثقفی رضی اللہ عنہ سے کوئی حدیث نہیں سنی۔ عثمان بن ابی العاصؓ کو رسول اللہ ﷺ نے طائف کا حاکم بنایا تھا۔ ابوبکر و عمر رضی اللہ عنھما نے بھی انہیں اس منصب پر برقرار رکھا پھر آخر میں حضرت عمر نے انہیں بصرہ بھیج دیا۔ وہیں رہے۔ حضرت معاویہ کے عہد خلافت میں وہیں ۵۰ یا ۵۵ ھ میں وفات پائی۔ اور ابونضرہ کی پیدائش ۴۹ یا ۵۰ ھ کی ہے۔ ظاہر ہے کہ عثمان بن ابی العاص کے یہاں جمعہ کے دن جانے اور ان سے حدیث دجال سننے کا ابونضرہ کو موقع ہی نصیب نہیں ہوا۔ ابونضرہ کی وفات ۱۰۹ یا ۱۰۸ھ میں ہوئی ہے۔ (تھذیب التھذیب)۔

(۳۰)

عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ

ابوداؤد سجزی نے کہا ہے: حدثنا حیوۃ بن شریح ثنا بقیۃ ثنی بحیر عن خالد بن معدان عن عمرو بن الاسود عن جنادۃ بن ابی امیہ عن عبادۃ بن الصامت انہ حدثھم أن رسول اللہ ﷺ قال انی قد حدثتکم عن الدجال حتی خشیت أن لا تعقلوا. ان المسیح الدجال رجل قصیر افحج جعد اعور مطموس العین لیست بناتیۃ و لا جحراء. (اول جیم پھر حائے مہملہ) فان التبس علیکم فاعلموا أن ربکم لیس باعور۔ (سنن ابی داؤد کتاب الملاحم حدیث ٦)

حیوۃ بن شریح نے کہا کہ ہم سے بقیہ بن ولید نے بیان کیا کہ مجھ سے بحیر بن سعید حمصی نے بیان کیا خالد بن معدان سے روایت کر کے اس نے عمرو بن اسود سے اس نے جنادہ سے کہ عبادہ بن صامت نے لوگوں سے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں نے تمہیں دجال کے متعلق خوب بتایا ہے یہانتک کہ مجھے خطرہ ہوگیا کہ تم نہ سمجھو۔ بے شک مسیح دجال ٹھنگنا آدمی باینڈا، کانا، مڑے ہوئے بالوں والا ہے۔ آنکھ مٹی ہوئی نہ ابھری ہوئی اندر کو دھنسی ہوئی۔ اگر تم پر مشتبہ ہوجائے تو یہ جان رکھو کہ تمھارا رب کانا نہیں ہے۔ جس شخص کی دونوں ٹانگیں کمزور ہوں اور ترچھا ترچھا ٹانگوں کو چوڑا کر چلے اسے عربی میں افحج اور ہندی میں باینڈا کہتے ہیں۔ پہلے گذرا کہ دجال پیلتن اور جسیم وقد آور ہے اور اس کی وہ آنکھ انگور کے ابھرے ہوئے دانہ کی طرح ہے۔ اور چالیس دن کے اندر وہ روئے زمین کے تمام شہروں کو روند ڈالے گا تو کیا کوئی بونا اور باینڈا شخص ایسا ہوسکتا ہے؟ بقیہ بن ولید سے شاید ہی کوئی صحیح حدیث مروی ہو خاص طور سے جن حدیثوں کی اسناد میں اس نے بحیر بن سعید عن خالد بن معدان کہا ہے وہ تو نری موضوع اور جھوٹی ہیں۔ اور اس حدیث میں "حتی خشیت ان لا تعقلوا" بالکل مہمل و بے معنی ہے۔ الغرض یہ حدیث حضرت عبادہ بن صامت کی بیان کی ہوئی نہیں ہے بقیہ بن ولید کی بے پر کی اڑائی ہوئی ہے۔ ابوداؤد نے اس کی اسناد و متن میں ذرا بھی غور کیا ہوتا تو اسے درج سنن نہ کرتے۔

(۳۱)

ام شریک

مسلم نے کہا ہے: حدثنی هارون بن عبدالله ثنا حجاج بن محمد قال قال ابن جریج حدثنی ابوالزبیر انه سمع جابر بن عبدالله یقول اخبرتنی ام شریک انها سمعت النبی ﷺ یقول لیفرن الناس من الدجال فی الجبال. قالت ام شریک فاین العرب یومئذ. قال هم قلیل۔ (صحیح مسلم۲ ص ۴۰۵ طبع ہند) حجاج بن محمد مصیصی نے کہا کہ ابن جریج نے کہا بیان کیا مجھ سے ابوالزبیر نے کہ اس نے حضرت جابر بن عبداللہ کو کہتے ہوئے سنا کہ مجھے ام شریک نے بتایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا فرما رہے تھے کہ دجال کے خوف سے لوگ پہاڑوں کی طرف بھاگ جائیں گے۔ ام شریک نے کہا یا رسول اللہ اس وقت اہل عرب کہاں ہوں گے؟ فرمایا وہ تھوڑے ہوں گے۔ اللہ ہی جانے کہ ام شریک کوئی تھی بھی یا نہیں۔ ابن سعد نے اس کا نام غزیہ بنت حکیم بتایا ہے۔ بعض نے غزیلہ بنت زودان کہا ہے۔ (تھذیب التھذیب) افسوس کہ مسلم کو اس کی اسناد میں کھلا ہوا سقم نظر نہیں آیا۔ اس میں حجاج نے نہ یہ کہا کہ میں نے ابن جریج سے سنا، نہ یہ کہا عن ابن جریج ۔ لامحالہ اس کی سند منقطع ہے اور کسی اور روایت سے اس کا اتصال ثابت نہیں۔ پھر جیسا کہ میں بتا چکا ہوں ابن جریج غیر ثقہ اور اناپ شناپ بکنے والا راوی تھا۔ بقول امام شافعی اس نے ستر عورتوں سے متعہ کیا تھا (تھذیب التھذیب) حضرت جابر خود کثیر الحدیث صحابی ہیں۔ وہ ام شریک سے سنی ہوئی بات کیوں نقل کرتے جب کہ اغلب یہ ہے کہ ام شریک کوئی صحابیہ تھی ہی نہیں۔ راویوں کی فرضی چیز ہے۔

(۳۲)

ایک صحابی کی طرف منسوب حدیث

امام احمد نے کہا ہے: حدثنا اسماعیل ثنا ابن عون عن مجاهد قال کان جنادة بن ابی امیة امیرا علینا فی البحر ست سنین فخطبنا ذات یوم فقال دخلنا

علی رجل من اصحاب النبی ﷺ و قلنا له حدثنا بما سمعت من رسول الله ﷺ ولا تحدثنا بما سمعت من الناس قالوا. فقال قام فینا رسول الله ﷺ فقال أنذركم المسيح الدجال أنذركم المسيح الدجال و هو رجل ممسوح العين. قال ابن عون اظنه قال اليسرى. يمكث فی الارض اربعين صباحا معه جبال خبز و انهار ماء يبلغ سلطانه كل منهل لا يأتی اربعة مساجد فذكر المسجد الحرام و المسجد الاقصی والطور والمدينة غير ان ماكان من ذلك فاعلموا أن الله ليس باعور. قال ابن عون و اظن فی حديثه يسلط علی رجل من البشر فيقتله ثم يحييه ولا يسلط علی غيره ۔ (مسند ۵ ص ۴۳۴)۔

ہم سے بیان کیا اسماعیل بن علیہ نے کہ ہم سے بیان کیا عبداللہ بن عون نے کہ مجاھد نے کہا کہ جنادہ بن ابی امیہ چھ سال ہم پر بحری مہمات میں امیر رہے۔ ایک دن جنادہ نے تقریر کرتے ہوئے بتایا کہ ہم نے ایک صحابی کے پاس حاضر ہوکر عرض کیا کہ ہمیں وہ سنایئے جو آپ نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہو۔ دیگر لوگوں سے سنی ہوئی بات بیان نہ کیجئے۔ اس صحابی نے ذکر کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے کھڑے ہوکر ہم سے فرمایا تھا میں تمہیں مسیح دجال سے خبردار کرتا ہوں۔ میں تمہیں مسیح دجال سے خبردار کرتا ہوں ۔ وہ مٹی ہوئی آنکھ والا ہوگا۔ کہا ابن عون نے کہ جنادہ نے غالباً بائیں آنکھ کا ذکر کیا تھا۔ وہ زمین میں چالیس دن رہے گا۔ ہر ایک چشمہ و تالاب پر اس کی حکومت ہوگی ۔ بس چار مسجدوں کے اندر تو جا نہ سکے گا۔ مسجد حرام، بیت المقدس، کوہ طور اور مدینہ۔ بہر حال یہ دھیان رکھو کہ اللہ کانا نہیں ہے۔ یہ آپ نے تین بار فرمایا۔ ابن عون نے کہا میرا غالب گمان ہے کہ اس حدیث میں یہ بھی تھا کہ وہ ایک انسان پر قابو پاکر قتل کرکے پھر زندہ کردے گا۔ اس کے علاوہ کسی اور پر قابو نہ پائے گا۔ میں کہتا ہوں کہ مجاھد جلیل القدر تابعی عالم تھے مگر یہ ثابت نہیں کہ وہ جنادہ بن ابی امیہ کے ماتحت چھ سال بحری جہازوں میں رہے ہوں۔ اگر واقعی جنادہ نے یہ حدیث بیان کی ہوتی تو اس صحابی کا نام لینے سے

کیا مانع تھا۔ پس اس کا راوی اول ہی مجہول وغیر معلوم ہے۔ کیا اس صحابی نے دجال کے سوا رسول اللہ ﷺ سے کوئی حدیث نہ سنی تھی۔ یہ سب عبداللہ بن عون کی غلط بیانی ہے۔ اس کے غلط ہونے کی واضح دلیل خود اسی میں موجود ہے۔ اس میں چار مسجدوں کا ذکر ہے مگر یقیناً رسول اللہ ﷺ اور خلفائے راشدین کے عہد میں کوہ طور پر کوئی مسجد نہ تھی۔

(۴۳)

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

مغیرۃ بن سبیع عجلی نے عمرو بن حریث مخزومی سے اس نے حضرت ابوبکر سے روایت کی ہے کہ ہم سے رسول اللہ ﷺ نے بیان فرمایا تھا: إن الدجال یخرج من ارض بالمشرق یقال لها خراسان یتبعه اقوام کان وجوههم المجان المطرقة. (مسند احمد ص ۴ و ۷، سنن الترمذی ابواب الفتن باب ماجاء من این یخرج الدجال، سنن ابن ماجہ ص ۳۰۵ طبع ہند)؛ (مستدرک ۴ ص ۵۲۷ طبع دائرۃ المعارف)

یعنی دجال سرزمین خراسان سے نکلے گا۔ بہت سے لوگ اس کے تابع ہوں گے جن کے چہرے چپٹی ڈھالوں کی طرح ہوں گے یعنی وہ چپٹی ناک اور گول چہرے والے ہوں گے جیسے تبت چین اور ترکستان کے عام باشندے ہوتے ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ اس کا راوی مغیرہ بن سبیع کم علم و مجہول الحال شخص تھا۔ یہ حدیث اس سے صرف ابوالتیاح یعنی یزید بن حمید ضبعی نے روایت کی ہے۔ صحیح بخاری و صحیح مسلم اور سنن ابی داؤد و سنن نسائی میں اس کی کوئی روایت نہیں ہے۔ بس ابن ماجہ و ترمذی نے یہی روایت ذکر کی ہے۔ پس یہ حدیث لائق التفات نہیں ہے۔

(۴۴)

مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ

قیس بن ابی حازم نے حضرت مغیرہ سے روایت کی ہے: ماسال احد النبی ﷺ اکثر مما سالته عن الدجال. قال وما سؤالک؟ قال انهم یقولون معه

جبال من خبز ولحم و نهر ماء. قال هو اهون علی الله من ذلک۔ (صحیح بخاری ص ۱۰۵۵ کتاب الفتن باب ذکر الدجال طبع ہند۔ سنن ابن ماجہ ص ۳۰۵۔ صحیح مسلم ۳ ص ۴۰۳۔ مسند ۴ ص ۲۴۵)۔

مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے دجال کے متعلق جو پوچھ گچھ کی ہے اس سے زیادہ کسی نے نہیں کی۔ فرمایا بیٹا کیوں اسقدر پوچھ پاچھ کرتے ہو؟ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ لوگ کہتے ہیں کہ اس کے ساتھ روٹیوں اور گوشت کے پہاڑ ہیں اور پانی کی نہر ہے۔ فرمایا وہ اللہ کے نزدیک اس سے حقیر تر ہے کہ اسے ایسے معجزات سے نوازے۔ مطلب یہ کہ اس کے متعلق خواہ مخواہ کی بکواس کی جارہی ہے۔ وہ کسی غیر معمولی شکتی کا حامل نہیں ہے۔ میں کہتا ہوں کہ باوجودیکہ بخاری و مسلم و ابن ماجہ نے اس صحیح حدیث کی تخریج کی ہے لیکن افسوس کہ اس پر عمل نہ کیا۔ اس میں رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ''ھواھون علی الله من ذلک'' ان کے پیش نظر رہتا تو دجال کے متعلق وہ زٹلیات اپنی کتابوں میں درج نہ کرتے جنہیں کم فہم لوگوں نے ان کتابوں پر اعتماد کر کے عقائد کا درجہ دیدیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے مغیرہ بن شعبہ کو نہ یہ بتایا کہ دجال چالیس دن میں تمام روئے زمین پر اپنا اقتدار قائم کرے گا بس مکہ و مدینہ کو پہرہ دار فرشتوں کی ننگی تلواریں اس سے محفوظ رکھیں گی نہ یہ کہ حضرت عیسیٰ نازل ہوکر اسے قتل کر کے لوگوں کو اس سے نجات بخشیں گے۔

پس دجال کے متعلق صرف دو ہی حدیثیں صحیح ہیں۔ ایک مغیرہ بن شعبہ کی یہ حدیث۔ اس کا پس منظر غالبا یہ ہے کہ دجال کذاب مسیلمہ کے متعلق طرح طرح کی باتیں عام اہل مدینہ میں ہونے لگی تھیں۔ اور آنحضور ﷺ کی یہ دعا بھی معروف تھی کہ خدایا مسیح دجال کے شر سے میں تیری پناہ لیتا ہوں۔ لوگوں کو خیال ہونے لگا کہ یہ مسیلمہ ہی وہ دجال کذاب ہے۔ مغیرہ بن شعبہ نے وہ باتیں سن کر آپ سے اس کے متعلق پوچھا تھا۔

دوسری صحیح حدیث آپ کی دعائے مذکور ہے جو ام المومنین عائشہ رضی اللہ

عنہ اور عبداللہ بن عباس و عبداللہ بن عمرو ابوھریرہ رضی اللہ عنہم سے مروی ہے۔ اس دعا کا مطلب میں بتا چکا ہوں کہ مراد فتنہ گر و مفسد شخص ہے۔ کوئی بھی ہو کہیں بھی ہو وہ کوئی خاص عجیب و غریب شخص نہیں ہے جس کے ظہور و خروج کی رسول اللہ ﷺ نے پیشین گوئی فرمائی ہو۔ دجال کے متعلق جو گھڑی ہوئی حدیثیں کتابوں میں ہیں انتہائی غیر معقول ہونے کے علاوہ متضاد بھی ہیں۔ کئی روایتوں میں اسے داہنی آنکھ کا کانا بتایا گیا ہے اور کئی روایتوں میں بائیں آنکھ کا۔ کسی روایت کی رو سے وہ جسیم و تنومند، بہت لمبا تڑنگا ہوگا اور کسی روایت کی رو سے بونا اور بانڈا۔ کسی میں یہ ہے کہ وہ مدینہ کے قریب ہلاک ہوگا۔ کسی میں یہ کہ فلسطین میں باب لد پر حضرت عیسیٰ کے ہاتھ سے مارا جائے گا۔ کسی نے کہا ہے کہ شام و عراق کے درمیان سے نکلے گا کسی نے کہا ہے کہ خراسان سے۔ اصلاح عقائد کی غرض سے بحمداللہ میں نے ایک ایک روایت کی پول کھول کر رکھ دی ہے۔ دعا یہ ہی ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں ہر مسیح دجال کے فتنہ سے اور اس کے شر سے بچائے اور اپنی پناہ میں رکھے۔

☆☆☆☆☆☆
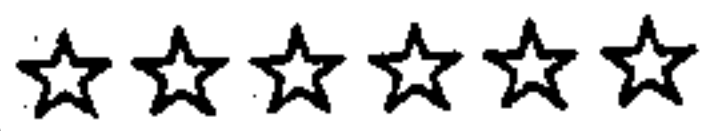
خاتمہ

کفار یہود حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ الصلاۃ والسلام کو قتل کرنے اور قتل کرا دینے کی تدبیروں میں لگ گئے تھے مگر جاں نثار حواریوں کا گروہ آپ کو تنہا نہ چھوڑتا تھا۔ اس لئے یہودی غنڈوں کو آپ پر حملہ کرنے کا موقع نہ مل سکا تب بزرگان یہود نے اپنے حاکم پیلاطس رومی کو جو قیصر روم کا وائسرائے تھا آپ کے خلاف بھڑکانے کی سر توڑ کوشش کی۔ اسے باور کرایا کہ ہم تو جان و دل سے سرکار کے فرمانبردار اور وفادار ہیں لیکن مریم کا بیٹا یسوع (عیسیٰ مسیح) جو بڑا جادوگر اور شعبدہ باز شخص ہے عوام کو آپ کے خلاف بغاوت پر آمادہ کر رہا ہے۔ وہ نہایت خطرناک شخص ہے اور اس لائق ہے کہ اسے سولی دیدی جائے۔ خیر الماکرین اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے رسول کو دشمنوں سے محفوظ رکھنے کی تدبیر فرمائی۔ آپ سے چار باتیں کہیں۔ تین خاص آپ کے متعلق اور ایک آپ کے پیروان کار کے متعلق جیسا کہ سورۂ آل عمران کے چھٹے رکوع کے آغاز میں ہے ارشاد ہوا ہے۔ **اذ قال اللہ یعیسیٰ انی متوفیک ورافعک الی و مطھرک من الذین کفروا و جاعل الذین اتبعوک فوق الذین کفروا الیٰ یوم القیٰمۃ ط** ۔ یعنی دشمنوں کے خلاف حضرت عیسیٰ کے لئے جو خدائی تدبیر ہوئی تو اس لئے کہ اللہ نے فرمادیا تھا کہ اے عیسیٰ بے شک میں تجھے وفات دینے والا ہوں اور تجھے اپنی طرف اٹھا لینے والا ہوں اور تجھے پاک کردینے والا ہوں کفار سے اور روز قیامت تک تیرے پیروؤں کو ان لوگوں کے اوپر رکھنے والا ہوں جنہوں نے تجھے نہ مانا یعنی کفار و یہود پر تیرے پیروؤں کو دائمی غلبہ بخشنے والا ہوں۔

اس ارشاد میں پہلی بات **انی متوفیک** ہے کہ میں تجھے وفات دینے والا ہوں یعنی تیرے دشمن نہ تجھے قتل کرسکیں گے نہ زندہ گرفتار کرسکیں گے۔ ایسا ہی ہوا۔ آپ نے دشمنوں کے ہاتھوں سے قطعاً محفوظ ہونے کی حالت میں وفات پائی۔ حواریوں نے یہ دانائی کی کہ آپ کو کسی بے نشان جگہ دفن کردیا تاکہ یہود قبر ادھیڑ کر جسم پاک کی بے حرمتی نہ کرسکیں۔ آپ کو دفن کرتے ہی دعوت حق کی خاطر سب اطراف و اکناف میں منتشر ہوگئے۔

دوسری بات یہ تھی کہ رافعک الی تجھے اپنی طرف اٹھا لینے والا ہوں۔ اللہ کا کسی بندے کو اپنی طرف اٹھالینا کنایہ ہے اس کے مرجانے اور انتقال کرجانے سے لیکن یہ کنایہ بس نیک و صالح بندوں کے لئے ہی مستعمل ہے۔ ہم عربی زبان میں کہیں رفع اللہ فلانا الیہ یا اردو میں کہیں اللہ نے فلاں کو اپنی طرف اٹھالیا تو مطلب یہ ہی ہوتا ہے کہ فلاں نیک آدمی کی دنیوی زندگی پوری ہوگئی۔ وہ عالم دنیا سے رحلت کرکے جوار رحمت میں پہنچ گیا۔ خود انتقال و رحلت بھی موت کے معنی میں نہیں ہیں بلکہ موت سے کنایہ ہیں۔ پس إنی متوفیک و رافعک الی دونوں کا مطلب ایک ہے۔ دونوں موت سے کنایہ ہیں۔ فعل توفی کی اسناد قرآن کریم میں جہاں اللہ یا فرشتوں کی طرف ہوئی ہے تو وفات و موت کے معنی میں ہیں۔ قرآن کریم میں حضرت عیسیٰ کے تذکرہ میں فعل توفی دو جگہ آیا ہے۔ سورۂ آل عمران کے چھٹے رکوع میں یعیسیٰ إنی متوفیک ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا اے عیسیٰ میں تجھے وفات دینے والا ہوں اور سورۃ المائدہ کے آخری رکوع میں ہے کہ قیامت کے دن عیسیٰ بن مریم اللہ تعالیٰ سے عرض کریں گے وکنت علیھم شھیدا مادمت فیھم فلما توفیتنی کنت انت الرقیب علیھم یعنی میں اپنی امت پر نگراں تھا جب تک میں ان میں رہا، پس جب تو نے مجھے وفات دیدی تو تو ہی ان پر نگراں تھا۔ لہذا إنی متوفیک کا یہ معنی سمجھنا کہ میں تجھے زندہ جسم سمیت پر آسمان پر اٹھا لینے والا ہوں غلط ہے اور حضرت عیسیٰ کو رفع کرنے کا ذکر بھی دو جگہ ہے۔ سورۃ النساء رکوع ۲۲ میں یہود کی تردید کرتے ہوئے فرمایا وما قتلوہ یقینا بل رفعہ اللہ الیہ یعنی یقینی بات یہ ہے کہ انہوں نے عیسیٰ بن مریم کو قتل نہیں کیا بلکہ اللہ نے اس کو اپنی طرف اٹھالیا۔ اور سورۂ آل عمران میں ہے ورافعک الی سورۂ آل عمران میں فعل توفی و فعل رفع دونوں مذکور ہیں۔ سورۃ النساء میں بس فعل رفع ہے اور سورۃ المائدہ میں بس فعل توفی ہے۔ نیز سورۃ المائدہ میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ کو اپنی اہم نعمتیں یاد دلاتے ہوئے یہ بھی فرمایا و اذ کففت بنی اسرائیل عنک اذ جئتھم بالبینٰت فقال الذین کفروا منھم إن ھذا إلا سحر مبین۔ یعنی اے عیسیٰ میری یہ نعمت بھی قابل ذکر ہے کہ میں نے بنی اسرائیل کو تجھ سے باز رکھا۔ ان کے دستہائے ظلم کو تیری طرف بڑھنے سے روکا جب تو ان کے پاس

واضح نشانیاں لے کر آیا تو ان لوگوں نے کہا جنہوں نے ان میں سے کفر کیا کہ یہ تو بس صریح جادو ہے۔ اس ارشاد حق کی روشنی میں ہم ایمان رکھتے ہیں کہ دشمنان مسیح اپنی خواہش و کوشش کے علی الرغم حضرت مسیح کو کوئی گزند و آزار نہ پہنچا سکے۔ جیسے انہیں قتل کر دینے اور سولی دیدینے کی کہانی قطعاً جھوٹی ہے واجب الرد ہے۔ اسی طرح انہیں گرفتار کرنے، قیدو بند میں ڈالنے اور کانٹوں کا تاج پہنا کر تشہیر کرنے کی کہانی بھی جھوٹے لوگوں کی گھڑی ہوئی ہے۔ افسوس کہ یہ سب جھوٹی کہانیاں عیسائیوں کی نام نہاد انجیلوں میں درج ہیں۔

تیسری بات اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ سے یہ کہی تھی کہ میں مطھرک من الذین کفروا تجھے کافروں سے پاک کر دینے والا یعنی ان کے گندے ماحول سے بالکل پاک صاف نکال لینے والا ہوں۔ اس کی وضاحت یہ ہے کہ کفر بدترین گندگی ہے۔ نظیف الطبع و پاکیزہ مزاج آدمی کو نجاست کے مقام میں ٹھہرنے بلکہ گذرنے سے بھی اذیت ہوتی ہے اسی طرح مومن بندے کو کفر کے ماحول میں رہنا بڑا ناگوار ہوسکتا ہے اور چونکہ سرزمین شام میں کوئی ایسی بستی نہ تھی جہاں کے اکثر باشندے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لے آئے ہوں اور ملتجی ہوئے ہوں کہ ہماری بستی کو قدوم میمنت لزوم سے نوازیں اور ہم جاں نثاروں کے یہاں رہیں اس لئے زمین میں اہل ایمان کو لے جا کر کہیں ہجرت کر جانے کی صورت نہ تھی اور اللہ نے آپ کی جو دنیوی عمر مقرر فرمائی تھی پوری ہو رہی تھی اس لئے اب کفار کے ماحول سے نکل جانے کی صورت یہ ہی تھی کہ کفار کے مکرو شر سے محفوظ رکھتے ہوئے اللہ آپ کو وفات دے کر اٹھا لے پس متوفیک کی طرح رافعک الی پھر مطھرک من الذین کفروا سے بھی قطعاً ثابت ہو رہا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی دیگر انبیائے کرام کی طرح وفات پا چکے ہیں۔

چوتھی بات آپ کے متبعین کے متعلق تھی۔ وہ کمزور و بے وسیلہ لوگ تھے۔ فرمایا کہ اے عیسیٰ میں روز قیامت تک تیرے متبعین کو ان لوگوں پر غالب رکھنے والا ہوں جنہوں نے تجھے نہ مانا۔ ایسا ہی ہوا تاریخ کی ناقابل انکار شہادت ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے تھوڑی مدت بعد ہی آپ کے متبعین کو کفار یہود پر زبردست غلبہ حاصل ہو گیا اور یہودیوں کی مجال نہ رہی کہ عیسائیوں کے سامنے کھڑے ہوسکیں۔

(۲) مرزا غلام احمد قادیانی جس نے نبوت کا دعویٰ کیا تھا اور بہت سے بندوں کو گمراہ کر کے ۱۹۷۱ء اسہال کے مرض میں پاخانہ میں لت پت لقمۂ مرگ بنا تھا۔ دجال ملوث ازخر افتاد تاریخ مرگ ہے، نے اپنے پیروان کار کو حضرت عیسیٰ السلام کے متعلق یہ عقیدہ دیا کہ انجیلوں میں ذکر کی ہوئی سب کہانیاں صحیح ہیں۔ یہود کے کہنے سننے سے رومی گورنر پیلاطس نے حضرت عیسیٰ کو پکڑوا کر قید خانہ میں ڈلوادیا۔ یہود بضد تھے کہ انہیں سولی دیدی جائے۔ پیلاطس کے حکم سے انہیں سولی دیدی گئی۔ یہود خوش ہوگئے مگر حضرت عیسیٰ دار پر زخموں کی وجہ سے بے ہوش ہوگئے تھے۔ انہیں مردہ سمجھ لیا گیا۔ ان کے حواریوں نے پیلاطس سے اجازت لے لی کہ ہم دار پر سے اتار کر ان کی تجہیز و تکفین کر دیں۔ رات کے اندھیرے میں لاش اتار کر لے گئے تب محسوس کیا کہ وہ زندہ ہیں۔ تندہی کے ساتھ زخموں کی مرہم پٹی کی علاج کیا۔ چند روز میں ٹھیک ہوگئے۔ حواریوں نے سب کام خفیہ خفیہ کیا تھا۔ غیر لوگوں کو اس کا علم نہ ہوسکا۔ جب بالکل ٹھیک ہوگئے تو خفیہ طور سے رات کو نکل گئے۔ چلتے چلتے ہزاروں میل کی مسافت طے کر کے کشمیر کے شہر سری نگر پہنچ گئے ایک عرصہ تک وہیں رہے اور وفات پاگئے۔ ان کے کشمیری معتقدین نے ان کا مقبرہ بنوادیا۔ اسے ''مقبرہ عیسیٰ صاحب'' کہا جاتا ہے۔

یقیناً حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق یہ سب کچھ نری بکواس ہے۔ انبیائے کرام کے ناموں پر نام رکھنا ہمیشہ سے مسلمانوں میں رائج ہے۔ موسیٰ، عیسیٰ، ابراہیم، اسماعیل، اسحاق، یعقوب، یوسف، ھارون، داؤد، سلیمان، زکریا، یحییٰ نام کے ہزاروں مسلمان گذرے ہیں اور اب بھی موجود ہیں۔ سری نگر میں عیسیٰ نام کے کوئی مسلمان بزرگ ہوں گے۔ آخر کس دلیل سے سمجھ لیا گیا کہ مقبرۂ عیسیٰ صاحب میں حضرت عیسیٰ بن مریم رسول اللہ مدفون ہیں۔ پھر یہ محال ہے کہ اللہ کا کوئی نبی اپنے متبعین کو چھوڑ کر بیک بنی و دوگوش ان کے درمیان سے نکل کر چلا جاتا اور دعوت حق و ہدایت کا کام چھوڑ کر گمنامی کی زندگی گذارتا۔ یہ حقیقت بھی دھیان میں رہنی چاہیئے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق نام نہاد انجیلوں میں قرآن کریم کی تصریحات سے کھلا ہوا تصادم رکھنے والی جو باتیں اور کہانیاں مذکور ہیں انہیں سچ قرار دینا قرآن مجید کو جھٹلانے کے معنی میں ہی ہے۔

(۳) تابعین و اتباع تابعین کے زمانہ میں بہت سے روایت پیشہ، افسانہ ساز دجال کذاب راویان اخبار و احادیث کا سیلاب امت مسلمہ کے عقائد و اعمال کو تباہ کرنے کے لئے امنڈ پڑا تھا۔ ان میں دشمنان حق روافض بھی تھے، وہ نومسلم اہل کتاب بھی تھے جو منافقانہ مسلمان ہوگئے تھے۔ عوام میں شہرت و عزت حاصل کرنے کے شیدائی تھے جو چاہتے تھے کہ انہیں امام و علامۂ انام مانا جائے۔ متواتر الثبوت احکام شرع تو ان راویوں کی دستبرد سے بچ گئے۔ قرآن کریم میں انہوں نے جو لفظی تحریفات کی تھیں وہ بھی پاؤں نہ چل سکیں مگر ان کی معنوی تحریفات بعض محدثین کی بدولت خوب رائج ہوئیں۔ ان شقی القلب راویوں نے امام مہدی، ابن صیاد اور خروج دجال و نزول مسیح کے متعلق منہ بھر بھر کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام پر دروغ بافیاں کرنے میں کوئی کسر نہ چھوڑی

اس کتاب میں دجال و نزول مسیح کے متعلق روایت کی ہوئی ہر حدیث کو روایت و درایت کے مسلمہ اصول وضوابط کے مطابق جانچا پرکھا گیا ہے تاکہ لوگ اس غلط خیالی میں نہ پڑیں اور جو پڑے ہوئے ہیں اس کے چکر سے نکل آئیں کہ قرب قیامت کی نشانیوں میں سے کانے دجال کا نکلنا ہے جو ایسا ایسا ہوگا۔ خدائی کا دعوی کرے گا، آخر اسے قتل کرنے کے لئے آسمان سے حضرت عیسی بن مریم اتریں گے۔ اسے قتل کرکے عدل و انصاف کے ساتھ شریعت محمدیہ کے مطابق برسوں فرمانروائی کریں گے پھر وفات پاکر مدفون ہوں گے۔ یہ سب غلط خیالی ہے۔ محض بکواس ہے۔ حق یہ ہے کہ محمد ﷺ خاتم النبین ہیں۔ اللہ کے آخری نبی ہیں۔ آپ کے بعد قیامت تک کوئی نبی آنے والا نہیں ہے نہ اصالتہ نہ نیابتہ۔ آپ کے بعد صحیح علم اور صالح عمل والے فرمانرواؤں نے اور علمائے کرام نے ہی اصلاح امت اور دعوت حق کا کام انجام دیا ہے اور دیتے رہیں گے۔

جعلنی اللہ منھم

والحمدللہ الذی ھدانا لھذا وما کنا لنھتدی لو لا ان ھدانا اللہ۔

شبیر احمد ازہر میرٹھی

چہار شنبہ ۲۳/شعبان ۱۴۲۳ھ ۲۹/اکتوبر ۲۰۰۲ء

عصر حاضر کے مایہ ناز محدث و مفسر

شبیر احمد ازہر میرٹھی

کی ایک زیر طبع کتاب

صحیح بخاری کا مطالعہ حصہ اول (قسط اوّل، دوم)

قسط اوّل	صفحات	۲٦٦
قسط دوم	صفحات	۳۹۲

1۔ خالصتاً ایک سنجیدہ، علمی و مدلل کتاب جس میں فن حدیث کے مسلمہ اصول وضوابط کی روشنی میں بخاری کے اندر موجود 150 سے زائد کمزور روایات کی تنقید و تحقیق کی گئی ہے۔

2۔ اسلوب بیان سادہ اور بالکل عام فہم۔

3۔ اپنے موضوع پر ایک منفرد کتاب۔

احادیث دجال کا تحقیقی مطالعہ

خروج دجال، ظہور مہدی اور نزول مسیح پر تحقیقی گفتگو

شبیر احمد ازہر میرٹھی